وَاَصْحٰبُ الشِّمَالِ مَا اَصْحٰبُ الشِّمَالِ فِیْ سَمُوْمٍ وَّحَمِیْمٍ

حصۂ اوّل

الآل و الاصحاب

جس میں دکھایا گیا ہے کہ اہلبیت طاہرینؑ کے ساتھ صحابہ کا سلوک کیسا تھا واقعۂ کربلا تک کتنے صحابہ موجود تھے اور کیسا کیسا اقتدار رکھتے تھے۔ اور وہ صحابہ حضرت کی مدد کرتے تو کیا ممکن تھا کہ جناب امام حسین علیہ السلام اس ظلم سے شہید کیے جاتے۔

مُصنّف

حضرت صدر المحققین، ملک الناطقین ظہیر الملۃ والدین زین العلماء والمجتہدین حُجۃ الاسلام والمسلمین آیۃ اللہ فی العالمین مولانا آقا السیّد علی اظہر طیب اللہ رمسہ وجعل الجنۃ مثواہ المتوفی ۱۳۵۲ھ ہجری

مطبوعہ

اصلاح پریس کھجوا ضلع سارن (صوبہ بہار)

قیمت ۸

تیسرا ایڈیشن

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وکفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ

اگرچہ اسلام کی تقسیم ابتدا سے اسی دو حصّہ پر ہے کہ اسلام کا وجود اور نشو و نما بھی جو کچھ ہوا اُن کی مداخلت و مشارکت سے کیونکہ بانیٔ اسلام تنہا ایک متنفس تھا اور بغیر مشارکت معاونین ترقی ناممکن تھی۔ اسی طرح خاتمہ یا زوال یا اضمحلال بھی جو کچھ ہوا انھیں دو قسموں کی مشارکت سے باعلٰحدگی سے لہذا امید ہے کہ یہ مضمون عام و خاص ہر ایک کے لئے صد درجہ مفید ہو۔

ہاں اس مضمون میں ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ ایک شخص نے جو آج کل انکار شہادت سے مشہور ہو رہا ہے۔ ایک موقع پر یہ بھی لکھا تھا کہ امام حسین علیہ السلام نہیں شہید ہوئے کیونکہ ناممکن تھا ایک مسلمان بھی ہوتا اور حضرت شہید ہو جاتے جس کے معنی یہ ہوئے کہ چونکہ اُس وقت کوئی مسلمان نہ تھا اس وجہ سے حضرت شہید ہو گئے اس لئے کہ شہادت تو ایک ایسا واقعہ ہے جس سے انکار ہو ہی نہیں ہو سکتا۔

دوسری خصوصیت یہ ہے کہ امام غزالی نے جو اس کا فتویٰ دیا کہ ذکر شہادت امام حسین حرام ہے۔ کیونکہ اس سے بغض صحابہ میں ہیجان ہوتا ہے۔ وہ بھی حل ہو جائے گا کیونکہ ابھی تک یہ معمّا تھا کہ ذکر شہادت امام حسین سے بغض صحابہ کو کیا تعلق ہے صواعق محرقہ میں ہے:

قال الغزالی وغیرہ یحرم علی الواعظ وغیرہ روایۃ مقتل الحسنؑ والحسین وحکایۃ ماجری بین الصحابۃ من التشاجر والتخاصم فانّہ یھیج علی بغض الصحابۃ والطعن فیھم

یعنی حرام ہے واعظ وغیرہ پر ذکر شہادت امام حسنؑ اور امام حسینؑ علیہم السلام اور بیان کرنا ان حکایات کا جو صحابہ پر باہم واقع ہوئے اختلاف اور نزاع سے کیونکہ وہ ہیجان میں لاتا ہے بغض صحابہ کو اور ان پر طعن کرنے کو۔

(صفحہ ۱۳۳)

اس تحریر سے یہ معمّا حل ہو جائے گا کہ تذکرہ شہادت جناب امام حسنؑ اور امام حسینؑ سے بغض صحابہ کو کیوں ہیجان ہوتا ہو؟ اس لیئے کہ جناب امام حسن اور امام حسین علیہما السلام خود ہی صحابی ہیں اور اور فرزند رسُول اور نائب رسُول جس سے مناسب تو یہ تھا کہ اہلسنت کو اُن لوگوں سے عداوت اور نفرت ہوتی۔ جو قاتل امام تھے کیونکہ اگر بحیثیت اولاد رسُول ہونے کے نہ مانتے تو اس حیثیت سے مانتے کہ وہ صحابی رسُول بھی ہیں۔ اور دشمن صحابی رسُول مطابق عقیدہ اہل سنت کافر ہے لہذا بغرض ہدایت خلق ضرور تھا کہ وہ مصائب امام کو زیادہ بیان کرتے تاکہ دشمنان اہلبیتؑ یعنی صحابہ سے لوگوں کو نفرت ہوتی۔ مگر واہ رے قسمت کہ مصائب امام کا ذکر حرام بتایا جاتا ہے کیوں؟ — اس وجہ سے کہ بغض صحابہ میں ہیجان ہوتا ہے! حالانکہ ان واقعات سے محبت صحابہ میں ترقی ہونی چاہیئے۔

اب ہم تمہید میں زیادہ طول دینا نہیں چاہتے بلکہ بطور مثال چند واقعات کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے جس سے معلوم ہو کہ آل و اصحاب میں باہم کیا تعلقات تھے۔ اور ان تعلقات سے رسول اللہ راضی تھے یا ناراض جس کے بعد یہ بھی معلوم ہو جائے گا کہ ان میں کون مسلم تھا کون کافر، کون مومن تھا کون منافق؟

(۱) قرۃ العینین شاہ ولی اللہ میں ہے:-

عن عبد المطلب بن ربیعہ ان العباس دخل رسول اللہ مغضبا وانا عندہ فقال ما اغضبک قال یا رسول اللہ ما لنا ولقریش اذا تلاقوا بینھم تلاقوہ بوجوہ مبشرۃ واذا لقونا لقونا بغیر ذالک فغضب رسول اللہ حتی احمر وجھہ ثم قال والذی نفسی بیدہ لا یدخل قلب رجل الایمان حتی یحبکم للہ ولرسولہ ثم قال ایھا الناس من اذی عمی فقد اذانی فانما عم الرجل صنو ابیہ ۔۔ در حدیث اوما شعرت یا ابن الخطاب ان عم الرجل صنو ابیہ۔ (از بخاری مذکرات ص۲۰۲)

عبد المطلب بن ربیعہ ناقل ہیں کہ حضرت عباس عم رسول اللہ خدمت رسول میں حاضر ہوئے در حالیکہ غضبناک تھے اور میں وہاں موجود تھا۔ حضرت نے پوچھا کس چیز نے تم کو غضبناک کیا۔ کہا۔ یا رسول اللہ کیا سبب ہے کہ جب قریش آپس میں ملاقات کرتے ہیں تو خوش اور مسرور ہوتے ہیں۔ اور جب ہم لوگوں سے ملاقات کرتے ہیں تو یہ خوشی نہیں ہوتی۔ پس غصہ ہوئے رسول اللہ یہاں تک کہ چہرہ آپ کا سرخ ہو گیا۔ اور کہا قسم اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ کبھی نہ داخل ہو گا ایمان کسی آدمی کے دل میں جب تک کہ تم لوگوں کو وہ دوست نہ رکھے خدا اور رسول کے لئے۔ پھر فرمایا ایہا الناس جس نے ایذا دی میرے عم کو اس نے مجھے ایذا دی کیونکہ چچا بجائے باپ کے ہے اور دوسری روایت میں حضرت نے فرمایا کیا تو نہیں جانتا اے پسر خطاب کہ چچا قائم مقام باپ کا ہے۔ ہماری غرض اس فقرہ سے ہے کہ حضرت عباس نے کہا کہ قریش جب آپس میں ملتے ہیں تو خوش و مسرور ہوتے ہیں اور جب ہم لوگوں سے ملتے ہیں تو وہ چہرہ نہیں رہتا جس سے آپ سمجھ سکتے ہیں کہ جب خود حضرت کی حیات میں صحابہ کی یہ حالت تھی تو آئندہ حال کیا ہوا ہوگا یہ سمجھنا ہو ہم کو حضرت کے اس کلام سے کہ فرمایا والذی نفسی بیدہ لا یدخل قلب رجل الایمان حتی یحبکم اللہ ولرسولہ قسم ہے خدا کی کسی شخص کے دل میں ایمان نہ داخل ہو گا جب تک تم لوگوں کو خدا اور رسول کے لئے دوست نہ رکھے۔ چنداں بحث نہیں کیونکہ حضرت کے اس قسم کے کلمات کو جو ایک مرتبہ نہیں ہزار ہا مرتبہ فرمایا اور خود خدا نے قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربی فرمایا جو آج تک قرآن میں موجود ہے۔ ان لوگوں نے کبھی زمانہ سچ سمجھا نہ اسکو قابل تعمیل جانا پھر اس سے کیا بحث۔ مگر اسقدر تو یقیناً معلوم ہوا کہ خود عمر صاحب سے خطاب کر کے یہ فرمایا تھا اوما شعرت یا ابن الخطاب کیا تو نہیں جانتا اے پسر خطاب جس سے بالیقین معلوم ہوا یہ بھی انھیں صحابہ سے تھے جو اہلبیت سے اس صورت سے ملاقات کرتے جس کو وہ لوگ ناپسند کرتے۔

(۲) جب جنگ طائف میں جناب رسالت مآب نے کچھ دیر تک جناب امیر سے راز کی باتیں کی تھیں تو اس وقت خلیفہ اول نے اعتراض کیا لقد طال مناجاتک منذ الیوم۔ چنانچہ کنز العمال میں ہے:-

عن جندب بن ناجیہ او ناجیہ بن جندب لما کان یوم غزوۃ الطائف قام النبی

یعنی جندب بن ناجیہ یا ناجیہ بن جندب سے روایت ہو کہ بروز غزوۂ طائف آں حضرت نے دیر تک سرگوشی

مع علی ملیا ثم مر فقال له ابوبکر یا رسول اللہ لقد طالت مناجاتک منذ الیوم فقال ما انا انتجیتہ ولکن اللہ انتجاہ طب یعنی رواہ الطبرانی فی المعجم الکبیر۔

کرتے رہے حضرت علیؑ سے پھر وہاں سے چلے گئے تو ابوبکر نے کہا یا حضرتؐ آج تو بڑی دیر تک آپ سرگوشی کرتے رہے حضرتؐ نے فرمایا یہ فعل ہمارا نہ تھا بلکہ خدا نے اُن سے مناجات کی۔

اس حدیث کی تفصیلی بحث تو تنقید بخاری حصہ دوم صفحہ ۲۰ میں قابل دید ہے مگر اصل مطلب ہمارا تو بخوبی ظاہر ہوا کہ صحابہ کو خصوصاً شیخین کو اور اُن کے طرفداروں کو جناب امیرؑ اور اہلبیتؑ طاہرین سے کس درجہ کی حسن عقیدت تھی کہ اگر آں حضرتؐ جناب امیرؑ سے بات کرتے تو ان لوگوں کو ناگوار ہوتا کچھ زیادہ عنایت فرماتے تو انکے چہرے بگڑ جاتے۔

(۳) جنگ یمن کا حال تو سب کو معلوم ہے کہ باوصفیکہ خالد بن ولید لشکر اسلام لیکر وہاں چھ مہینہ پڑا رہا مگر نہ کوئی مہم سر ہوئی نہ کوئی متنفس اسلام لایا۔ آخر حضرت نے جناب امیرؑ کو بھیجا جسے حضرتؑ نے چند دنوں میں سر کیا اور ہزاروں آدمی اسلام لائے۔ بہت کچھ مال غنیمت خدمت رسول میں حاضر کیا تو چار صحابیوں نے بالاتفاق سازش کر کے حضرت کی شکایت کی قرۃ العینین شاہ ولی اللہ میں ہے:۔

عن عمران بن حصین قال بعث رسول اللہ ص جیشا واستعمل علیھم علی ابن ابی طالبؑ فمضی فی السریۃ فاصاب جاریۃ فانکروا علیہ وتعاقد واربعۃ من اصحاب رسول اللہ ص فقالوا اذا لقینا رسول اللہ اخبرناہ بما صنع علی وکان المسلمون اذا رجعوا من سفر بدءوا برسول اللہ ص فسلموا علیہ ثم انصرفوا الی رحالھم فلما قدمت السریۃ سلموا علی النبی فقام احد الاربعۃ فقال یا رسول اللہ الم تر الی علی بن ابی طالب صنع کذا وکذا فاعرض عنہ رسول اللہ ص ثم قام الثانی فقال مثل مقالتہ فاعرض عنہ ثم قام الیہ الثالث فقال مثل مقالتہ فاعرض عنہ ثم قام الرابع فقال مثل ما قالوا فاقبل الیہ رسول اللہ والغضب یعرف فی وجہہ فقال ما تریدون من علی ما تریدون من علی ما تریدون من علی ان علیا منی وانا منہ وھو ولی کل مومن بعدی اخرجہ الترمذی نقل از قرۃ العینین۔

صحیح ترمذی میں ہے عمران بن حصین سے کہ حضرت نے ایک لشکر روانہ کیا جس کا سردار جناب امیرؑ کو بنایا تھا۔ حضرتؑ نے ایک لونڈی کو لے لیا جس پر لوگوں نے انکار کیا اور چار آدمیوں نے اصحاب رسول اللہ سے باخود باہم عہد کیا کہ جب حضرت سے ملاقات کریں گے تو جناب امیرؑ کی شکایت کریں گے اور قاعدہ مسلمانوں کا یہ تھا کہ جب باہر سے آتے تو پہلے رسول اللہ سے ملاقات کرتے پھر اپنے گھر جاتے جب وہ لوگ خدمت رسول میں حاضر ہوئے تو ایک نے کھڑے ہو کر جناب امیرؑ کی شکایت کی۔ حضرتؐ نے اُس سے منھ پھیر لیا۔ پھر دوسرا کھڑا ہوا اس سے بھی حضرتؐ نے منھ پھیرا۔ اسی طرح تیسرے کی شکایت سے بھی حضرت نے منھ پھیرا پھر چوتھا کھڑا ہوا اُس نے بھی اپنی تقریر کو ختم کیا تب حضرت اسکی طرف متوجہ ہوئے اور غضب آپ کے چہرہ سے نمایاں تھا۔ پھر فرمایا کیا چاہتے ہو علی سے کیا چاہتے ہو علیؑ سے بتحقیق علیؑ مجھ سے ہیں اور میں علیؑ سے ہوں۔ اور وہ ولی ہیں ہر مومن کے بعد میرے روایت کی ہے اس کی ترمذی نے۔

۱ اس روایت سے یہ بھی ظاہر ہے کہ بمخالفت جناب امیر المومنین علیہ السلام کس طرح کی سازش رکھتے کہ چار صحابی نے باخود معاہدہ کیا تھا کہ حضرت سے جناب امیرؑ کی شکایت کریں گے جس کو انھوں نے اس طرح نباہا کہ حضرتؐ نے پہلے ہی صحابی کی تقریر پر منھ پھیر لیا۔ مگر اس پر بھی دوسرا صحابی کھڑا ہوا۔ اس سے بھی حضرتؐ نے منھ پھیرا اسی طرح تیسرے کی شکایت سے بھی حضرتؐ نے منھ پھیرا پھر چوتھا بھی کھڑا ہوا پھر ایسے صحابہ کے اسلام پر وہی لوگ ناز ش کر سکتے ہیں جو مخالف خدا و رسول ہیں۔

حضرتؐ نے صرف اعراض ہی نہیں کیا بلکہ نہایت غیظ و غضب سے جو آپ کے چہرہ سے نمایاں تھا۔ فرمایا کیا چاہتے ہو علیؑ سے کیا چاہتے ہو علیؑ سے تین مرتبہ کہہ کر فرمایا کہ علیؑ مجھ سے ہیں اور میں علیؑ سے ہوں اور علیؑ ولی ہیں ہر مومن کے بعد میرے۔

تو کیا اب کوئی کہہ سکتا ہے کہ مدعی اسلام ہو کر وہ حضرتؐ کی ولایت سے خارج ہو سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔

مگر اس قدر تو ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ جن صحابہ کو حضرتؐ کی حیات میں اور ایسے ایسے فضائل و مناقب سنکر اور وہ کارہائے نمایاں دیکھ کر بھی جناب امیرؑ سے محبت نہ ہوئی اور دل اُن کا آتشکدہ حسد بنا رہا۔ بعد حضرتؐ کے انکی کیا حالت ہوگی۔

(۲) یہاں تک تو باہر کی سیر تھی۔ اب اندرون خانہ تشریف لائیے اور صحیح بخاری کی یہ حدیث بامزہ ملاحظہ فرمائیے پوری حدیث تو اصلاح ۱۳۲۲ھ جلد ۱۰ میں مرقوم ہو چکی ہے ملاحظہ ہو ص ۲۴۔

یہاں بقدر ضرورت لکھی جاتی ہے۔ کہتے ہیں عمر کہ میں نکل کر ام سلمہ کے پاس گیا جن سے قرابت بھی تھی۔ اُن سے بھی میں نے ایسا ہی کہا جیسا اپنی صاحبزادی حفصہ سے کر چکے تھے۔

فقالت ام سلمۃ عجباً لک یا ابن الخطاب دخلت فی کل شیءٍ حتی تبتغی ان تدخل بین رسول اللہ وازواجہ فاخذتنی واللہ اخذاً کسرتنی عن بعض ما کنت اجد۔

پس ام سلمہ نے کہا تعجب ہے تجھ سے اے پسر خطاب کہ ہر امر میں تو نے مداخلت کی یہانتک کہ اب چاہتا ہے کہ رسول اللہ اور حضرت کے ازواج میں بھی مداخلت کرے۔ حضرت عمر کہتے ہیں اللہ انھوں نے اس طرح مجھے پکڑا کہ بعض باتیں جو اپنے دل میں پاتا تھا اس سے شکستہ کر دیا۔ (صحیح بخاری ص ۱۷۰ جلد ۲ مطبوعہ مصر)

یہاں اسقدر اور سمجھ لینا چاہئیے کہ ازواج نبیؐ دو فرقہ پر منقسم تھیں ایک وہ جن کے باپ زندہ تھے اور صحابی رسولؐ کہلائے جن میں عائشہ، حفصہ۔ ام حبیبہ ایک پارٹی تھیں دوسری وہ جن کے باپ زندہ نہ تھے، حضرت ام سلمہ، صفیہ، زینب یہ کمزور پارٹی تھیں جنھیں اولاد رسولؐ سے ہمدردی تھی۔ مگر چونکہ بیرونی مددگار نہ رکھتی تھیں کمزور تھیں۔

حضرت عائشہ اور حفصہ کی زور آوری ایسی تھی کہ آج تک قرآن میں اس کا ذکر خیر موجود ہے:۔

ان تتوبا الی اللہ فقد صغت قلوبکما وان تظاھرا علیہ فان اللہ ھو مولیہ وجبرئیل وصالح المومنین والملئکۃ بعد ذلک ظہیر۔

اگر تم دونوں عورتیں اللہ کی طرف توبہ کرو تو یہ تمھارے لئے بہتر ہے کیونکہ تمھارے دل (نبی کی ایذا پر) جھک پڑے ہیں اور اگر تم دونوں (نبی کی ایذا پر) ایک دوسرے کی معاونت کروگی تو خدا اس کا مولا ہے اور جبرئیل۔ اور نیکوکار مومنین اور ملائکہ بعد اس کے مددگار ہیں جس سے معلوم ہوا ان دونوں عورتوں کا زور بڑھا ہوا تھا کہ خدا کو اپنی پوری قوت سے انکے مقابلہ میں صرف کرنی پڑی۔

یہاں آپ کو وہ سب واقعات خود یاد پڑ گئے ہوں گے۔ کہ لشکر اسامہ کی روانگی میں جو حکم تاکیدی حضرتؐ نے دیا تھا لعن اللہ من تخلف عن جیش اسامہ انھیں عورتوں کے ذریعے حضرتؐ کے حالات زیادتی مرض ان لوگوں کو معلوم ہوئے جس سے وہ اس موقع کے منتظر رہے ابوبکر کی پیشنمازی اسی بنیاد پر قائم ہوئی جبکہ وفیہ کے بے حضرتؐ نے جناب امیرؑ اور فضل بن عباس پر بکمال ضعف ونقاہت تکیہ کرکے باہر آنے کی تکلیف گوارا کی حضرتؐ اپنے حبیبؑ اپنے اخی کو بلاتے ہیں عائشہ اپنے باپ کو بلاتی ہیں حفصہ اپنے باپ کو اور ہر دفعہ حضرتؐ منھ چھپا لیتے ہیں آخر حضرت ام سلمہ نے کہا حضرت علیؑ کے سوا کون رسول اللہ کا بھائی یا حبیب ہے؟ جب آپ تشریف لائے تو رسول اللہؐ نے منھ کھول کر دیر تک باتیں کیں اور جو کہنا تھا۔ حضرتؐ نے وصیت نامہ لکھنا چاہا تو اہلبیتؑ چاہتے تھے کہ لکھا جائے اور عمر صاحب مانع رہے جس سے نہ لکھا جا سکا۔ ان سب واقعات سے پوری روشنی پڑتی ہے اصل مطلب پر۔

(۵) صحابہ کے یہ حالات ایسے نہ تھے کہ خود آں حضرتؐ اُن سے بے خبر ہوں۔ آپکا کام ہدایت کرنا تھا اس کو جہاں تک ہوا انجام دیا اور اپنے فرض کو پورا کیا۔ مگر حضرتؐ اس قانون کو نہیں توڑ سکتے تھے جس کو خود جاری کیا تھا کہ بلا حد و جرم سزا نہیں ہو سکتی۔ اسی لیے آپ نے اُن صحابہ کو بھی نہ قتل کیا جو خود حضرتؐ کی ہلاکت پر آمادہ تھے اور شب عقبہ آپ کو قتل کرنا چاہا۔

محقق دہلوی شیخ عبدالحق اسماء الرجال مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں:۔

قیل لحذیفۃ کیف عرفت امر المنافقین ولم یعرفہ ابوبکر ولا عمر قال انی کنت اسیر خلف رسول اللہؐ فنام علی راحلتہ فسمعت اناسا منھم یقولون لو طرحناہ عن راحلتہ فاندقت عنقہ فاسترحنا منہ فسرت بینھم وبینہ وجعلت ارفع صوتی فانتبہ فقال من ھذا قلت حذیفۃ قال من اولئک قلت فلان وفلان حتی عددت اسمائھم فقال منافقون لا تخبرن احدا وجاء عن نافع بن جبیر قال لم یخبر رسول اللہؐ باسماء المنافقین الذین صحبوا بہ لیلۃ العقبۃ غیر حذیفۃ وھم اثنا عشر رجلا۔ انتھی

یعنی کسی نے حذیفہ سے سوال کیا کہ تم کو نام منافقین کے کیونکر معلوم ہوئے حالانکہ ابوبکر و عمر تک نہیں جانتے تھے حذیفہ نے کہا شب عقبہ ہم سواری رسولؐ کے پیچھے پیچھے جاتے تھے حضرتؐ کو کچھ نیند آگئی تھی کہ ہم نے سنا کچھ لوگ کہتے ہیں کہ اگر ہم لوگ حضرتؐ کو اونٹ سے گرا دیں کہ گردن ٹوٹ جائے۔ تو ان کے ہاتھ سے خلاصی پائیں۔
حذیفہ کہتے ہیں کہ یہ سنکر ہم درمیان میں آگئے اور آواز بلند کیا حضرت بیدار ہو گئے پوچھا کون ہے میں نے عرض کیا میں ہوں حذیفہ۔ پھر پوچھا یہ کون لوگ ہیں میں نے سب کا نام بتایا۔ حضرتؐ نے فرمایا سب منافق ہیں کسی کو ان کا نام نہ بتانا۔ اور نافع سے منقول ہے کہ رسول خدا نے بجز حذیفہ کسی کو منافقین کے نام نہ بتائے وہ لوگ بارہ آدمی تھے۔

اسی کتاب میں ہے:۔

وکان عمر یسال حذیفۃ عن حدیث العقبۃ ویسالہ عن علامات النفاق ھل

اور عمر پوچھا کرتے تھے حذیفہ سے حدیث عقبہ کو اور یہ کہ کچھ علامات نفاق سے اُن میں پاتے

یری فیہ شیئاً منھا۔

ہیں۔

علامہ نور الدین علی بن ابراہیم حلبی انسان العیون میں لکھتے ہیں کہ لیلۃ العقبہ جس رات کو منافقین نے حضرتؐ کو ہلاک کرنا چاہا تھا، کی صبح کو اسید بن حضیر جو انصار سے تھے حاضر خدمت ہوئے عرض کی یا حضرتؐ شب کو کوچ کیوں موقوف رہا حالانکہ اس وادی سے چلنا سہل تھا بہ نسبت عقبہ کے۔ آپنے فرمایا تم جانتے ہو منافقین کا کیا ارادہ تھا بعدہ حضرتؐ نے سارا قصہ بیان کیا اسید نے عرض کیا یا حضرتؐ اب ہر قبیلے کے لوگ فروہ ہو چکے ہیں آپ حکم دیجئے کہ جو منافق جس قبیلہ کا تھا اس کو قتل کریں اور اگر مناسب ہو تو اُن کے نام بتلایئے قسم خدا کی ابھی اُنکے سر لاتا ہوں۔ حضرتؐ نے فرمایا میں اس سے کراہت کرتا ہوں کہ لوگ کہیں جن کی بدولت کفار سے جہاد کیا اور فتح و غلبہ پایا اب انھیں کو قتل کرتے ہیں اسید نے کہا یا رسول اللہ وہ آپکے اصحاب نہیں ہو سکتے حضرتؐ نے فرمایا کیا وہ ظاہر شہادتین نہیں کرتے بعدہ حضرتؐ نے اُنکو جمع کیا اور یہ حال کہہ سنایا سبھوں نے قسمیں کھائیں جس پر آیہ یحلفون باللہ ما قالوا نازل ہوا۔ تعجب ہے کہ اس قصہ میں خلیفۂ دوم کو حرارت نہیں آئی نہ جوش آیا حالانکہ ادنی ادنی بات پر دوسروں کی نیام سے تلوار نکل پڑتی قتل پر آمادہ ہو جاتے تھے۔

یہ ایک تاریخی واقعہ ہے جو تمام مشہور ہے جس سے آپکو یہ بھی معلوم ہوگا کہ جب خود حضرتؐ کے ساتھ یہ حالت تھی تو اہلبیتؑ رسولؐ کے ساتھ کیا ہوگا۔ مگر سب مسلمان ہیں اُن میں نہ کوئی کافر ہے نہ مشرک بلکہ وہی صحابہ ہیں جنھیں آئندہ چل کر خلافت بھی ملی اور اسلام کے مالک و مختار قرار پائے۔

(۶) شاہ ولی اللہ صاحب نے ازالۃ الخفا میں ایک خاص عنوان اسکے لئے مقرر کیا ہے کہ حضرتؐ نے کن کن صورتوں سے اپنا رنج و ملال صحابہ کے ان حالات پر ظاہر کیا ہے کہ اہلبیتؑ رسولؐ سے انکا کیا سلوک ہوگا۔

ازالۃ الخفا میں ہے:- باز آں حضرتؐ خبر داد نذکہ امت بر حضرت مرتضیٰ جمع نشود تا ملم خاطر مبارک خود تقریر فرمودندے۔

اخرج الحاکم عن علی قال ان مما عھد الی النبیؐ ان الامۃ ستغدر بی بعدہ واخرج الحاکم عن ابن عباس قال النبیؐ لعلی اما انک ستلقی بعدی جھداً قال فی سلامۃ من دینی قال فی سلامۃ من دینک واخرج ابو یعلی عن علی بن ابی طالبؑ قال بینما رسول اللہؐ اخذ بیدی ونحن نمشی فی بعض سکک المدینۃ اذا اتینا علی حدیقۃ فقلت یا رسول اللہ ما احسنھا من حدیقۃ قال لک فی الجنۃ احسن منھا حتی مررنا بسبع حدائق کل ذالک اقول احسنھا ویقول

حدیث اول حاکم نے جناب امیرؑ سے روایت کی ہے کہ فرمایا حضرتؐ نے جناب رسالتمآبؐ نے مجھے خبر دی ہے کہ یہ امت بعد میرے تم کو ترک کریگی اور چھوڑ دیگی

حدیث دوم۔ حاکم نے ابن عباس سے روایت کیا کہ حضرت رسولؐ نے جناب امیرؑ سے فرمایا کہ اے علیؑ قریب زمانہ ہے جو تم ہمارے بعد مشقت اور محنت میں مبتلا ہو جناب امیرؑ نے عرض کیا اُس وقت دین ہمارا سالم رہے گا فرمایا ہاں تمہارے دین کی سلامتی کے ساتھ یہ امور پیش آئیں گے۔

حدیث سوم ابو یعلی نے جناب امیرؑ سے روایت کی کہ ایکروز ہم ہمراہی رسولؐ مقبول کوچہ ہائے مدینہ میں سیر کرتے تھے کہ ایک باغ پر

لك فى الجنة احسن منها فلما خلا له الطريق
اعتنقنى ثم اجهش باكيا قال قلت يا رسول الله
ما يبكيك قال ضغائن فى صدور اقوام لا
يبدونها لك الا من بعدى قلت يا رسول الله
فى سلامة من دينى قال فى سلامة من دينك
واخرج احمد عن على حدثنا فى آخره وان
تؤمروا عليا ولا اراكم فاعلين تجدوه
هاديا مهديا ياخذ بكم الطريق المستقيم
واخرج الطبرانى عن جابر بن سمرة قال قال
رسول الله لعلى انك مؤمر مستخلف وانك
مقتول وان هذه مخضوبة من هذه يعنى
لحيته من راسه انتهى (ص ۱۲۵ ج اول)

گذر ہوا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا خوب باغ ہے۔ رسول نے فرمایا جنت میں اس سے بہتر تمہارے لئے باغ ہے یوں ہی سات باغ ملے ہر دفعہ میں نے انکی تعریف کی اور حضرت نے وہی جواب دیا جب آگے بڑھے اور راہ اغیار سے خالی ہوئی تو مجھ کو لپٹا کر میری طرف روتے ہوئے اور فرمایا ان لوگوں کے دلوں میں کینے ہیں جس کو ہمارے بعد تم سے ظاہر کرینگے میں نے عرض کی کہ اس وقت میرا دین تو سالم رہے گا فرمایا ہاں تمہارے دین کی سلامتی میں یہ امور واقع ہوں گے۔

حدیث چہارم فرمایا حضرت نے اگر تم لوگ علیؑ کو اپنا امیر اور سردار بناؤ تو تم انکو ہادی و مہدی پاؤگے کہ راہ مستقیم پر چلیگا مگر ہم خوب جانتے ہیں کہ تم اسکو امیر اپنا نہ بناؤگے۔

حدیث پنجم۔ فرمایا رسول اللہ نے کہ اے علیؑ تم ایک روز ضرور امیر اور خلیفہ ہوگے اور یہ ریش خون سے رنگی جائے گی۔ انتہی

ان حدیثوں کو اہل فہم بغور ملاحظہ فرمائیں کہ بقول شاہ ولی اللہ صاحب حضرتؐ نے اسکی خبر دی کہ صحابہ آپکی مخالفت کریں گے اور آپ کو اس بات سے ملال ہوا۔ تو کون مسلمان کہہ سکتا ہے کہ جن صحابہ نے حضرتؐ کو رنج دیا وہ مسلمان تھے۔

اس حدیث سے آپ کو یہ بھی معلوم ہوگا کہ صحابہ کس طرح حضرتؐ کو گھیرے رہتے کہ آپ اپنا درد دل بھی اپنے دلور سے ظاہر کرسکتے اس کے منتظر رہتے کہ کہیں موقع خالی ملے تو درد دل ظاہر کریں۔

اس حدیث میں اصل لفظ رسول سیغدر ہے کہ قریب ہے میری امت (صحابہ) غدر کریں جیسا کہ اب بھی قلمی نسخوں میں ازالۃ الخفاء کے موجود ہے مگر مطبع والوں نے اس میں تحریف کیا سیقذر بنایا جس کی غرض یہ ہے کہ الزام غدر صحابی سے رفع کریں مگر اب بدتر ہوگیا کیونکہ قذر شے گندہ کو کہتے ہیں جس کے معنے یہ ہوئے کہ صحابہ ہم سے نفرت کریں گے۔

(۷) رسول اللہ نے اس مضمون کو دوسرے لفظوں میں واضح کر دیا کہ یہ قریش بوجہ اپنی سرکشی و تمرد کے قابل قتل ہیں۔ جس کے لئے خداوند عالم جناب امیر کو ان پر مسلط کریگا اور وہ قتل کریں گے جیسا کہ اسی ازالۃ الخفاء میں ہے۔

وہم دریں سفر با مرتضیٰ معاملہ منتظر الخلافہ بجا آوردند۔

اخرج النسائى والحاكم واللفظ للنسائى
عن علىؓ رضى الله عنه قال جاء للنبىؐ اناس من
قريش فقالوا يا محمد انا جيرانك وحلفاءك
وان من عبيدنا قد اتوك ليس هو رغبة

یعنی حضرتؐ نے جناب امیرؑ سے اس سفر (جنگ طائف میں) وہ معاملہ کیا جو امیدوار خلافت سے کیا جاتا ہو کہ کچھ لوگ قریش سے آئے اور کہا یا حضرت یہ لوگ جو اہل طائف سے مسلمان ہوئے ہیں درحقیقت ان کو اسلام سے

من الدین ولا رغبة من الفقه وانما فروا من ضیاعنا واموالنا فارددهم الینا فقال لابی بکر ماتقول فقال صدقوا انهم لجیرانك وحلفائك فتغیر وجه النبیؐ ثم قال لعمر ماتقول قال صدقوا انهم لجیرانك وحلفائك فتغیر وجه النبیؐ ثم قال یا معشر قریش والله سیبعثن الله علیکم رجلاً قد امتحن الله قلبه للایمان وسیضربکم علی الدین او یضرب بعضکم قال ابوبکر انا هو یا رسول الله قال لا قال عمر انا هو یا رسول الله قال لا ولکن ذٰلك الذی یخصف النعل وقد کان اعطی علیاً نعله یخصفها۔

(صفحہ ۵۶ مقصد دوم)

مطلب نہ دین سے۔ صرف ہمارے اموال اور ضیاع سے فرار کر کے آئے ہیں ہم آپ کے حلیف اور ہمسایہ ہیں۔ حضرت نے ابوبکر سے پوچھا اُنھوں نے بھی کفار کی تصدیق کی جس سے حضرتؐ کا چہرہ متغیر ہوا پھر عمر سے پوچھا اُنھوں نے بھی ابوبکر کی موافقت کی جس سے پھر حضرتؐ کا چہرہ متغیر ہوا۔ اور فرمایا اے گروہ قریش (جس میں شیخین بھی داخل ہیں) قسم خدا کی تم پر خدا ایسے شخص کو مسلط کرے گا جس کے قلب کا اُس نے امتحان لیا ہے اور تم کو وہ دین پر مارے گا یا بعض کو مارے گا۔ کہا ابوبکر نے وہ میں ہوں یا رسول اللہ حضرتؐ نے فرمایا کہ نہیں۔ پھر عمر نے کہا کہ وہ میں ہوں۔ حضرتؐ نے فرمایا کہ نہیں۔ لیکن یہ صفت اُس شخص کی ہے جو پیوند لگاتا ہے نعل میں اور تحقیق دیا تھا علیؑ کو نعل اپنی کہ پیوند لگائیں اس میں۔

اس روایت نے: صرف قریش اور صحابہ کا اتفاق اور ان کا بمقابلہ رسول بتایا بلکہ یہ بھی اس سے ظاہر ہوا کہ قریش اور صحابہ اس درجہ باخود متفق تھے کہ رسولؐ کا چہرہ اُن کے اس اتفاق پر متغیر ہوتا اور یہ اپنی حرکت سے باز نہ آتے پھر یہ بھی معلوم ہوا کہ شیخین صفت امتحان قلب اور ضارب علی الدین ہونے سے مبرا تھے اور یہ صفت منحصر تھی جناب امیرالمومنین علیہ السلام میں اب مسلمانوں کو اختیار ہے وہ رسول اللہ پر ایمان لائیں یا رسولؐ کی تکذیب کر کے شیخین پر ایمان لائیں۔ ان روایات کے بعد نہ تو کچھ کہنے کی ضرورت ہے نہ لکھنے کی کہ حضرت نے بصراحت تمام فرمایا کہ صحابہ کے دلمیں تمہارے بغض اور کینہ بھرا ہوا ہے جسے وہ لوگ بعد ہمارے مرنے کے تم سے ظاہر کریں گے۔ یہ کہکر حضرتؐ کس طرح گلے مل کر روئے۔

اب آپ ہی فرمائیے اس بغض و عناد کا نتیجہ کیا ہوتا؟ وہی ہوا جو سب کے پیش نظر ہے کہ حضرت رسولؐ کے مرض ہی سے تیور لوگوں کے بدل گئے اور پہلا بغض جو نکالا گیا وہ خود رسولؐ اللہ کی نعش مطہر ہے کہ نہ کوئی غسال ہے نہ گورکن، نہ سقا، نہ خیاط، یہ تو سب سقیفہ کے دنگل میں ہیں۔ اگر جناب امیرؑ اس کی فکر نہ کرتے تو شاید رسول اللہ دفن ہی نہ ہوتے۔ کیونکہ جناب امیرؑ کے اس اہتمام پر بھی تیسرے روز دفن ہوئے۔

(۸) دفن رسول اللہ کی اہمیت اہل بیتؑ طاہرین کے نزدیک اس کلام سے ظاہر ہے جسے امام ابن قتیبہ دینوری اپنی کتاب الامامة والسیاسة مطبوعہ مصر صفحہ ۱۲ میں لکھتے ہیں:۔

فوقفت فاطمة رض علی بابها فقالت لا عهد لی بقوم حضروا اسوء محضر منکم ترکتم رسول الله جنازة بین ایدینا وقطعتم

پس کھڑی ہوئیں حضرت فاطمہؑ اپنے مکان کے دروازے پر اور کہا مجھے ہرگز ایسی قوم کا علم نہیں ہے جو تم سے بدتر محضر پر حاضر ہوئی ہو کہ چھوڑ دیا رسول اللہ کا جنازہ ہمارے

امرکم بینکم لم تستامرونا ولم تروا لنا حقاً۔ | سامنے اور اپنے امروں کا فیصلہ کر لیا یا خود ہا کہ نہ ہم سے مشورہ لیا نہ ہمارے حق کا خیال کیا۔

دیکھئے کس درد سے بضعۃ الرسول صحابہ سے شکایت کرتی ہیں کہ آج تک ہم کو تم سے بدتر کسی قوم کا حال نہیں معلوم جس نے یہ کام کیا ہو کہ رسولؐ کا جنازہ بے غسل وکفن ہمارے سامنے چھوڑ کر خلافت کے لئے چلے گئے۔ اگر حضرات اہلسنت کو کسی امت کا حال معلوم ہو جس نے ایسی بے عنوانی اپنے نبی کے ساتھ کی ہو تو براہ کرم تواریخ سے پتہ دیں۔

جناب سیدہ کا یہ کلام صحابہ سے اُس وقت ہوا کہ جناب امیرؑ کو بغرض بیعت گرفتار کرنے گئے تھے۔

(۹) اب صحابہ کی شکایت سنئے کہ وہ اس دفن رسولؐ کے متعلق کیا شکایت کرتے ہیں جس سے کمال ایمانداری اُن کی ظاہر ہو۔ روضۃ الاحباب میں ہے:۔

بشیر بن سعد انصاری گفت اے ابو الحسن ایں داعیہ کہ تو امروز ظاہر میکنی پیش ازیں اگر معلوم مردم شدے ہر آئینہ با تو مضائقہ ومنازعہ نمی کردند و یا تو بیعت می نمودند لیکن چوں در خانہ نشستی و در خلاء بر مردم بستی۔ ایشاں را گمان شد کہ او خلافت کنارہ میکنی و در دفع اعباء ایں امر از خود میکنی اکنوں کہ جماعت مسلماناں کسے دیگر را قبول کردہ اند بہ پیشوائی از پے در می آئی و خود را از دیگری تمائی علی مرتضیٰؑ فرمود اے بشیر تو روا میداری کہ من جسد اطہر و قالب انور سید عالم را غسل ناکردہ و تجہیز و تکفین او نمودہ و از دفن او فراغت حاصل نکردہ دم از طلب حکومت زدمے و با مردم در منازعت و خصومت شدے۔ ابوبکر صدیق چوں دید کہ کلمات علی بجملہ مستحکم و استوار و ہر یکے از نہا مقابل صد بلکہ ہزار کلمات از در رفق و مدارا در آمد و گفت اے ابو الحسن مرا گمان ایں بود ترا با من مضائقہ نباشد و اگر میدانستم کہ از بیعت با من تخلف خواہی کرد ہرگز ایں را قبول نمی کردم اکنوں کہ مردم اتفاق نمودہ اند اگر تو نیز با ایشاں اتفاق نمودی ظن مرا مطابق واقع ساختہ باشی و اگر حالا توقف کنی و خواہی کہ دریں تامل و تفکر نمائی ہیچ حرج نیست پس از مجلس برخواست متوجہ خانہ خویش گشت۔ انتہیٰ۔

اس عبارت سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ صحابہ نے جناب امیرؑ کے اس کو کہ آپ متوجہ غسل وکفن رسولؐ ہوئے اور تجہیز وتکفین رسولؐ کو سب امروں پر مقدم کیا اسکی دلیل قرار دیتے ہیں کہ آپ کو خلافت سے کوئی مطلب نہیں۔ ایسے ایماندار صحابہ کس نبی کو ملے ہیں اہل سنت بتائیں۔

افسوس کہ خیال اختصار مانع ہے جو میں یہاں زیادہ تفصیل سے کام لوں۔ مگر اس سے ہر شخص نے سمجھ لیا ہوگا کہ اہل بیت رسولؐ۔ اور صحابہ میں کس قسم کے تعلقات تھے کہ تجہیز وتکفین رسولؐ میں بھی نہ شریک ہوئے نہ اُس کو ضروری سمجھا۔

(۱۰) خود خلیفۂ اول بعد حصول خلافت کے بعد حضرت عباس سے سازش کرنے کے لئے کلام کرتے ہیں۔ اسی کتاب الامامۃ والسیاسۃ میں ہے کہ ابوبکر حضرت علیؑ کے پاس سے نکلے۔

ثم خرج فاتی المغیرۃ بن شعبۃ فقال | تو مغیرہ بن شعبہ کے یہاں گئے۔ اُس نے کہا اے
الرای یا ابا بکر ان تلقوا العباس فتجعلوا لہ فی | ابوبکر اگر عباس دعم رسولؐ سے ملاقات کرو اور کچھ حصہ اُن کا

فی هذا الامر نصیبًا یکون لهم ولعقبه وتکون
لکما الحجة علی علیؑ وبنی هاشم اذا کان العباس
معکم قال فانطلق ابوبکر وعمر وابوعبیده حتی دخلوا
علی العباس رضی الله عنه فحمد الله ابوبکر و
اثنی علیه ثم قال:- ان الله بعث محمدًا صلی
الله علیه وسلم نبیًا وللمومنین ولیًا فمنّ
الله تعالی بمقامه بین اظهرنا حتی اختار
له الله ما عنده فخلی علی الناس امرهم
لیختاروا لانفسهم فی مصلحتهم متفقین لا
مختلفین فاختارونی علیهم والیا ولامورهم
راعیا فما اخاف بحمد الله وهنا ولا حیرة
ولا جبنًا وما توفیقی الا بالله العلی العظیم
علیه توکلت والیه انیب وما زال یبلغنی
عن طاعن یطعن بخلاف ما اجتمعت علیه
عامة المسلمین و یتخذونکم لجافا فاحذروا
ان تکونوا جهد المتبع فاما دخلتم فیما دخل
فیه العامة او دفعتموهم عما مالوا الیه وقد
جئناك ونحن نرید ان نجعل لك فی هذا الامر
نصیبًا یکون لك ولعقبك من بعدك اذ
کنت عم رسول الله وان کان الناس قد
روا مکانك ومکان اصحابك فعدلوا الامر
عنکم علی رسلکم بنی عبد المطلب فان
رسول الله منا ومنکم ثم قال عمر ای
والله واخری انا لم نأتکم لحاجة منا الیکم
ولکنا کرهنا ان یکون الطعن منکم فیما اجتمع
علیه العامة فتتفاقم الخطب بکم وبهم
فانظروا لانفسکم ومکانتکم فتکلم العباس

بھی اس خلافت میں مقرر کرو جو اُن کے لیے نسلاً بعد نسلٍ قائم
رہے۔ تو اس ذریعے سے تم کو حضرت علیؑ اور تمام بنی ہاشم پر ایک
بڑی حجت ہوگی۔ کہ عباس تمھارے ساتھ ہیں۔ پس ابوبکر، عمر
ابوعبیدہ حضرتِ عباس کے یہاں گئے۔ ابوبکر نے بعد حمد و ثنا
بیان کیا کہ خدا نے محمدؐ کو نبی بنایا اور تمامی مومنین کا ولی۔ پھر
ان کے قیام کے بدولت درمیان ہم لوگوں کے احسان کیا
یہاں تک کہ خدا نے اُن کے لیے وہ اختیار کیا جو اُس کے
نزدیک تھا (یعنی انتقال فرمایا) پس چھوڑ دیا حضرتؐ نے آدمیوں
پر اُن کے امر کو کہ اختیار کریں اپنے نفسوں کے لیے مطابق اپنی
مصلحت کے اتفاق کرکے نہ بصورت اختلاف۔ پس لوگوں نے ہم کو
پسند کرکے والی بنایا اور امور کا نگہبان اور میں بحمد اللہ نہ ضعف
وحیرت سے خائف ہوں نہ جبن و نامردی سے اور نہیں ہے
توفیق میری مگر خدا علی عظیم سے ہم کو ہمیشہ خبریں پہونچتی ہیں
ان لوگوں سے جو طعن کرتے ہیں بخالفت اس کے کہ عامۂ مسلمین
نے اس پر اتفاق کیا ہے اور وہ لوگ تم کو سحاف بناتے ہیں
پس ڈرو اس سے کہ تم جہد منیع ہو یا تو تم بھی داخل ہو جاؤ
اس میں جس میں عامہ داخل ہیں۔ یا اُن لوگوں کو اپنے اس
سے دفع کرو اور ہم اس غرض سے آئے ہیں کہ تمھارے لیے
بھی ایک حصہ اس امر خلافت میں قرار دیں جو تمھارے لیے بھی
ہو اور تمھاری اولاد کے لیے بھی۔ کیونکہ تم عم رسول اللہ ہو۔
اگرچہ لوگوں نے تمھاری قدر و منزلت دیکھی ہے اور تمھارے
اصحاب کی مگر اس پر بھی پھیر دیا امر خلافت کو تم سے اپنی جگہ
پر رہو اے فرزندان عبد المطلب کہ رسول اللہ تم سے بھی ہیں
اور ہم سے بھی عمر نے کہا ہاں قسم خدا کی ہم کچھ اس وجہ سے
تمھارے پاس نہیں آئے ہیں کہ کسی امر میں تمھارے محتاج ہوں۔
مگر یہ مکروہ معلوم ہوتا ہے کہ تم لوگوں کی طرف سے طعن ہو اس بات
پر جس پر عامہ نے اجتماع کیا پس مشکل ہو امر تمھارے لیے بھی اور

فحمد الله واثنیٰ علیه ثم قال ان الله قد بعث محمداً کما زعمت نبیاً وللمومنین ولیاً فمن الله بمقامه بین اظهرنا حتیٰ اختار لهم ما عنده فخلی علی الناس امرهم لیختاروا لانفسهم مصیبین الحق لا مائلین عنه بزیغ هویٰ فان کنت برسول الله طلبت فحقنا اخذت وان کان هذا الامر انما یجب لک بالمومنین نحن متقدمون فیهم وان کان هذا الامر انما یجب لک بالمومنین فما وجب اذ کنا کارهین فاما ما بذلت لنا فان یکون حقالک فلا حاجة لنا فیه وان یکن حقا للمومنین فلیس لک ان تحکم علیهم وان کان حقنا لم نرض عنک فیه ببعض دون بعض واما قولک ان رسول الله منا ومنکم فانه کان من شجرة نحن اغصانها وانتم جیرانها۔ (ص ۲۹ مطبوعہ مصر)

انکے لیے بھی پس غور کرو اپنے نفسوں کے لیے اور عامہ کے لیے پس کلام کیا عباس نے اور بعد حمد وثنا کہا کہ بیشک خدا نے محمدؐ کو نبی معبوث کیا جیسا کہ تو نے بھی اپنا گمان ظاہر کیا ہے اور مومنین کے لیے حضرتؐ کو ولی بنایا اور جب تک قیام رہا یہ بھی خدا کا احسان تھا پھر خدا نے اُنکے لیے وہ اختیار کیا جو اُس کے نزدیک تھا پس حضرتؐ نے چھوڑ دیا آدمیوں کے لیے اُنکے امر کو کہ اختیار کریں اپنے نفسوں کے لیے درحالیکہ مصیب ہوں حق کے لیے نہ کہ مائل ہوں اُس سے اپنی خواہش کے مطابق پس اگر تم نے بذریعہ رسولؐ اس خلافت کو لیا ہے تو ہمارا حق لیا۔ اور اگر بوجہ مومنین تیرے لیے واجب ہوا تو ہم سب سے مقدم ہیں (تو ہم پر تم کو تقدم کیونکر ہو سکتا ہے) اور اگر بذریعہ مومنین تمھارے لیے واجب ہوا تو کیونکر واجب ہوا جب ہم اس سے کراہت کرنے والے ہیں۔ رہا وہ عطیہ جو ہم کو تم دیتے ہو پس اگر وہ حق تمھارا ہے تو ہم کو اُسکی حاجت نہیں اور اگر وہ حق مومنین ہے تو تم کو کوئی حق نہیں کہ اُن پر حکومت کرو۔ اور اگر وہ حق ہمارا ہے تو ہم اس پر راضی نہیں کہ بعض لیں اور بعض نہ لیں۔ رہا تمھارا یہ قول کہ رسول اللہ ہم سے بھی ہیں اور تم سے بھی۔ پس بیشک وہ ایسے شجر سے تھے جس کی شاخیں ہم لوگ ہیں اور تم لوگ اس کے ہمسایہ سے ہو۔

اس کلام میں خلیفہ صاحب نے صحابہ کی حالت کا پورا نقشہ کھینچا ہے کہ اگرچہ انھوں نے حضرت عباس اور جناب امیرؑ کی قدر و منزلت کو پیش خدا و رسولؐ ملاحظہ کیا تھا۔ مگر خلافت کو اُن سے پھیر دیا۔

اور حضرت عباس نے بھی اُسکے جواب میں پوری قلعی کھول دی کہ اگر بذریعۂ رسولؐ لیا تو ہمارا حق غصب کیا اور اگر بذریعۂ مومنین لیا تو باوصف ہماری کراہت کے کیونکر جائز ہوا اور جو تم دیتے ہو اگر وہ مال تمھارا ہے تو ہم کو حاجت نہیں اگر آل مومنین ہے تو تم کو حکومت کا کوئی حق نہیں اور اگر ہمارا مال ہے تو کم کیوں لیں اور کیوں نہ لیں کیا اسکے بعد بھی کوئی کہہ سکتا ہے کہ آل و اصحاب میں صفائی تھی اور کسی قسم کا اتفاق تھا اور کیا باوصف مخالفت وہ صحابہ مسلمان رہ سکتے ہیں۔

(۱۱) خلیفہ دوم فرماتے ہیں جیسا کہ کتاب المحاضرات امام راغب اصفہانی میں ہے:۔

عن ابن عباس قال کنت اسیر مع عمر بن الخطاب فی لیلة وعمر علی بغلة وانا

ابن عباس کہتے ہیں کہ میں ایک رات کو عمر کے ساتھ سیر کر رہا تھا وہ خچر پر تھے اور میں گھوڑے پر کہ ایک آیت پڑھی

علی فرس فقرا ایتہ فیھا ۔ ذکر علیؑ بن ابیطالبؑ
فقال اما واللہ یا بنی عبد المطلب کان
علی فیکم اولی بھذا الامر منی ومن ابی بکر فقلت
فی نفسی لا اقالنی اللہ ان قلت انت تقول
ذالک یا امیر المومنین وانت وصاحبک
اللذان [illegible] ما وانتزعتما منا دون
الناس فقال الیکم یا بنی عبد المطلب
اما انکم اصحاب عمر بن الخطاب فتاخرت
وتقدم ھنیئۃ فقال سر لا سرت فقال اعد علی
کلامک فقلت انما ذکرت شیئا ورددت
علیک جوابہ ولو سکت لسکتنا فقال اما
واللہ ما فعلنا الذی فعلنا عن عداوۃ ولکن
استصغرناہ وخشینا ان لا یجتمع علیہ العرب
وقریش موا ترہ قال فاردت ان اقول کان
رسول اللہ یبعثہ فی الکتیبۃ فینطح کبشھا
ولم یستصغرہ فتستصغرہ انت وصاحبک
فقال لاجرم فکیف تری واللہ ما نقطع امرا
دونہ ولا نعمل شیئا حتی نستاذنہ
کما فی استقصاء الافحام ص۲۱۹)

اور یہی روایت کتاب الموفقیات زبیر بن بکار میں
اس طرح ہے کما فی الاستقصا ص۴۶۲

عن عبد اللہ بن عباس قال انی لاماشی
عمر بن الخطاب فی سکۃ من [illegible] المدینۃ اذ
قال لی یا ابن عباس ما اری صاحبک الا مظلوما
فقلت فی نفسی واللہ ما یسبقنی بھا فقلت
یا امیر المومنین فاردد الیہ ظلامتہ فانتزع
یدہ من یدی ومضی یھمھم ساعۃ ثم

جس میں حضرت علیؑ کا ذکر تھا کہا اے فرزندِ عبد المطلب
قسم خدا کی علیؑ تم لوگوں میں اس خلافت کے لیے ہم سے بھی
بہتر تھے اور ابوبکر سے بھی۔ میں نے اپنے دل میں کہا میں اس کا
جواب ہرگز کروں آخدا ہم سے نہ درگزر کرے میں نے کہا
آپ ایسا کہتے ہیں یا امیر المومنین حالانکہ آپ اور آپ کے
صاحب ہی وہ دو شخص تھے جو اس موقع پر کھڑے اور انکے
حق کو چھین کیا اور کوئی تو اس کا باعث نہیں ہوا۔ کہا
عمر نے دور ہو جاؤ اے فرزندانِ عبد المطلب تمہیں معلوم ہونا
چاہیئے کہ تم اصحاب عمر سے ہو۔ ابن عباس کہتے ہیں کہ میں ذرا
شرکچھ پیچھے ہٹا اور وہ کچھ دیر کے لیے آگے بڑھ گئے۔ پھر کہا
کہ تم جاؤ ہم نہ جائینگے پھر کہا اپنے کلام کا مجھ سے اعادہ
کرو میں نے کہا تم نے ایک بات کہی تھی اسکا جواب دیا اگر
تم سکوت کروگے تو ہم بھی سکوت کر جائیں گے۔ عمر نے کہا کہ
واللہ ہمنے یہ کام عداوت سے نہیں کیا۔ مگر کمسن جانا انہیں
اور ڈرے اس سے کہ عرب اُن پر نہ مجتمع ہوں حالانکہ قریش
اُن سے علیحدہ رہنے والے ہونگے۔ کہا ابن عباس نے کہ میں نے
چاہا کہوں کہ رسول اللہ تو انکو تنہا بھیجتے تھے اور حضرت سب کو
بچھاڑ دیتے حضرت نے کبھی نہ انکو صغیر جانا۔ اب تم اور تمہارے
صاحب انکو صغیر جانتے ہو؟ کہا ہاں۔ پھر دیکھتے ہو کہ کسطرح
ہم انکے مشورے کے بغیر کوئی امر نہیں کرتے ہیں ورنہ کوئی کام بغیر ان کے
اذن کے کرتے ہیں دوسری روایت میں یہ ہے کہ عمر صاحب نے
کہا ابن عباس سے کہ میں دیکھتا ہوں کہ تمہارے صاحب
(علی ابن ابی طالبؑ) مظلوم ہیں ابن عباس کہتے ہیں میں نے
اپنے دل میں کہا ہم پر کوئی اُنکے جواب میں سبقت نہ کر سکا
کہا کہ یا امیر المومنین پھر پھیر دیجیے اُسے جس سے اُن پر ظلم
ہوا۔ بس کھینچ لیا میرے ہاتھ سے اپنا ہاتھ اور ہمہمہ کرتے ہوئے
چلے گئے پھر ٹھہرے کہ میں بھی پہونچ گیا تو کہا اے ابن عباس

وقف فلحقته فقال یا ابن عباس ما اظنهم
منعهم الا انهم استصغروا سنه فقلت
فی نفسی ھذا اشر من الاولی فقلت واللہ
ما استصغرہ اللہ و رسولہ حین امرہ
ان یاخذ برائۃ من صاحبك فاعرض
عنی واسرع فرجعت عنہ۔

میں جہاں تک گمان کرتا ہوں قوم نے انکو صغیر السن جانا
میں نے اپنے دل میں کہا کہ یہ تو پہلے سے بھی بدتر ہوا۔ پس کہا
میں نے واللہ کہ خدا اور رسول نے تو انکو کمسن نہ جانا جس وقت
انھیں حکم دیا کہ تمھارے صاحب سے سورۂ برات لے لیں۔ یہ
سُنکر منھ پھیر لیا اور جلدی سے واپس چلے گئے۔ میں
بھی واپس آیا۔

ان دونوں روایتوں سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ اہلبیت طاہرین اور صحابہ میں کیسے تعلقات تھے کہ خود عمر صاحب اقرار کرتے ہیں کہ میں حضرت علیؑ کو مظلوم پاتا ہوں اور یہ بھی کہتے تھے کہ قوم نے انکو کمسن سمجھ کر یہ کام کیا اور اسی وجہ سے ہم بغیر انکے اذن و مشورہ کے کوئی کام نہیں کرتے اور ابن عباس جو خاندان رسالت سے ہیں جواب دے رہے ہیں کہ رسولؐ انکو کیسے کیسے معرکوں میں بھیجتے اور وہ سر کرتے خدا و رسولؐ نے تو انکو اُس وقت کمسن نہ جانا جس وقت ابوبکر صاحب سے سورۂ برائت لینے کا حکم دیا اور تم لوگ انکو کمسن کہہ رہے ہو۔؟

میں اس تقریر کو خلیفۂ دوم کی اس تقریر پر ختم کرتا ہوں جسے علامۂ ابن اثیر جزری نے تاریخ کامل میں لکھا ہے:۔

(۱۲) فقال (عمر) یا ابن عباس اتدری ما منع قومکم منکم بعد محمد فکرھت ان اجیبہ فقلت ان لم اکن ادری فان امیر المومنین یدرینی فقال عمر کرھوا ان یجمعوا لکم النبوۃ والخلافۃ فتبجحوا علی قومکم بجحا بجحا فاختارت قریش لانفسھا فاصابت و وفقت فقلت یا امیر المومنین ان تاذن لی فی الکلام ... عنی الغضب تکلمت قال تکلم قلت اما قولك یا امیر المومنین اختارت قریش لانفسھا فاصابت و وفقت فلو ان قریشا اختارت لانفسھا حین اختار اللہ لھا لکان الصواب بیدھا غیر مردود ولا محسود واما قولك انھم ابوا ان تکون لنا النبوۃ والخلافۃ فان اللہ عزوجل وصف قوما بالکراھۃ فقال ذلك بانھم کرھوا ما انزل اللہ فاحبط اعمالھم فقال عمر ھیھات واللہ یا ابن عباس قد کانت تبلغنی عنك اشیاء کنت اکرہ ان اقرك علیك فتزیل منزلتك منی فقلت ماھی یا امیر المومنین فان کانت حقا فما ینبغی ان تزیل منزلتی منك وان کانت باطلا فمثلی اماط الباطل عن نفسہ فقال عمر بلغنی انك تقول انما صرفوھا عنا حسدا وبغیا وظلما فقلت ما قولك یا امیر المومنین ظلما فقد تبین للجاھل والحلیم واما قولك حسدا فان آدم حسد ونحن ولدہ المحسودون

فقال عمر هیهات هیهات ابت واللہ قلوبکم یا بنی هاشم الا حسدا لایزول
فقلت مهلاً یا امیر المومنین لا تصف قلوب قوم اذهب اللہ عنهم الرجس
وطهّرهم تطهیراً عن الحسد والغش فان قلب رسول اللہ من قلوب بنی هاشم
فقال عمر الیك عنّی یا ابن عباس فقلت افعل فلما ذهبت اقوم استحیی منّی
فقال یا ابن عباس مكانك فواللہ انی لراع لحقك محب لما سرك فقلت یا امیر المومنین
انّ لی علیك حقاً وعلی كل مسلم فمن حفظه اصاب ومن اضاعه فخطاه اخطا
ثم قام فمضی۔ (تاریخ کامل جلد ۳ ص ۲۵ مطبوعہ مصر)

کہا عمر نے کہ اے ابن عباس کچھ جانتے ہو تمھاری قوم نے تم لوگوں کو کیوں محروم کیا؟ ابن عباس کو جواب نہ دینا بکروہ معلوم ہوا کہا اگر ہم نہیں جانتے تو امیر المومنین بتلا دیں گے (اشارہ ہے طرف عمر کے)

عمر: ۔ تمھاری قوم نے نہ چاہا کہ نبوت وخلافت دونوں تمھارے خاندان میں رہیں جس سے تم اپنی قوم پر فخر ومباہات کرو (مگر جس لب ولہجہ سے خلیفہ نے ان الفاظ کا استعمال کیا ہے اس کا مطلب اُردو زبان میں پوری طرح سے ادا نہیں ہو سکتا جن لوگوں کو عربی سے موانست ہے وہ اسکا مطلب سمجھیں گے۔)

لہٰذا قریش نے خلافت کو اپنے ہاتھ میں لیا اور اپنی طرف سے خلیفہ بنایا اس کارروائی میں قریش صواب پر رہیں اور نیک توفیق پائی۔

ابن عباس: ۔ اے امیر المومنین اگر اجازت کلام کی دیجیے اور غصہ کو دور کر ڈالیے تو کچھ میں بھی کہوں۔

عمر: ۔ کہو۔

ابن عباس: ۔ امیر المومنین کا یہ کہنا کہ قریش نے خلافت اپنے ہاتھ میں لے لی۔ اور باختیار خود خلیفہ مقرر کرنے میں نیک توفیق پائی اور اچھا کیا۔ اگر مطابق حکم واختیار خدا ایسا کرتے تو بیشک صواب اُن کے ہاتھ لگتا اور نہ کوئی اُن پر رد کرتا اور نہ کوئی اُن سے حسد کرتا۔ باقی یہ کہ قریش نے ہم میں نبوت وخلافت کے جمع ہونے سے کراہت کی تو خدا ایک قوم کی کراہت کے بارے میں کہتا ہے (ترجمہ آیہ) اور یہ بسبب اسکے ہے کہ انھوں نے کراہت کی اُس چیز سے جس کو نازل کیا خدا نے پس حبط کر دیا خدا نے اُن کے اعمال کو الآیہ (اس آیت کی تلاوت اس مقام پر نہایت ہی قابل غور ہے)۔

عمر: ۔ ہیہات ہیہات افسوس یعنی نہایت فسوس مجھ کو تمھاری بابت بہت سی باتوں کی خبریں پہونچتی تھیں جن کو اس وجہ سے تم سے نہ پوچھا کہ اُنکے اقرار سے تمھارا مرتبہ میرے نزدیک زائل ہو جائے گا۔ (جس سے معلوم ہوا کہ خلیفہ باوصف علم ان امور کے کہ یہ لوگ ایسا سمجھتے ہیں از راہ ظاہرداری تعظیم واحترام کرتے تھے۔ یہی تقیہ نفاق ہے)

ابن عباس: ۔ وہ کونسی باتیں ہیں اے امیر المومنین اگر حق ہیں تو ضرور میری منزلت گھٹنی چاہیئے اور اگر باطل خبریں پہونچتی ہیں تو میں اپنی برأت ثابت کروں گا۔

عمر۔ میں نے سنا ہے کہ تم کہتے ہو خلافت ہم لوگوں سے ازراہ حسد و بغاوت و ظلم چھینی گئی۔

ابن عباس۔ ظلم کا حال تو جاہل و حلیم سب کو معلوم ہے باقی رہا حسد پس حضرت آدمؑ سے حسد کیا گیا۔ (یعنی شیطان کس نے انکا حسد کیا) اور ہم لوگ انھیں کی اولاد سے ہیں اور ہم سے بھی لوگ حسد رکھتے ہیں۔

عمر۔ ہیہات ہیہات اے ابن عباس واللہ تم بنی ہاشم کے دل نے بجز حسد کے ہر باتوں سے انکار کیا (یعنی بنی ہاشم کے دل میں محض حسد بھرا ہے۔

ابن عباس۔ بس بس اے امیر المومنین جس قوم کے دلوں کی تعریف خدا نے اذھب عنہم الرجس وطھرھم تطھیرًا سے فرمائی ہے (نکال دیا خدا نے اُن سے رجس ناپاکیزگی کو اور پاک کیا پورے طور پر) حسد اور کھوٹے پنے سے انکی طرف حسد اور غش کی نسبت نہ کرو کہ حضرت رسولؐ کا دل بھی انھیں بنی ہاشم سے ہے وہ نبی کب مانتے تھے)

عمر۔ تم میرے سامنے سے ہٹ جاؤ۔

ابن عباس۔ ایسا ہی کروں گا جب اٹھنے لگے تو عمر شرمائے اور کہا اے ابن عباس ٹھہر جاؤ قسم بخدا میں تمھارے حقوق کی رعایت کرتا ہوں اور تمھاری خوشی کو دوست رکھتا ہوں، ابن عباس نے کہا اے امیر المومنین ضرور میرا حق تم پر ہے اور ہر مسلمان پر جس نے اُسکی حفاظت کی وہ اپنے نصیب کو پہونچا اور جس نے ضائع کیا اُسنے اپنا نصیب کھویا بعد اس کے ابن عباس اُٹھ کر چلے گئے۔ (تاریخ کامل ص ۲۱ جلد ۳ مصر)

یہ تقریر جو [illegible] اور خلیفۂ دوم کی آگئی تو کسی ایسے موقع پر جہاں کسی ملکی مالی امر کی بحث ہو نہ خلافت کی حقیقت وغیرہ پر بلکہ ایک قطعہ شعر کی تعریف پر یہ سارا قصہ چھڑ گیا جس کا اصلی واقعہ یہ ہے کہ عمر ابن خطاب اپنے احباب کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کچھ شعر و شاعری کا تذکرہ کر رہے تھے کہ فلاں زیادہ شاعر ہے فلاں خوب کہتا ہے اس پر ابن عباس آگئے عمر نے کہا بڑا جاننے والا شاعروں کا آگیا۔ پوچھا کہ سب شاعروں سے بڑھ کر کون شاعر گذرا ہے ابن عباس نے کہا زہیر بن ابی سلمیٰ عمر نے کہا کچھ اُس کے اشعار پڑھو ابن عباس نے یہ اشعار پڑھے:۔

لو کان یقعد فوق الشمس من کرم ۔۔۔ قوم باولھم او مجدھم قعدوا

قوم ابوھم سنان حین تنسبھم ۔۔۔ طابوا وطاب من من الاولاد ما ولدوا

انس اذا السواجن اذا فزعوا ۔۔۔ اما زرون بھالیل اذا احشدوا

محسدون علی ما کان من نعم ۔۔۔ لا ینزع اللہ عنھم ما لہ حسدوا

اگر بیٹھ سکے آفتاب پر ازروے کرم کے کوئی قوم تو بسبب اپنی پہلی بزرگی اور مجد کے بیٹھے گی۔ وہ قوم کہ باپ اُن کا سنان ہے جس وقت نسب اُن کا بیان ہو۔ پاکیزہ ہیں وہ اور پاک ہے اولاد انکی جو انسے پیدا ہوئی آدمی ہیں جب وقت امن ہو۔ جن ہیں جب وقت خوف ہو۔ قوی دل ہیں اور ہنسنے والے ہیں جبکہ مجتمع ہوں۔ حسد کرتے ہیں لوگ انکی نعمتوں کا خدا نہ زائل کرے ان سے وہ چیز جسکے سبب سے وہ محسود ہیں۔

عمر نے بھی ان اشعار کی تعریف کی اور کہا خدا کی قسم جہاں تک میں جانتا ہوں ان اشعار کا مصداق اولیٰ بجز

اس قبیلہ بنی ہاشم کے دوسرا کوئی نہیں ہو سکتا بسبب فضل و قرابت رسول کے ابن عباس نے کہا اس سمجھ میں تم نے توفیق پائی اور ہمیشہ توفیق پاتے رہے اس پر عمر نے وہ تقریر کی جو مذکور ہوئی ص ۲۲

ایک دوسرا واقعہ مؤید اس کا تاریخ مروج الذہب علامہ مسعودی میں ہے:۔

وذکر عبد اللہ بن عباس ان عمر ارسل الیہ فقال یا ابن العباس ان عامل حمص ھلک وکان من اھل الخیر واھل الخیر قلیل وقد رجوت ان تکون منھم وفی نفسی منک شئ لم ارہ منک واعیانی ذالک فما رایک فی العمل قال لن اعمل حتی تخبرنی بالذی فی نفسک قال وما ترید الی ذالک قال اریدہ فان کان شئ اخاف منہ علی نفسی خشیت منہ علیھا الذی خشیت وان کنت بریا من مثلہ علمت انی لست من اھلہ فقبلت عملک ھنالک فانی قلما رایت او ظننت شیئًا الا عاینتہ فقال یا ابن عباس انی خشیت ان یاتی علی الذی ھو ات وانت فی عملک فتقول ھلم الیکم دون غیرکم (مروج الذہب برحاشیہ تاریخ کامل ج ۵ ص ۱۳۵)

عمر نے ابن عباس سے کہا کہ حمص کا حاکم مر گیا اور وہ اہل خیر سے تھا اور اہل خیر ہمیشہ کم ہوتے ہیں ہم امید کرتے ہیں کہ تم بھی اہل خیر سے ہو مگر ہم کو تمہاری طرف سے ایک کھٹکا ہے جس کو تم سے دیکھا نہیں اور اس نے ہم کو تھکا دیا ہے تو تمہاری رائے کیا ہے وہاں کا عمل قبول کرو گے؟ ابن عباس نے کہا جب تک تم اس خلش کو نہ بیان کرو گے اس منصب کو قبول نہ کرونگا عمر تمہیں اس بات سے کیا غرض۔

(ابن عباس) غرض ہے اگر وہ بات وہی ہے جس کا خوف ہم کو اپنے نفس سے ہے تو بیشک اس سے خوف کرنا چاہیے اور اگر جس کا خوف ہم کو ہے وہ نہیں ہے کوئی دوسری بات ہے جس سے ہم مبرا ہیں تو بیشک تمہارے حکم کو قبول کریں گے کیونکہ میں کمتر کسی بات کو دیکھتا یا گمان کرتا ہوں مگر یہ کہ اس کا مشاہدہ کر لیتا ہوں۔

(عمر) وہ بات یہ ہو کہ مجھ کو اس کا خوف ہو کہ اگر کہیں اجل معین اس زمانہ میں آگئی کہ تم ہماری طرف سے عامل ہو تو ضرور تم لوگوں کو اپنی طرف کھینچو گے کہ آؤ ہماری طرف اور نہ جائیں گے تم لوگوں کی طرف سوائے تم لوگوں کے۔

(دیکھو مروج الذہب ص ۱۳۵)

(۱۴) اب میں اس تمہید کو اس عبارت پر ختم کرتا ہوں کہ علامہ مسعودی مروج الذہب میں لکھتے ہیں:۔

وقام المقداد فقال ما رایت مثل ما اوذی بہ اھل ھذا البیت بعد نبیھم فقال عبد الرحمن بن عوف ما انت وذالک یا مقداد فقال واللہ انی لاحبھم بحب رسول اللہ وان الحق معھم وفیھم یا عبد الرحمن اعجب من قریش وانت تطوھم علی الناس

حضرت مقداد نے کھڑے ہو کر کہا جیسی ایذا اہلبیت رسالت کو بعد رسول اللہ کے پہونچائی گئی کوئی ایسی ایذا میں نہیں مبتلا ہوا عبد الرحمن بن عوف نے کہا اے مقداد تم کو ان باتوں میں کیا دخل ہے مقداد نے کہا واللہ ہم انکو بسبب محبت رسول اللہ دوست رکھتے ہیں یہ لوگ حق کے ساتھ ہیں اور حق انہیں میں ہے اے عبد الرحمن

اھل ھذا البیت قد اجتمعوا علی نزع سلطان رسول اللہ بعدہ من ایدیھم اما وایم اللہ یا عبدالرحمٰن لواجد علی قریش انصار القاتلتھم قتالی ایاھم مع رسول اللہ۔ (مروج الذہب ص۱۶۶ برحاشیہ تاریخ کامل ج ۵)

تعجب ہے قریش سے کہ تو اوروں کو غلبہ دے رہا ہے خاندان رسالت پر اور تم لوگوں نے اتفاق کر لیا ہے کہ سلطنت رسول اللہ کو بعد آں حضرت کے اہلبیت سے نکال لو۔ اے عبدالرحمٰن قسم خدا کی اگر مجھ کو انصار و مددگار ملتے تو میں قریش سے پھر ویسا ہی جہاد کرتا جیسا رسول اللہ کے ہمراہی میں ان سے جہاد کیا تھا (یہ کلام وقت بیعت عثمان کا ہے)

یہ چند واقعات جزئیہ ہیں جن سے اہل فہم سمجھ سکتے ہیں کہ صحابہ کو اہلبیت رسول سے کس قسم کی معاندت تھی کہ خود رسول اللہ نے اس پر گریہ و بکا کیا ہے اور جناب امیرؑ سے گلے لگ کر روئے ہیں کہ ان لوگوں کے دلوں میں تم سے کینے ہیں جسے بعد وفات میرے ظاہر کریں گے حضرت عباس عم رسول اللہ۔ اور ابن عباس نے اسکی شکایتیں کی ہیں کہ اہلبیت رسول سے یہ سب منحرف ہیں جناب سیدۃ النساء بضعۃ الرسول نے اس پر نوحہ و زاری فرمائی ہے کہ یہ قوم بدترین اقوام ہے جس نے وہ کام کئے جو آج تک کسی امت سے نہ ہوئے۔ خود عمر صاحب نے اقرار کیا کہ جناب امیرؑ مظلوم ہیں اور حضرت مقداد نے کہا جو خود ایک اعلیٰ درجے کے صحابی ہیں کہ اگر مجھے اعوان و انصار ملتے تو میں ان قریش سے اس طرح جہاد کرتا جس طرح عہد رسول میں اُن سے جہاد کیا تھا تو اب کس کو تامل ہو سکتا ہے کہ واقعہ کربلا انھیں مخالفوں کا نتیجہ تھا جس سے فرزند رسول اس بیکسی اور ظلم سے شہید کیا گیا اور یہی وجہ ہے کہ امام غزالی نے اسکی ممانعت کی کہ ذکر شہادت جناب امام حسن اور امام حسین علیہما السلام نہ کرنا چاہئیے کہ موجب ہیجان بغض صحابہ ہوتا ہے۔

شہادت جناب امام حسینؑ اور صحابہ کی ایمانداری

اب میں اصل مطلب پر آتا ہوں کہ واقعہ شہادت جناب امام حسین علیہ السلام میں صحابہ نے اپنے اسلام اور ایمان کا کیا ثبوت دیا ہے اور پھر اس ترک رفاقت کا نتیجہ کیا ملا۔ کیونکہ اس کے بعد اس ذلت کی موت سے وہ صحابہ مرے گئے کہ دنیا میں کوئی اُنکے نام کا رونے والا نہ رہا۔ اور میں جہاں تک جانتا ہوں جو حالات آج اصلاح کی بدولت ظاہر ہو رہے ہیں بڑے بڑے علمائے فریقین بھی اس سے ناواقف ہوں گے۔

اگر ان حالات پر ذرہ برابر بھی غور کیا جاوے تو معلوم ہو کہ جو روش صحابہ نے اہلبیت اطہار کے ساتھ بعد رسول اللہ اختیار کی تھی اُس کا لازمی نتیجہ یہی نہ تھا کہ خاندان رسالت تباہ و برباد ہو جسکا اثر باطنی موت اسلام ہے۔ بلکہ یہ بھی ضروری تھا کہ وہ صحابہ جو باقی تھے اور اُنکی اولاد ایسی ذلت اور مصیبت میں مبتلا ہوں کہ دنیا کو معلوم ہو جائے ترک حق کا یہی نتیجہ ہے اور یہی ہونا چاہیئے۔

اس میں کسی مورخ کو اختلاف نہیں کہ معاویہ نے اپنی زندگی ہی میں اس کی کوشش کی تھی کہ اُس کا فرزند بیٹا یزید خلیفہ بنایا جائے جس کے نسبت علامۂ سیوطی تاریخ الخلفاء میں لکھتے ہیں:۔

قال الحسن البصری افسد امرالناس اثنان۔ عمرو بن العاص یوم اشار علی معاویہ

کہا حسن بصری نے مسلمانوں کے امر کو دو شخصوں نے فاسد کیا ایک تو عمرو عاص (صحابی) جس نے معاویہ کو مشورہ

برفع المصاحف فحملت وقال ابن الفراء فحكم الخوارج فلا يزال هذا التحكيم الى يوم القيمة والمغيرة بن شعبة فانه كان عامل معاوية على الكوفة فكتب اليه معاوية اذا قرات كتابي فاقبل معزولا فابطاء عنه فلما ورد عليه قال ما ابطأبك قال امر كنت اوطيه واهيئه قال وما هو قال البيعة ليزيد من بعدك قال اوقد فعلت قال نعم قال ارجع الى عملك فلما خرج قال له اصحابه ما وراءك قال وضعت رجل معاوية فى غرز غى لا يزال فيه الى يوم القيمة قال الحسن فمن اجل ذلك بايع هولاء لابناءهم ولولا ذلك لكان شورى الى يوم القيمة (صفحہ ۔۱۷ مطبوعہ مجتبائی دہلی)

دیا تھا جنگ صفین میں کہ مصحف نیزوں پر لٹکائے جائیں اور وہ بلند کیے گئے۔ کہا ابن فراء نے خوارج کا مسئلہ تحکیم اسی کی بدولت پیدا ہوا جو قیامت تک رہے گا۔

دوسرے مغیرہ بن شعبہ (صحابی دوست خلیفہ دوم) جو معاویہ کی طرف سے عامل کوفہ تھا۔ معاویہ نے اس کو معزول کیا اور لکھا کہ تو حکومت کوفہ سے معزول ہو کر میرے پاس چلا آ۔ مغیرہ نے کچھ دیر لگائی اور بعد اس کے معاویہ کے پاس گیا تو معاویہ نے پوچھا کیوں دیر لگائی اس نے کہا میں ایک امر مہم کے سامان اور تہیہ میں تھا معاویہ نے پوچھا وہ کیا۔ کہا بیعت یزید بعد تیرے۔ کہا پھر کیا۔ کہا ہاں معاویہ نے کہا تو اچھا پھر اپنی جگہ پر بحال ہو کر چلا جا۔ جب مغیرہ وہاں سے نکلا اور لوگوں نے پوچھا تو کہا میں نے معاویہ کے پیر کو ضلالت و غوایت کے ایسے رکابوں میں ڈالدیا ہے جس سے قیامت تک نہ نکلے گا۔ کہا حسن بصری نے خلافت خاندانی کا سلسلہ اسی وقت سے قائم ہوا اگر یہ نہ ہوتا تو قیامت تک امر خلافت بذریعہ شوریٰ ہوتا رہتا۔

اس روایت سے بھی ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ بنص امام حسن بصری آخری فساد کے بانی یہی دو صحابی ہیں ایک عمرو عاص دوسرا مغیرہ جو خود کہہ رہا ہے میں نے معاویہ کے پیروں کو ایسی ضلالت کے رکابوں میں ڈالا ہے جس سے قیامت تک نہ نکلے۔ پھر حیف ہے ان صحابہ پرستوں پر جو معاویہ کی نجات کے قائل ہیں۔

موت معاویہ

بہرحال اس کے بعد جو جو سامان بیعت یزید کے معاویہ نے کیے ہیں اُس کے ذکر کی یہاں ضرورت نہیں مگر اس قدر اتفاقی امر ہے کہ اواخر رجب ۶۰ھ میں معاویہ مرا اور یزید خلیفہ ہوا جتنے اپنے عامل مدینہ کو خط لکھا کہ تمام قوم سے میری بیعت لے۔

بیعت یزید

اس خط کو امام ابن قتیبہ نے کتاب الامامۃ والسیاست میں پورے طور سے نقل کیا ہے جس کا آخری حصہ یہ ہے۔

ولیکن اول من یبایعک من قومنا واهلنا الحسين وعبد الله بن عمر وعبد الله بن عباس وعبد الله بن زبير وعبد الله بن

یعنی چاہیے کہ پہلا وہ شخص جو میری بیعت تیرے ہاتھوں پر کرے میری قوم و قبیلہ سے حسینؑ ہوں اور عبداللہ بن عمر اور عبداللہ بن عباس اور عبداللہ بن زبیر اور عبداللہ

جعفر ویحلفون علیٰ ذلک بجمیع الایمان اللازمۃ ویحلفون بصدقۃ اموالھم غیر عشرھا وحریۃ رقیقھم وطلاق نساءھم بالثبات والوفاء بما یعطون من بیعتھم ولا قوۃ الا باللہ والسلام (صفحہ ۳۲۲ مطبوعہ مصر)

بن جعفر اور حلف کریں اس پر ساتھ کل قسموں کے جو لازم ہوں اور اس کا حلف کریں کہ اگر مخالفت کریں تو مال اُن کا صدقہ قرار پائے اور جتنے غلام اور لونڈی ہیں وہ سب آزاد ہو جائیں اور اُن کی عورتوں کو طلاق ہو اگر اس بیعت پر وفا نہ کریں۔

یہاں پہلا سوال یہ ہے کہ آیا خدا اور رسول نے اس قسم کی بیعت اور حلف کو کبھی جائز کیا تھا جو کوئی مسلمان اُسے قبول کرتا؟ کیا خلفائے ثلاثہ نے اسی طرح سے بیعت لی تھی جو کوئی مسلمان قبول کرتا۔

اگر غور کرو تو غلامی اس سے ہزار درجہ بہتر ہے جس میں نہ یہ قسم ہے نہ عہد و پیمان۔ پھر کیونکر ممکن تھا کہ کوئی باغیرت مسلمان ایسا حلف کرتا اور ایسی قسم کھاتا جس کے بعد اُسکو کسی طرح کا اختیار نہیں رہتا کہ جس قسم کا چاہے یہ ظلم کرے یا کفر و فسق مگر بیعت کرنے والا مجبور ہے کہ ایک کلمہ زبان سے نہیں نکال سکتا۔

چونکہ اہلسنت کو تعلیم خلفا ایک خاص طور کی خلش اہلبیت اطہار سے ہے لہذا بے دھڑک کہہ دیتے ہیں کہ آخر جناب امیرؑ نے خلفائے ثلاثہ کی بیعت از راہ تقیہ کی تھی اور جناب امام حسنؑ نے معاویہ کی۔ پھر جناب امام حسینؑ نے بھی کیوں نہ اُسی طرح یزید کی بیعت کر لی جو اس مصیبت میں مبتلا ہوئے۔

جس کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح جناب امام حسینؑ درجۂ امامت میں مساوی تھے جناب امیرؑ اور امام حسنؑ کے اسی طرح یزید بھی مساوی تھا خلفائے ثلاثہ کا۔ اگر اس پر اہلسنت راضی ہیں اور خلفاء کا ہمسر یزید کو مانتے ہیں تو بھی جناب امام حسینؑ کے بیعت نہ کرنے کی وجہ ظاہر ہے کہ خلفائے ثلاثہ کی بیعت کا طریقہ یہ نہ تھا جس طرح یزید نے بیعت لینا چاہی کہ ہر شخص سے خط غلامی لکھواتا تھا پھر کیونکر ممکن تھا کہ کوئی سچا مسلمان اسکا اقرار کرتا چہ جائیکہ فرزند رسول اسکا اقرار کرتے۔ حالانکہ خود بیعت جناب امیرؑ و امام حسنؑ محل نظر ہے کہ کسی طرح ثابت نہیں بجز اسکے کہ آں حضرتؑ نے صرف نزاع سیف و سنان کو بمصلحت اسلام ترک کیا تھا۔

یہی وجہ ہے کہ جناب امام حسین علیہ السلام نے اکثر فرمایا۔

لا اقرلکم اقرار العبید۔

یعنی یہ ممکن نہیں کہ ہم وہ قرار کریں جو غلاموں کا اقرار ہے۔

اں بعض ہوا خواہان یزید نے یہ مضمون تراشا تھا کہ جناب امام حسین علیہ السلام نے عمر بن سعد سے فرمایا تھا کہ ہماری تین خواہشوں سے ایک خواہش قبول کرو، ایک یہ کہ ہمکو چھوڑ دو کہ جہاں سے ہم آئے ہیں وہیں چلے جائیں۔ دوسری یہ کہ لے چلو یزید کے پاس وہاں جا کر سمجھا جائے گا۔ تیسری یہ کہ کسی سرحدی مقام پر ہم کو بھیجدو کہ ہم بھی ایک مجاہدین فی سبیل اللہ سے ہو جائیں مگر خود علمائے اہلسنت نے آخر اسکی تصریح کر دی کہ غلط ہے ہرگز امام نے یہ نہیں فرمایا چنانچہ تاریخ کامل میں ہے۔

وقیل بل قال لہ اختار واحدۃ من ثلاث اما ان ارجع الی المکان الذی

یعنی کہا گیا ہے کہ جناب امام حسینؑ نے عمر سعد سے فرمایا تھا یا تو ہمکو جانے دو جہاں سے آئے ہیں وہاں چلے جائیں یا یزید کے پاس

اقبلت منه واما ان اضع یدی فی ید یزید
بن معاویه فیری فیما بینی وبینه رایه و
اما ان تسیروا بی الی ثغر من ثغور المسلمین شئتم
فاکون رجلاً من اهله لی ما لهم وعلی ما علیهم
وقد روی عن عقبه بن سمعان انه قال صحبت
الحسین من المدینة الی مکة ومن مکة الی العراق ولم افارقه
حتی قتل وسمعت جمیع مخاطباته الناس الی
یوم قتله فواللہ ما اعطاهم ما یتذاکر به الناس
من انه یضع یده فی ید یزید ولا ان یسیروه الی
ثغر من ثغور المسلمین ولکنه قال دعونی ارجع
الی المکان الذی اقبلت منه او دعونی اذهب
فی هذه الارض العریضة حتی تنظر الی ما یصیر
الیه امر الناس فلم یفعلوا۔ (صفحہ ۲۳ جلد ۴
تاریخ کامل مطبوعہ مصر)

لیجلو کہ جو رائے ہو گی اُس پر عمل کیا جائے گا یا یہ کہ ثغور
مسلمین کی طرف جانے دو۔ عقبہ بن سمعان راوی ہے کہ
میں حضرت کے ساتھ تھا مدینہ سے مکہ تک اور مکہ سے کربلا تک
اور نہ جدا ہوا اُس وقت تک کہ حضرت شہید ہوئے اور
حضرت کے کل خطبوں کو میں نے سنا جو آپ نے لوگوں
سے فرمایا روزِ قتل تک مگر کبھی یہ کلمہ نہ فرمایا
جو لوگ بیان کرتے ہیں کہ حضرت نے کبھی کہا ہو کہ ہم کو
یزید کے پاس لے چلو یا ثغور مسلمین کی طرف جانے دو۔
بلکہ حضرت علیہ السلام فرماتے تھے کہ یا تو ہم کو جانے دو
اپنے وطن کی طرف یا چھوڑ دو کہ ہم اس زمین پر کہیں
چلے جائیں کہ دیکھیں کیا ہوتا ہے امر ناس مگر
کسی نے نہ مانا۔

اسی واقعہ سے سمجھ سکتے ہیں کہ طرفداران یزید نے کس کس طرح کی باتیں بنائی ہیں کہ حضرت سے اسکا اقرار کرائیں کہ کسی طرح ہو آپنے بیعت یزید کا اقرار کیا تھا جو ایک محال امر ہے۔

جناب امام حسینؑ کا ثبات قدم اور استقلال اس امر میں کہ اس بیعت یزیدی کو آپ بالکل ناجائز سمجھتے تھے۔ ایسا یقینی اور بدیہی ہے کہ خود عمر بن سعد نے اُس کو بیان کیا کہ یہ ناممکن ہے چنانچہ جب شمر ملعون نامہ ابن زیاد لایا ہے تو عمر بن سعد نے کہا جیسا کہ تاریخ کامل میں ہے:۔

فلما اتی شمر بکتاب ابن زیاد الی عمر
قال له مالک ویلک قبح اللہ ما جئت به
واللہ انی لاظنک انت ثنیته ان یقبل ما
کنت کتبت الیه به افسدت علینا امراً کنا
رجونا ان یصلح واللہ لا یستسلم الحسین
ابداً واللہ ان نفس ابیه لبین جنبیه فقال
له شمر ما انت صانع قال اتولی ذلک فنهض
الیه عشیة الخمیس لتسع مضین من المحرم

کہ جب شمر خط ابن زیاد کا لایا تو عمر سعد نے کہا
ویل ہو تجھ پر یہ کیا کیا تو نے ہم کو تو امید تھی کہ اصلاح ہو جائیگی
مگر معلوم ہوتا ہے تو ہی نے ابن زیاد کو اس رائے سے برگشتہ
کیا۔ خدا کی قسم امام حسینؑ ہرگز اطاعت اسکی قبول نہ کرینگے
اُن کے باپ کا نفس عالی اُنکے پہلوؤں میں موجود ہے شمر
نے پوچھا پھر تیرا کیا ارادہ ہے اُس نے کہا ہم لڑیں گے۔
ہم جہاں تک سمجھے ہیں ذاکرین چونکہ اس پہلو پر نظر نہیں
کرتے اس لئے بے تأمل اس روایت کو پڑھ دیتے ہیں کہ

صـ۲۳ جلد ۴ حضرت نے ان سے تین باتوں میں سے ایک کی خواہش کی تھی

مگر اُسے بھی اُس نے نامنظور کیا حالانکہ در اصل شان امام حسینؑ اس سے بہت ارفع ہے کہ کبھی آپ اس کا اقرار کرتے کہ ہم کو یزید کے پاس لے چلو یا کسی سرحد پر نکل جانے دو کیونکہ مقصود امام ہر فعل سے اتمام حجت ہے کہ لوگوں کو معلوم ہو یہ یا طل ہے اور مخالف اسلام۔

بیعت یزید ایک ایسی کھلی ہوئی ذلت اسلام تھی کہ ہر شخص جو کچھ بھی نور اسلام رکھتا تھا اُسے ناجائز اور ناروا جانتا تھا چنانچہ جب ابن عباس کو بیعت کے لئے لے چلے تو حاضرین جلسہ نے یہی اعتراض کیا چنانچہ کتاب الامامۃ والسیاسۃ ابن قتیبہ صـ۲۲۱ میں ہے:۔

جاء رسول خالد فقال یقول لك الامیر لا بد لك ان تاتینا قال فان کان لا بد فلا بد مما لا بد منه یا نوار هلمی ثیابی ثم قال وما ینفعکم ایتان رجل ان جلس لم یضرکم قال فقلت له اتبایع یزید وهو یشرب الخمر ویلهو بالقیان ویستهتر بالفواحش قال فاین ما قلت لکم وکم بعده من ات ممن یشرب الخمر وهو شر من شاربها انتم الی بیعته سراع اما والله انی لانباکم وانا اعلم انکم فاعلون ما انتم فاعلون حتی یصلب مصلوب قریش بمکة یعنی عبد الله بن الزبیر

یعنی خالد ابن حکم امیر مکہ کا فرستادہ ابن عباس کے پاس آیا اور کہا کہ امیر کہتا ہے ضرور ہے تمہارا آنا ہمارے پاس۔ ابن عباس نے کہا اگر ضرور ہے تو ضرور ہو گا وہ بھی جو ضرور ہے لے نوار (نام ہے لونڈی کا) لا میرا کپڑا۔ پھر کہا کیا فائدہ تم کو ایسے شخص کے لیجانے سے کہ اگر وہ بیٹھ رہے تو تم کو کوئی ضرر نہ ہو نچائے۔

راوی کہتا ہے کہ میں نے کہا کیا تم یزید کی بیعت کرو گے حالانکہ وہ شارب الخمر ہے اور زنا کار۔ اور فواحش کو علانیہ کرتا ہے۔ ابن عباس نے کہا چپ رہو وہ باتیں کیا ہوئیں جو میں نے بیان کی تھیں تم سے کہ کتنے لوگ اسکے بعد ایسے خلیفہ ہوں گے جو شارب الخمر ہونگے اور بدتر ہوں گے شارب الخمر سے۔ اور تم اُنکی بیعت میں جلد کرنے والے ہو گے یہاں تک کہ سولی دیا جائے مصلوب قریش یعنی عبد اللہ بن زبیر مکہ میں۔

دیکھئے حضرت ابن عباس نابینا ہیں آنکھیں جا چکی ہیں کوئی کام نہیں کر سکتے کہہ رہے ہیں کہ ہم اگر مخالفت بھی کریں تو تمکو کوئی ضرر نہ ہو گا مگر کس طرح مجبور کیے جاتے ہیں، بیعت پر اس پر بھی لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ کیونکر آپ ایسے شخص کی بیعت کرتے ہیں جو شارب الخمر اور بدکار ہے پھر کیونکر ممکن تھا کہ جناب امام حسینؑ حالت موجودہ میں یہ وہ دانستہ حرمت اسلام کو ضائع کرتے اور یزید کی بیعت کر لیتے جس سے ہمیشہ کو اسلام تباہ و برباد ہو جاتا۔

اگر حضرات اہل سنت جیسا کہ زبانی طرفداری صحابہ کا دم بھرتے ہیں دل سے بھی وہ طرفدار ہوتے تو واقعہ جانسوز کربلا میں اُنکی ہمدردی جناب امام حسین علیہ السلام کے ساتھ زیادہ ہوتی کیونکہ خود امام حسینؑ صحابی رسول بھی ہیں اور بنص قرآن فرزند رسولؐ بھی ہیں لہذا وہ حضرت زیادہ مستحق حمایت و طرفداری تھے مگر اہل سنت صرف زبانی دعوے محبت صحابہ کرنے

یہاں وہ اصلی بحث انہی شیخین سے ہے اور اُن کے طرفداروں سے لہذا جناب امام حسین علیہ السلام سے بھی مخالفت ہے کیونکہ حضرتؑ نے اس بیعت کی مخالفت کی تھی جس کے موجد اور بانی شیخین تھے۔

ہم صرف اسی ایک واقعہ پر نہیں اکتفا کرتے بلکہ آئندہ چل کر بتا دیں گے کہ کتنے صحابہ اہل سنت نے بھی وہی کیا جو آج امام حسین علیہ السلام نے مردانہ وار کام کیا کہ حجت خدا کو تمام کیا اور اسلام کو بلند نام کیا۔ فرق ہے تو اس قدر کہ صحابہ نے اہلبیت رسولؐ کا ساتھ چھوڑ دیا جس سے وہ بایں بیکسی گو مارے گئے مگر اسلام کا نام روشن کر گئے اور صحابہ نے جو یزید کی مخالفت کی تو ذاتی اغراض کو شامل کر کے۔ لہذا خدا نے بہ انتقام ترک رفاقت امامؑ ان پر بلا نازل کی کہ ذلیل موت سے مارے بھی گئے اور عذاب خدا سے تا قیامت نجات نہ پائیں گے۔ اسی وجہ سے اہلسنت کو بھی کسی طرح کی ہمدردی اُن سے نہیں ہے۔

جناب امام حسینؑ نے جس قوت ایمانی اور روحانیت حقہ سے محض اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے اس بیعت یزیدی سے مخالفت کی ہے اگرچہ اپنی آپ ہی نظیر ہے۔ مگر اس طرح کی شجاعت اور جرأت اور مصلحت سے کام لیا ہے کہ اس سے بڑھ کر کوئی دلیل حقیقت اسلام نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ اسلام تو نام ہے محض اطاعت خدا و رسولؐ کا۔ اسکو دنیا داری و مکاری۔ عیاری سے کیا واسطہ اس کا کام تو محض حقانیت و روحانیت پھیلانا ہے نہ درندگی و بہیمیت جو کہ کار بہائم ہے۔

یہ تو عام حکم اسلام ہے اور امام کا کام یہ ہے کہ وہ اپنے افعال و اقوال سے بتائے کہ رسول اللہ کی شریعت کیا ہے وہ اس طریق سے حق کو رائج کرتا ہے کہ عقل و شرع میں منافات نہ ہو کوئی شخص یہ نہ کہہ سکے کہ ہم غافل رہے حجت ہم پر ناتمام رہی۔ اسی وجہ سے حضرتؑ کے کل حرکات و سکنات اس مخالفت یزیدی میں ایسے رہے کہ حق سے ایک نقطہ برابر بھی علیحدگی نہ ہو۔

طلبی امام حسینؑ برائے بیعت

ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ مخالفت یزید میں تین آدمی کا نام پہلے سے مشہور تھا جناب امام حسینؑ اور عبداللہ بن زبیر اور عبداللہ بن عمر اگرچہ عبداللہ بن جعفر اور عبداللہ بن عباس کی نسبت بھی حکم خاص تھا۔ مگر زیادہ تشدد دو ہی آدمی پر تھا کیونکہ عبداللہ بن عمر پہلے ہی بیعت کر چکے اور لاکھ درہم ہضم کر چکے تھے تو اب رہ گئے جناب امام حسینؑ اور عبداللہ بن زبیر ان دونوں سے بیعت لینے کے بارے میں علامہ ابن اثیر جزری تاریخ کامل میں لکھتے ہیں۔

ولم يكن ليزيد همة الا بيعة النفر الذين ابوا على معاوية بيعته، فكتب الى الوليد يخبره بموت معاوية وكتابا آخر صغيرا فيه اما بعد فخذ حسينا وعبد الله بن عمر وابن الزبير بالبيعة اخذا ليس فيه رخصة حتى يبايعوا والسلام (ص ۵ جلد ۴)

یعنی تمام تر ہمت یزید یہ تھی کہ ان لوگوں سے بیعت لے جنھوں نے بعہد معاویہ انکار کیا تھا پس لکھا ولید حاکم مدینہ کو خبر موت معاویہ اور دوسرا ایک چھوٹا رقعہ لکھا کہ امابعد پس پکڑو حسینؑ کو اور عبداللہ بن عمر اور ابن زبیر کو ... یہ مواخذہ ایسا ہو کہ کسی قسم ... رخصت نہیں ہو یہاں تک کہ بیعت کریں۔

اس رقعہ میں حکم ہے تینوں آدمیوں کے لیے اگرچہ ابن عمر خود مستثنیٰ ہیں مگر ولید نے جو آدمی بھیجا وہ بھی صرف جناب امام حسینؑ اور ابن الزبیر کے پاس گیا تاریخ کامل میں ہے:۔

فارسل الولید عبد اللہ بن عمرو بن عثمان وھو غلام حدث الی الحسین وابن الزبیر فوجد ھما فی المسجد وھما جالسان (ص)

یعنی ولید نے عبد اللہ بن عمر بن عثمان (یعنی عثمان کے پوتے کو) بھیجا حالانکہ وہ ابھی تازہ جوان لڑکا تھا جناب امام حسینؑ اور ابن الزبیر کی طرف اُس نے پایا دونوں کو مسجد میں بیٹھے ہوئے۔

خود ابن الزبیر نے جناب امام حسینؑ سے پوچھا کہ آپ کہہ سکتے ہیں اس وقت رات کو کیوں ہم لوگوں کو بلاتا ہے۔

حضرت نے فرمایا:۔

اظن ان طاغیتھم قد ھلک فبعث الینا لیاخذ بالبیعۃ قبل ان یفشو فی الناس الخبر۔

کہ میں گمان کرتا ہوں کہ اُن کا طاغیہ ہلاک ہوا اور اس لئے بلایا ہے کہ قبل فاش ہونے خبر کے ہم لوگوں سے بیعت لے لے

ابن الزبیر نے بھی اسکی تصدیق کی اور پوچھا کہ پھر آپ کیا کیجئے گا فرمایا کہ میں جاؤں گا۔ ابن الزبیر نے کہا مجھے خوف آتا ہے کہ آپکو کوئی صدمہ نہ پہونچے امامؑ نے فرمایا ہم اس طرح جائیں گے کہ اپنی حفاظت کا سامان کرلیں گے۔

فرق امام وغیر امام

یہیں سے امام وغیر امام کا فرق نمایاں ہوتا ہے کہ جو معاہدہ پہلے ہو چکا تھا بزبان امام حسنؑ ومعاویہ حضرتؑ اُس کے پابند ہیں انکار نہیں کرتے بکمال شجاعت وجراُت تشریف لیجاتے ہیں اور آپکے اعزا و اقربا بیرون در مستعد آمادہ موجود ہیں۔ کہ اگر آواز بلند ہو تو یہیں فیصلہ کرلیا جائے۔

بیعت کے بارے میں فرمایا ہمارا سا آدمی نہ رات کو بیعت کرسکتا ہے نہ چھپ کر نہ تم اس پر راضی ہو سکتے۔ صبح کو جب سب جمع ہونگے دیکھا جائے گا۔ یہ فرما کر چلے تھے کہ مروان نے ولید کو رائے دی یا اسی وقت بیعت لے لو یا قتل کرو۔ کہ پھر ان کی گرد بھی نہ ملے گی جس پر حضرتؑ نے بھی بکمال جرأت وجلالت جواب دیا کہ کیا تیری مجال ہے کہ تو مجھے قتل کرے واللہ یہ ممکن نہیں۔

یہ ہے حضرتؑ کی جرأت اور جلالت کہ وہاں تشریف لے گئے اور مردانہ وار گفتگو کی اور دولتسرا میں تشریف لائے کوئی کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ آپ خائف وترساں ہو کر چھپ رہے نہ کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ حیلہ حوالہ کررہے ہیں چور کی طرح دبک رہے ہیں بخلاف ابن زبیر کے کہ وہ گھر میں جا کر چھپ رہا ولید کے پیادہ پر پیادہ آرہے ہیں وہ گھر سے نکلتا نہیں آخر یہ حیلہ کیا کہ اپنے بھائی جعفر بن زبیر کو ولید کے پاس بھیجا اُسکی سفارش پر کہ عبد اللہ بن زبیر خوف زدہ ہو رہا ہے آج کی شب مہلت ملے کل حاضر ہونگے۔ ایک شب کی مہلت ملی اور وہ اُسی شب کو جانب مکہ فراری ہوا۔

تاریخ کامل میں ہے:۔

واما ابن الزبیر فقال الآن اتیکم ثم اتی دارہ فکمن فیھا ثم بعث الیہ الولید فوجدہ

یعنی ابن زبیر نے کہا ابھی آتا ہوں یہ کہہ کر گھر آیا اور چھپ رہا۔ پھر ولید نے اُس کے پاس لوگوں کو بھیجا تو دیکھا کہ وہ

قد جمع اصحابه واحترز فالح عليه الوليد وهو
يقول امهلوني فبعث اليه الوليد مواليه
فشتموه وقالوا له يا ابن الكاهلية لتاتين الامير
او ليقتلنك فقال لهم والله لقد استربت لكثرة
الارسال فلا تعجلوني حتى ابعث الى الامير
من ياتيني برائه فبعث اليه اخاه جعفر بن
الزبير فقال رحمك الله كف عن عبد الله فانك
قد افزعته وذعرته وهو ياتيك غدا ان شاء الله
فمر رسلك فلينصرفوا عنه فبعث اليهم فانصرفوا
وخرج ابن الزبير من ليلته فاخذ طريق الفرع
هو واخوه جعفر ليس معهما ثالث وسار نحو مكة
فسرح الرجال في طلبه فلم يدركوه (کامل)

چھپ گیا ہے ولید نے اصرار کیا اور وہ کہتا ہے کہ مہلت دو
پس ولید نے اپنے غلاموں کو بھیجا انھوں نے آکر خوب گالیاں
دیں اور کہا کہ اے پسر کاہلیہ (انکی مادر بزرگ کا نام ہے)
چلو امیر کے سامنے ورنہ وہ قتل کرے گا تب ابن زبیر نے
کہا میں قاصدوں کی آمد سے پریشان ہو گیا اتنی مہلت دو
کہ امیر کی رائے دریافت کر لوں پھر اپنے بھائی جعفر کو بھیجا
اُس نے کہا عبد اللہ خوف زدہ ہو گیا ہے آج کی شب مہلت دو
کل صبح کو ضرور حاضر ہوگا۔ ولید نے اپنے آدمیوں کو بلا لیا
اُسی شب کو عبد اللہ اور جعفر بھاگ گئے۔ براہ فرع
کوئی تیسرا آدمی اُن کے ساتھ نہ تھا ولید نے لوگوں کو
تعاقب میں دوڑایا مگر وہ نہ ملا۔

دیکھئے ابن زبیر بھی صحابی ہیں اور ابو بکر صاحب کے نواسے اور شجاعت کا بھی دعویٰ ہے یاور و انصار بھی رکھتے ہیں کیونکہ یہ اس قریش سے ہیں جن کا اتفاق و اتحاد معلوم ہے جس سے غصب خلافت کیا۔ اُنکے لئے اور جناب امام حسینؑ کے لئے یزید کا ایک حکم ہے ولید دونوں کو بلا رہا ہے اور دونوں مخالف بیعت یزید ہیں دونوں کا فعل بھی ایک ہو مگر فرق دیکھو امام معصوم کیا کرتے ہیں کہ حاکم کے پاس بےخوف و خطر جاتے ہیں ابن الزبیر عذر کر کے روپوش ہوتا ہے۔ امام اپنے اعوان انصار لیکر حاکم کے یہاں تشریف لے گئے ابن الزبیر نے بھی اپنے اعوان انصار کو جمع کیا مگر اپنے گھر میں وہ حاکم تک نہیں جاتے امام ؑ نے آنیکا وعدہ کیا اور ایفا فرمایا ابن زبیر نے خلاف وعدگی کی اور چھپ رہا امام وہاں مروان سے رد و بدل ہوئی آپ نے کلہ بکلہ جواب دیا اور گھر تشریف لائے۔ ابن زبیر غلامان ولید کی گالیاں سن رہا ہے اور خوشامدیں کرتا ہے۔ امام خود بنفس نفیس تشریف لیجاتے ہیں اور بکمال شجاعت و جرأت جواب سوال معقول کر رہے ہیں۔ ابن زبیر نے اپنے بھائی کو بھیجا وہ خوشامد کرتا ہے اور وعدہ کرتا ہے کہ کل ضرور آئے گا۔ اور رات ہی کو فرار کر گیا۔

بخوف یزید و ولید دونوں نے مدینہ کا قیام ترک کیا اور مکہ کی طرف دار امن سمجھ کر روانہ ہوئے مگر کس طرح امام مظلوم نے شاہراہ کو نہ چھوڑا اور ابن زبیر نے فرع کی راہ لی جو اُس زمانہ میں غیر معروف راہ تھی۔

امام مظلوم نے جب مدینہ چھوڑا اور مکہ کی راہ لی تو اس آیہ کی تلاوت کی جو حضرت موسیٰ نے مصر چھوڑتے وقت کہا تھا تاریخ کامل میں ہے۔ ولما سار الحسینؑ نحو مكة قرء فخرج منها خائفا يترقب۔

اور جب وارد مکہ معظمہ ہوئے فلما دخل مكة قرء ولما توجه تلقاء مدين۔

میری غرض اس تحریر سے صرف اس قدر ہے کہ مسلمانوں کو معلوم ہو آل و اصحاب کے افعال میں کیا فرق ہے کیونکہ

کیونکہ امام حسینؑ کا جو فعل ہے وہ مردانہ غیورانہ حکیمانہ روحانیت اور حقانیت لیے ہوئے۔ ابن زبیر جو صف صحابی ہے وہ بھی وہی کام کر رہا ہے مگر مکاری، عیاری رذالت لیے ہوئے کیونکہ یہی وجہ ہے کہ امام کا جو فعل ہے بغرض رضائے باری تعالیٰ اور غیر معصوم کا جو فعل ہے وہ دنیاداری کہ کسی طرح دنیا ہاتھ آئے اگرچہ کیسی ہی ذلت و رذالت کے ساتھ ہو۔

یہاں آپ کو جناب امیرؑ کی مخالفت بر خلافت خلیفۂ اول سے بھی نظر کرنا چاہیئے کہ حضرت دیکھ رہے ہیں۔ یاران طریقت کس طرح اچھل کود لگا رہے ہیں، سقیفۂ بنی ساعدہ میں کیسی گاؤ دوڑیاں ہو رہی ہیں۔ آپ کو مطلق اس کی پروا نہیں اپنے فرض دفن و کفن رسولؐ کو بکمال اطمینان انجام دے رہے ہیں حضرت عباس کہتے ہیں۔ لاؤ ہم بیعت کر لیں کہ کہنے کو ہو جائے تم رسولؐ نے بیعت کی مگر جس طرح جناب امام حسینؑ نے فرمایا تھا مثلی لایبایع مثلہ جناب امیرؑ نے بھی فرمایا اس امر خلافت میں کون شخص (مسلمان ہو کر) طمع کر سکتا ہے۔

بعد دفن رسولؐ جناب امیرؑ نے جمع قرآن کی طرف توجہ کی جو بحکم رسولؐ خاص آپ کا کام تھا۔ جب ابوبکر نے حضرتؑ کو طلب کیا تو قنفذ نے جا کر کہا خلیفۂ رسولؐ بلاتے ہیں۔

فقال علی لسریع ما کذبتم علی رسول الله۔

تو جناب امیرؑ نے فرمایا کس قدر جلد افترا کیا تم نے رسول اللہ پر۔

دوبارہ ابوبکر نے بھیجا اور کہا:۔

امیر المومنین یدعوک فرفع علی صوتہ فقال سبحان الله لقد ادعی ما لیس لہ۔

کہ امیر المومنین تم کو بلاتے ہیں حضرتؑ نے آواز بلند فرمایا سبحان اللہ اس نے ایسا دعویٰ کیا ہے جو کسی طرح اس کے لیے نہیں ہے۔

اس کے بعد خانۂ زہراؑ میں آگ لگائی آگ لکڑی لے کر عمر صاحب گئے اور حضرتؑ کو پکڑ لائے عمر صاحب تلوار نکال رہے ہیں قتل کی دھمکی دے رہے ہیں مگر کسی طرح نہ حضرت اُن سے عاجزی کرتے ہیں نہ اُن کی خوشامد کر رہے ہیں نہ چھپ رہے ہیں۔

حکیمانہ حجت تمام کر رہے ہیں یہاں تک کہ بعد وفات جناب سیدہؑ مصالحت ہوئی۔

اگر غور کیجئے تو جو کام جناب امیرؑ نے کیا تھا وہی کام جناب امام حسینؑ نے کیا فرق ہے تو اسقدر کہ جناب امیرؑ نے اس وقت تلوار سے نہیں فیصلہ کیا جس کی وجہ بھی حضرتؑ نے خود بتا دی کہ اگر میں ایسا کرتا تو دین اسلام مٹ جاتا اور کفر عود کر آتا اور جناب امام حسینؑ نے تلوار سے فیصلہ کیا کیونکہ ایسا نہ کرتے تو اسلام ہمیشہ کے لیے مٹ جاتا پس مقصود اصلی دونوں حضرات کا حفاظت اسلام ہے۔

ہاں اگر جناب امیرؑ اُس روز تلوار نکالتے تو ظاہر اسباب نتیجہ یہی ہوتا کہ جناب امیر شہید ہوتے اور خاندان رسالت مٹ جاتا کیونکہ حضرتؑ نے بچشم خود دیکھ لیا تھا کہ قوم نے دوسرے شخص کو خلیفہ بنایا اور بضعۃ الرسولؐ کے درپے آزار ہوئے حالانکہ ابھی تک نہ آپ نے صف کشی کی تھی نہ جہاد کا کوئی سامان کیا تھا پھر کیونکر ممکن تھا کہ

آپ یا حسنین علیہم السلام قتل سے بچتے۔ حالانکہ بقائے اسلام بقائے عالم کے لئے وجودِ نسل آلِ محمد ضروری تھا۔ نبی یا امام کوئی ایسا فعل نہیں کرتے جس سے کسی قانونِ مروجہ کی مخالفت کا الزام آئے اور وہ کسی حیثیت سے مجرم کہلائیں اس لئے بالخصوص جناب امیرؑ نے اس وقت خاص طور پر طرح دیا کیونکہ آپ جانتے تھے بغاوت اور ارتداد کا بازار گرم ہو رہا ہے اگر حضرتؑ جنگ کرتے تمام مخالفین آپ کے نہ صرف آپکے دفعیہ کو سب پر مقدم سمجھتے بلکہ عام طور پر بھی جرائم حضرتؑ پر عائد کیے جاتے اور عام طور سے مشہور کیا جاتا اسی لیے آپ نے تلوار کے فیصلہ کو تھوڑا موقوف کیا۔

یہی وجہ تھی کہ جناب امام حسینؑ نے تا حیاتِ معاویہ سکوت کیا کیونکہ ایک طرح کا معاہدہ جناب امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام سے ہو چکا تھا جسکی پابندی اگرچہ آپ پر لازم نہ تھی کیونکہ خود معاویہ نے اس معاہدہ کی قطعی پابندی نہ کی۔ مگر حضرتؑ نے اسکو مکروہ سمجھا کہ جس امر کا معاہدہ برادر بھائی کر چکا ہو اسکے خلاف کریں اور نعل امام خالی از مصلحت نہیں ہوتا لہذا اس وقت بالکل سکوت کیا اور جب خود معاویہ نے اس معاہدہ کی خلاف ورزی کر کے یزید کو ولیعہد بنایا اور مرکر زمانہ معاہدہ کو تمام کیا تو حضرت نے نئے معاہدہ کی ابتدا ہی میں نہایت جرأت و شجاعت و ہمت سے مخالفت کا اعلان کیا اور مردانہ وار حاکم کے گھر سے چلے آئے

ہاں ایک دوسرا فرق یہ ہے کہ جناب امیرؑ کے گھر میں عرب کے بدمعاش گھس آئے اور آگ لگا دی کیونکہ جناب امیرؑ بالکل تنہا تھے خاندان بنی ہاشم میں صرف تین مرد تھے ایک جناب امیرؑ دوسرے حضرت عباس عم رسول تیسرے حضرت عقیل برادر جناب امیرؑ مگر یہ دونوں آدمی بوجہ پیرانہ سالی یا ضعف جسمانی ایسے تھے کہ جنگ بدر میں مشرکین قریش نے مجبور کر کے ان لوگوں کو اپنے ساتھ اس غرض سے لیا کہ جناب رسالت مآبؐ سے جنگ کریں اور وہ یہاں آکر اسلام کے قیدی بنے۔

پھر وہ جناب امیر علیؑ کی کیا حمایت کر سکتے۔ پس اگر جناب امیرؑ اس وقت جنگ کرتے تو مخالفت لا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ لازم آتی۔ اور جناب امام حسینؑ خود حاکم مدینہ کے گھر گئے اور اس سے کلمہ بکلمہ جواب و سوال کیا۔ اور بصحت و سلامت واپس تشریف لائے کیونکہ خود آپ کے اعزا ۱۸ جوانانِ بنی ہاشم آپکے ساتھ تھے جنھوں نے اپنی جان امام پر روزِ عاشورہ قربان کی علاوہ ۵۰ یا ۶۰ جان نثار کے جو دوست احباب تھے۔

اب آپکے سامنے دو امام معصوم کی مخالفت ایک ناجائز خلافت سے موجود ہے نیز ایک دوسرے صحابی غیر معصوم کی مخالفت جس سے آپ خود تصفیہ کر سکتے ہیں کہ دونوں میں کیا فرق ہے کیونکہ میرا مقصود اسی قدر ہے کہ لوگوں کو معلوم ہو جائے ایک ہی فعل حقدار اور غیر حقدار یا معصوم و غیر معصوم سے واقع ہوتا ہے تاکہ جن کو ایسا موقع پیش آئے وہ اسی راہ کو اختیار کریں جو امام معصوم کا فعل ہوتا ہے کہ انشاء اللہ اس میں مخالفت یا عدول امرِ حق سے نہ لازم آئے گا۔

مصلحت سفر امام حسینؑ جانب مکہ معظمہ

اس واقعہ کے بعد جناب امام حسینؑ نے خانہ کعبہ کا قصد کیا جو بحکم خدا و رسول امن ہے تمام خلائق کے لئے ومن دخلہ کان آمنا۔ مگر آپ کی تشریف آوری ابن الزبیر کے ایک روز بعد ہوئی کیونکہ پہلے لکھ چکا ہوں ابن الزبیر اسی شب کو یکہ و تنہا روانہ ہوا اور آپ بکمال جرأت و استقلال بعد تہیہ اسباب دو

چونکہ اصلی مقصود امام یا نبی اتمام حجت ہے کہ پیش خدا کسی کو عذر نہ رہے۔ اس لیے حضرتؑ نے اپنے سفر سے جہاں اپنی مظلومیت اور صحابہ کی ناخدا ترسی دکھائی وہاں یہ بھی ثابت کیا کہ یہ اشقیا جنھیں صحابہ خلیفۂ رسولؐ بنا رہے ہیں کیسے ظالم اور بے دین ہیں کہ حرمت خانہ کعبہ کی رعایت نہیں کرتے جو مسلمات اسلام سے ہے جس سے اُس زمانہ کے مسلمان جو کہ معتبر صحابی تھے یا تابعی اگر کچھ بھی اپنے قلب میں نور اسلام رکھتے تو ایسے فاسق فاجر کی حکومت سے علیحدہ ہو جاتے مگر کہاں تھا کوئی مسلمان جو حق کا جو یا ہوتا اور حق کی طرف مائل ہوتا خلفاء ثلاثہ نے اپنی خلافت سے اُنکو ایسا گمراہ کیا تھا کہ کسی کو اسکی فکر نہ تھی کہ کوئی کام آخرت کا کرے۔

جناب امام حسین علیہ السلام کو اس سفر میں تین رائے دی گئی تھی۔ ایک تو عبداللہ بن عمر نے رائے دی تھی کہ آپ کیوں مخالفت کرتے ہیں جماعت مسلمین میں تفرقہ نہ کیجیے مدینہ میں قیام فرمائیے اسکو میں آئندہ لکھونگا دوسری رائے محمد بن حنفیہ کی تھی کہ خانہ کعبہ میں قیام فرمائیے۔ تیسری رائے یہ دی گئی کہ آپ جانب یمن نکل جائیے رائے اول۔ حضرتؑ نے تو پہلے ہی سے مکہ کا قصد کیا تھا۔ اور محمد بن الحنفیہ کی رائے بھی موافق ہوئی مگر آپنے وہاں کا قیام بالاستقلال نہ پسند کیا جن کے وجوہات بعد اسکے ظاہر ہونگے۔

پہلی مصلحت۔ اس قصد خانہ کعبہ کی توجیہ ظاہر ہے کہ خدا کا گھر ہے یہاں کسی کو کسی پر ظلم کرنیکا حق نہیں نہ یہاں جنگ ہو سکتی ہے نہ قتال۔ لہٰذا بغرض اثبات حقیقت بحکم خدا و اظہار مظلومیت آپنے یہاں کا قصد کیا۔ چنانچہ تاریخ کامل علامہ ابن اثیر جزری میں ہے:۔ فلما سار الحسینؑ نحو مکۃ قرءَ فخرج منہا خائفاً یترقب فلما دخل دخلہا قرءَ ولما توجہ تلقاء مدین صفحہ جلد ۔

یعنی جناب امام حسینؑ نے توجہ کی طرف مکہ کے تو پڑھا آیۂ فخرج منہا خائفاً یترقب قال نجنی من القوم الظلمین اور جب داخل مکہ ہوئے تو پڑھا آیۂ ولما توجہ تلقاء مدین قال عسی ربی ان یہدینی سواء السبیل۔ یہ دونوں آیتیں سورہ قصص کی ہیں قصۂ حضرت موسیٰ کے متعلق کہ جب آپ مصر سے نکلے ہیں تو اسکی حکایت خداوند عالم یوں فرماتا ہے کہ پس نکلے موسیٰ اُس سے ڈرتے اور انتظار کرتے ہوئے اور کہا خدایا نجات دے مجھے قوم ظالمین سے اور جب رُخ کیا طرف مدین کے تو کہا قریب ہے کہ اللہ ہدایت کرے مجھے سیدھی راہ کی۔

جس سے اس قدر تو یقینی معلوم ہوا کہ جناب امام حسینؑ نے اُس وقت کے صحابہ و تابعین اہل مدینہ کو قوم ظالمین سے یاد کیا اور مکہ میں تشریف لاتے وقت اسکی امید کی کہ سواء السبیل حاصل ہو۔

اب میں نہیں کہہ سکتا کہ جن صحابہ و تابعین کو جناب امام حسینؑ مصداق قوم ظالمین فرمائیں کہ یہ لوگ فرعونیوں کے مانند ہیں کون مسلمان پھر انکو مسلمان کہہ سکتا ہے۔

ہاں چونکہ امام کا مقصود اصلی ہدایت خلق تھا اس لیے اتمام حجت کے لیے آپنے مدینہ منورہ کے قیام کو ترک کیا اور انکو مصداق قوم ظالمین فرمایا اور اُس وقت تک خانہ کعبہ میں مقیم رہے جب تک آپ وہاں سے علیحدہ ہونے پر مجبور نہ ہوئے۔ یہ ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ خانہ کعبہ کی کیا عظمت تھی اور حضرت اسلام نے اس خانۂ خدا کی تعظیم و احترام کو تمامی اہل اسلام پر

لازم گیا۔ یہاں تک کہ حضرتؐ نے خود فرمایا خدا نے صرف ایک ساعت کے لئے مجھے اس میں قتال کو جائز کیا ورنہ ہمیشہ کیلئے اس میں جنگ و پیکار حرام ہے بلکہ کفار بھی قدیم الایام اس کا احترام کرتے اور ہر طرح کے ظلم و ستم سے باز رہتے۔ پھر کیوں نہ جناب امام حسینؑ ایسے محل امن سمجھ کر نہ قیام کرتے حالانکہ اس میں بھی یہ مصلحت تھی کہ حضرتؑ اپنے قیام سے تمام عالم پر احکام خدا و رسولؐ کی تصدیق ظاہر کریں کہ دیکھو جب وقت خوف ہوا ہم نے بھی یہاں آکر پناہ لی اور اسکو محل امن قرار دیا۔

مگر خدا نہ بخشے ان مسلمان نما کافروں کو جنھوں نے اپنی دنیا داری سے بتا دیا کہ خدا و رسولؐ کے احکام کے ہم پابند نہیں نہ اس پر عمل کرتے ہیں بلکہ جو کچھ ہم چاہتے ہیں وہی کرتے ہیں اور اسی کا نام اسلام ہے۔ پھر کون کہہ سکتا ہے کہ یہ صحابہ مسلمان تھے۔

دیکھو جب ابن الزبیر بھاگ کر مدینے سے مکہ میں آگئے اور اسکے دوسرے روز جناب امام حسینؑ نے بھی مدینہ چھوڑ کر حرم خدا میں پناہ لی۔ تو اسی زمانہ میں یزید کی فوج مدینے سے چلی ہے اور مکہ میں آکر خونریزی کی۔

تاریخ کامل ابن اثیر جزری میں ہے کہ وفات معاویہ اوایل سنہ ۶۰ھ میں ہوئی اور جناب امام حسینؑ اوائل ماہ شعبان میں وارد مکہ معظمہ ہوئے ماہ رمضان میں ولید بن عقبہ جو پہلے سے حاکم مدینہ تھا معزول ہوا (اس جرم پر کہ امام حسینؑ و ابن زبیر کو بلا اخذ بیعت کیوں چھوڑا) عمرو ابن سعید اشدق حاکم مدینہ ہو کر آیا عمرو بن زبیر کو اس نے کوتوال بنایا کیونکہ اس میں اور اس کے بھائی عبداللہ بن زبیر میں قدیم سے عداوت تھی اسی خیال سے عمر بن سعید اشدق نے اسے کوتوال بنایا کوتوال نے اپنے بھائی منذر بن زبیر اور اس کے بیٹے محمد بن منذر اور عبدالرحمن بن اسود بن عبدیغوث عثمان بن عبداللہ بن حکیم بن حزام (اسی خاندان سے تھا) اور محمد بن عمار یاسر رضی اللہ عنہ کو اسی جرم پر گرفتار کیا کہ یہ سب ہوادار عبداللہ بن زبیر تھے اور ۴۰ ـ ۵۰ ـ ۶۰ کوڑے سب کو لگوائے۔ جلد ۴ صفحہ ۴

اس سے آپ سمجھ سکتے ہیں کہ اگر جناب امام حسینؑ مدینہ منورہ میں رہتے۔ یا عبداللہ بن زبیر بھی نہ فرار کرتا تو مدینہ میں کیا نتیجہ ہوتا۔ چونکہ عبداللہ بن عمر نے جناب امام حسینؑ کو بھی رائے دی تھی کہ آپ مدینہ ہی میں قیام کریں اس لئے اسقدر اشارہ کیا گیا۔ کیونکہ اس کا تو اہلسنت کو بھی اقرار ہے "مدینہ میں جسقدر انصار و مہاجر تھے اس میں وہ مثل اپنے پدر بزرگوار کے ہر دل عزیز تھے۔ (خارجی گزٹ ۲۳ جنوری ۱۹۱۵ء)

ہمارا مطلب اس سے مخاطب کرنا ایسے ذات شریف سے نہیں ہے۔ بلکہ صرف اسقدر ہے کہ معلوم ہو اہلسنت کو بھی اس کا اقرار ہے کہ صحابہ کو اہلبیت اطہار سے محبت نہ تھی جس کے صریحی مطلب یہ ہوئے کہ اگر رسول اللہ صادق تھے تو یہ صحابہ یقیناً صفت ایمان سے خالی تھے کیونکہ احادیث رسولؐ بھی کہہ رہی ہیں کہ جس میں محبت اہلبیتؑ نہیں وہ مومن نہیں۔ اور اگر معاذ اللہ وہ حضرت صادق نہ تھے تو بیشک مذہب اہلسنت حق ہے۔

بہر حال ان سب انتظام ہو گئے۔ اب اسکی فکر ہے کہ عبداللہ بن زبیر جو مکہ میں پناہ گیر ہے اسکی نسبت کیا کرنا چاہیے فوج بھیجی جائے قتل ہو گیا تو بہتر کیجا لے (تاریخ کامل میں ہے)

فاستشار عمرو بن سعید الاشدق عمر بن الزبیر فیمن یرسله الی اخیه فقال لا

توجہ الیہ رجلاً انکالہ منی فجہز معہ الناس وفیہم انیس بن عمرو الاسلمی فی
سبعمائۃ فجاء مروان بن الحکم الی عمرو بن سعید فقال لہ لا تغز مکہ واتق اللہ ولا تحل
حرم البیت واتی ابو شریح الخزاعی الی عمرو فقال لا تغز مکہ فانی سمعت رسول اللہ
انما اذن لی بالقتال فیہا ساعۃ من نہار ثم عادت کحرمتہا بالامس فقال لہ عمرو
ونحن اعلم بحرمتہا منک ایہا الشیخ (صـ جلد ۴)

ہم نے اصل عبارت عربی کو بخیال طول مختصر کر دیا ہے مگر ترجمہ بلفظہ کیا جاتا ہے۔

عمرو بن سعید اشدق (حاکم مدینہ) نے عمرو بن زبیر سے مشورہ کیا کہ قتل ابن الزبیر کے لئے کسے جانب مکہ روانہ کریں عمرو بن زبیر (برادر عبد اللہ بن زبیر) نے کہا ہمارے سوا کسی کو نہ بھیجو کہ عبد اللہ بن زبیر کے لئے ہم سے بہتر عذاب دینے والا کوئی نہ ہوگا (بیان خیال ہو کہ حاکم مدینہ نے اسکو کوئی حکم نہیں دیا تھا بلکہ خود اسنے خواہش کی یہی حال عمرو بن سعد کا بھی ہوا کہ ابن زیاد نے اسکو کوئی خاص حکم نہیں دیا تھا بلکہ اُس نے خود اپنی خواہش سے اسکی درخواست کی۔ اور یہ دونوں عمر مہاجرین کی اولاد سے ہیں کیونکہ سعد بن وقاص بیدوں صحابی اور مہاجر عشرہ مبشرہ اہلسنت تھے جیسے زبیر کا بیٹا از خود عازم قتال مکہ اور اپنے حقیقی بھائی کے قتل پر آمادہ ہوا اور عمر بن سعد نے فرزند رسول کو قتل کیا) پس حاکم مدینہ نے اسکے ساتھ سات سو سپاہیوں کو ہمراہ کیا جن میں انیس بن عمرو اسلمی بھی تھا یہ خبر سن کر مروان بن حکم (جو پہلے حاکم مدینہ بھی تھا) آیا اور کہا کہ مکہ پر چڑھائی نہ کر خدا سے خوف کر ابن زبیر کو چھوڑ دے کہ بڑھا ہوا ساٹھ برس کا سن ہے اور وہ بحوج (ضدی) بھی ہے (یہ سفارش ہے مروان کی دربارہ ابن الزبیر۔ اور یہی مروان وہ ہے جس نے ولید کو رائے دی تھی کہ امام حسین سے اسی وقت بیعت لے یا قتل کر جس پر امام حسینؑ نے فرمایا تھا یا ابن الزرقا انت تقتلنی ام ھو کذبت واللہ ولومت (کامل) اے پسر زرقا (خاندان بنی امیہ کی ماں جو ذوات الاعلام سے تھی) کیا تو مجھے قتل کرے گا یا وہ جھوٹا ہے تو قسم خدا کی اگرچہ میں مر جاؤں۔ اس سے آپنے سمجھ لیا کہ صحابہ کس درجہ کے ایمان دار تھے کیونکہ مروان بھی صحابی ہے جو امام حسینؑ کے قتل کی رائے دیتا ہے ابن الزبیر کی سفارش کرتا ہے کہ اسکو چھوڑ دو) مروان کی اس صلاح پر عمرو بن زبیر نے کہا قسم خدا کی ہم اس سے جنگ کریں گے جوف کعبہ میں اگرچہ کسی کی ناک رگڑ دی جائے (اشارہ ہے مروان کیطرف) اسکے بعد آئے ابو شریح خزاعی اور کہا حاکم مدینہ سے کہ مکہ پر چڑھائی نہ کر کہ ہم نے خود رسول اللہ سے سنا ہے کہ فرماتے تھے صرف ہمکو اجازت دی گئی تھی کہ دن کی ساعت قتال کریں مکہ میں پھر حرمت ویسی ہی ہو گئی جیسی کہ پہلے تھی۔ عمرو نے جواب دیا کہ ہم تجھ سے زیادہ واقف ہیں حرمت خانہ کعبہ سے اے شیخ۔ اسکے بعد عمرو روانہ ہوا دو ہزار فوج لیکر اور مقدمہ لشکر میں انیس تھا۔"

اب حضرات اہلسنت خود انصاف کریں کہ صحابہ وتابعین کیسے ایمان دار تھے کہ حدیث رسول بیان کی جاتی ہے حرمت خانہ کعبہ بتائی جاتی ہے مگر کوئی نہیں مانتا۔ کیا اسکے بعد بھی آپ انکو مسلمان کہیں گے۔ مزہ تو یہ کہ عبد اللہ ابن زبیر

کو بھی خلیفہ مانتے ہیں اور انکے قاتلین کو بھی مسلمان کہتے ہیں کیونکہ اُسی کا بھائی عمرو بن زبیر تو لڑ رہا ہے پھر حضرت زبیر کو کیا منہ دکھائیں گے جو اُسکے کفر کے قائل ہوں۔

اے مدعیان اسلام اگر تم کو رسول اللہ سے محبت نہیں ہے تو خدا اور خانہ خدا کی تعظیم و احترام سے تو نہ دست بردار ہو۔ اُن کو کافر سمجھو جس نے حرمت خانہ خدا برباد کی اب نتیجہ اسکا سنیئے کہ اُسی کامل میں ہے۔

انیس مقدمہ لشکر وارد مکہ ہوا ذی طوی میں اُس نے منزل کیا اور عمر بن زبیر نے ابطح میں یہ دونوں مقام حدود مکہ میں داخل ہیں عمر نے اپنے بھائی عبد اللہ بن زبیر کو پیام بھیجا کہ یزید نے چونکہ قسم کھائی ہے کہ جب تک تم مقید ہوکر اُسکی بیعت قبول کرے لہذا تم ہمارے پاس چلے آؤ کہ چاندی کی زنجیر میں قید کر لیں اُس کے بعد بیعت کر لو پھر چلے جاؤ کہ خونریزی نہ ہو کیونکہ تم حرم خدا میں ہو۔

عبد اللہ بن زبیر نے اُدھر سے اپنی فوج بھیجی جس نے پہلے انیس کا خاتمہ کیا جو لشکر مدینہ کا مقدمہ تھا اور مصعب بن عبد الرحمن نے عمر بن زبیر کو گرفتار کیا پہلے تو وہ ابن علقمہ کے مکان میں پناہ گزیں ہوا۔ مگر عبد اللہ بن زبیر نے مانا اور اس کو پکڑ کر اتنے کوڑے لگوائے کہ وہ مرگیا (صفحہ تاریخ کامل جلد ۴)

دیکھئے یہ سب صحابہ وتابعین سے ہیں مہاجرین وانصار ہیں اور انکی اولاد جو اس طرح مکہ معظمہ میں خونریزی کر رہی ہیں نہ کسی کو اُنکے اسلام میں عذر ہے نہ اُنکے ایمان میں بلکہ اہلسنت خوشی سے یزید کو بھی اپنا خلیفہ برحق مانتے ہیں جسکے حکم سے خانہ کعبہ پر فوج کشی ہوئی اور عبد اللہ بن زبیر کو بھی خلیفہ مانتے ہیں جو خاص حرم خدا میں خونریزی کر رہا ہے اور لشکر مدینہ کو قتل کر کے اپنے بھائی کو کوڑوں سے مارتا ہے جو مرگیا۔ یہ سب کیوں مانے جاتے ہیں اس لیئے کہ صحابی ہیں اور صحابی زادے یزید معاویہ کا بیٹا ہے عبد اللہ زبیر کا بیٹا ابوبکر صاحب کا نواسا۔ مگر جناب امام حسینؑ سے کسی کو ہمدردی نہیں کیونکہ آپ تو اہلبیت رسول اللہ میں داخل ہیں اور اہلسنت کا مذہب محبت صحابہ پر ہے۔

اب بتائیے کہ جناب امام حسین علیہ السلام جو فرزند رسولؐ ہیں اور شریعت اسلام کے حافظ وحامی کیونکر اس قسم کے بے دینیوں کو قبول فرماتے اور آپ اس کے باعث ہوتے کہ آپکی وجہ سے حرمت خانہ خدا ضائع ہو۔

یہی وجہ ہے کہ جتنے صحابہ وتابعیں ہیں جو غیر معصوم ہیں وہ تو یہ رائے دے رہے ہیں کہ آپ مکہ میں قیام کریں اور یہیں اپنی خلافت قائم کریں۔ مگر حضرت سب کا ایک ہی جواب دیرہے ہیں۔ جس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ حفاظت احکام شریعت کو سب پر مقدم سمجھتے ہیں اور بمقابل اسکے اپنی جان دینا گوارا ہے۔

عبد اللہ بن مطیع کی رائے۔

لما خرج الحسین من المدینة الی مکة لقیه عبد الله بن مطیع فقال له جعلت فداك این ترید قال اما الآن فمکة واما بعد فانی استخیر الله قال خار الله لك وجعلنا فداك

جب امام حسین علیہ السلام نے مدینہ سے قصد مکہ کیا تو عبد اللہ بن مطیع (صحابی) سے ملاقات ہوئی اُس نے کہا کہاں کا ارادہ ہے آپنے فرمایا ابھی تو مکہ جاتا ہوں وہاں جاکر استخارہ کروں گا۔ عبد اللہ نے کہا خدا آپ کو خیر دکھائے

فاذا اتیت مکة فایاك ان تقرب الکوفه فانها بلدة مشومة بها قتل ابوك وخذل اخوك واغتیل بطعنة کادت تاتی علی نفسه الزم الحرم فانك سید العرب لا تعدل بك اهل الحجاز احداً ویتداعی الیك الناس من کل جانب لا تفارق الحرم فداك عمی وخالی فوالله لئن هلکت لنسترقن بعدك (تاریخ کامل ص۲)

اور مجھے آپ چھوڑ کر جب مکہ ہو پہنچئے تو ہر گز کوفہ کا قصد نہ کیجئے کہ وہ بلد شوم ہے اس میں آپکے والد بزرگوار شہید کئے گئے اور آپکے برادر بزرگ کو محروم کیا بلکہ ایسا زخم لگایا کہ قریب تھا اس سے ہلاک ہوں۔ آپ حرم میں قیام کیجئے کیونکہ آپ سید عرب ہیں۔ اہل حجاز آپ کا ہمسر کسی کو نہیں جانتے اور ہر طرف سے لوگوں کو دعوت دیجئے۔ مگر حرم سے نہ نکلئے کیونکہ اگر آپ ہلاک ہوئے تو پھر ہم سب غلام بنا لئے جائیں گے۔

بنظر مصالح ملکی تو یہ رائے انسب معلوم ہوتی ہے کہ آپ حرم خدا میں یہ کارروائی کیجئے جس کے یہ مطلب ہوئے کہ جس طرح عبد اللہ بن زبیر فوج یزید سے لڑے آپ بھی لڑئے جو شرعاً کسی طرح جائز نہ تھا ہاں یہ بھی قابل غور ہے کہ عبد اللہ بن مطیع یہ رائے دے رہے ہیں مگر یہ نہیں ہوتا کہ حضرت کی بیعت اختیار کریں اور حق اسلام ادا کریں۔

یہی رائے عمر بن عبد الرحمن۔ بن حرث بن ہشام نے بھی دی ہے اور بہت مبالغہ کیا ہے پھر حضرت ابن عباس تشریف لائے ہیں اور یہی مشورہ دیا ہے اور محمد بن حنفیہ نے بھی یہی رائے دی تھی اسکے بعد عبد اللہ بن زبیر آئے اور اُن سے حسب ذیل گفتگو ہوئی۔

اخبرنی ما ترید ان تصنع فقال الحسین لقد حدثت نفسی باتیان الکوفة ولقد کتبت الی شیعتی بها واشراف الناس، واستخیر الله فقال له ابن الزبیر اما لو کان لی بها مثل شیعتك لما عدلت عنها ثم خشی ان یتهم فقال له اما انك لو اقمت بالحجاز ثم اردت هذا الامر ههنا لما خالفنا علیك وساعدناك وبایعناك ونصحنا لك فقال له الحسین ان ابی حدثنی ان بها کبشاً به یستحل حرمتها فما احب ان اکون ذالك الکبش قال فاقم ان شئت وتولینی انا الامر فتطاع ولا تعصی قال ولا ارید هذا ایضاً ثم انهما اخفیا کلامهما والتفت الحسین الی من

ابن زبیر نے پوچھا بتائیے آپ کا کیا ارادہ ہے حضرتؑ نے فرمایا میرے دل میں تو یہ ہے کہ میں کوفہ جاؤں میں نے اپنے شیعوں کو لکھا بھی ہے اور استخارہ بھی کروں گا۔ ابن الزبیر نے کہا اگر وہاں میرے اسقدر شیعہ ہوتے تو میں اُسے چھوڑ کر دوسری جگہ نہ جاتا پھر ڈرا وہ اس سے کہ کہیں حضرت اُس کو متہم نہ کریں کہ مشورہ خلاف دیتا ہے تو کہا اگر آپ مکہ میں قیام کریں اور اسکا قصد کریں تو ہم لوگوں سے کوئی بھی آپکے خلاف نہ ہوگا۔ سب آپ کی مدد کریں گے بیعت کریں گے اور خیر خواہی۔ جناب امام حسینؑ نے فرمایا کہ میرے پدر بزرگوار نے مجھ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ مکہ کے ایک مینڈھا ہے (سردار) جس سے حرمت خانۂ کعبہ حلال کر دی جائے گی پس میں کسی طرح نہیں پسند کرتا کہ وہ مینڈھا میں ہوں عبد اللہ بن زبیر نے کہا کہ آپ یہیں قیام فرمائیے اور چاہئے تو مجھ

هناك وقال أتدرون ما قال قالوا لا ندري جعلنا الله فداءك قال انه يقول اقم في هذا المسجد اجمع لك الناس ثم قال له الحسين والله لأن اقتل خارجاً منها بشبراً احب الي من اقتل فيها ولأن اقتل خارجاً منها بشبرين احب الي من ان اقتل خارجاً منها بشبر وايم الله لو كنت في جحر هامة من هذه الهوام لاستخرجوني حتى يقضوا حاجتهم والله ليعتدن علي كما اعتدت اليهود في السبت فقام ابن الزبير فخرج من عنده فقال الحسين ان هذا ليس شيء من الدنيا احب اليه من ان اخرج من الحجاز وقد علم ان الناس لا يعدلونه بي فود اني خرجت حتى يخلو له

(صفحہ ۲۱ تاریخ کامل جلد ۴)

متولی امر بنائے کہ ہر طرح آپ کی اطاعت کی جائے گی اور کسی قسم کی نافرمانی نہ ہوگی۔ حضرت نے فرمایا میں یہ بھی نہیں چاہتا پھر کچھ کلام مخفی کیا دونوں نے، پھر ملتفت ہوئے امام حسینؑ ان لوگوں کی طرف جو وہاں تھے اور فرمایا کہ تم جانتے ہو یہ کیا کہتا ہے۔ ان لوگوں نے کہا نہیں حضرتؑ نے فرمایا یہ کہتا ہے کہ آپ یہیں قیام کیجیے لوگوں کو آپ کے لیے جمع کر دوں گا۔ پھر کہا امام حسین علیہ السلام نے قسم خدا کی اگر میں ایک بالشت علیحدہ ہو کر خانہ کعبہ سے قتل کیا جاؤں گا تو یہ زیادہ مجھے محبوب ہے بہ نسبت اس کے کہ خانہ کعبہ میں قتل ہوں اور اگر دو بالشت علیحدہ قتل ہوں تو زیادہ احب ہے بہ نسبت اس کے کہ ایک بالشت کے فرق سے مارا جاؤں قسم خدا کی اگر میں کسی سوراخ میں کیڑوں مکوڑوں کے چھپوں تو یہ اس سے بھی ہم کو باہر نکال لیں گے اور اپنی غرض پوری کر لیں گے قسم خدا کی یہ ہم پر اسی طرح تعدی کریں گے جس طرح کی تعدی کی یہود نے سبت میں پس کھڑے ہوئے ابن الزبیر اور چلے گئے پس حضرتؑ نے فرمایا اس کے نزدیک دنیا میں اس سے بڑھ کر کوئی پسندیدہ نہیں کہ میں چلا جاؤں حجاز سے کیونکہ اس کو خوب معلوم ہے کہ کوئی اس کو کوئی چیز نہیں سمجھے گا جب تک میں یہاں رہوں گا لہذا یہ چاہتا ہے کہ میں خالی کر دوں اس کے لیے اس ملک کو۔

یہ ہے **جواب** جناب امام حسین علیہ السلام جو کس وضاحت سے فرما رہے ہیں کہ میرے پیش نظر رسول اللہ کی یہ حدیث ہے جس میں حضرتؐ یہ خبر دے گئے ہیں کہ خانہ کعبہ کا ایک مینڈھا ہے جس سے اس کی حرمت برباد ہوگی میں کسی طرح نہیں چاہتا کہ وہ مینڈھا میں بنوں۔ جہاں تک ہو سکے اس سے دور ہو کر قتل ہونا تو وہ ہم کو پسند ہے بہ نسبت اس کے کہ قریب خانہ کعبہ میں قتل ہوں۔

اس جواب میں حضرتؑ نے یہ بھی فرما دیا کہ میرا قتل ہونا یقینی ہے کہ اگر حشرات الارض کے سوراخ میں بھی میں چھپوں گا تو یہ مجھے نکال کر قتل کر دیں گے تاکہ یہود کے مماثل نہیں۔

اس حدیث کا جناب امام حسینؑ نے ابن زبیر سے تذکرہ کیا ہے ایک ایسی حدیث مشہور و معروف ہے کہ اس زمانہ کے کل صحابہ قریب قریب اس سے واقف تھے چنانچہ سابقؓ حضرت ابن عباس کا اشارہ اس حدیث کی طرف مذکور ہو چکا (دیکھو صفحہ ۱۵) اصلاح عشہ جلد ۱۱ م اور کنز العمال میں ہے۔

يلحد رجل من قريش بمكة يقال له عبد الله عليه شطر عذاب العالم طب عن ابن عمر انه ليلحد في الحل رجل من قريش لو توزن ذنوبه بذنوب الثقلين لرجحت طب حديث عن ابن عمر يحلها ويحل به رجل من قريش لو وزنت ذنوبه بذنوب الثقلين لوزنتها حم عن ابن عمر يلحد بمكة كبش اي سيد من قريش اسمه عبد الله عليه مثل و زار نصف الناس حم عن عثمان يلحد رجل من قريش بمكة يكون عليه نصف عذاب العالم حم عن عثمان ورجال الحديثين ثقات۔

خلاصہ ان سب روایات کا یہ ہے کہ جناب رسالتمآب نے فرمایا:۔

ایک شخص الحاد کرے گا حرم خانۂ کعبہ میں جس سے اس کی حرمت برباد ہوگی۔ اور نام اُس کا عبد اللہ ہوگا اُس پر نصف عالم کا عذاب ہوگا۔ اگر اُس کے گناہ وزن کیے جائیں تو اس کا پلہ بھاری ہوگا۔ اور دونوں جہان کے گناہ سے گناہ اُس کا زیادہ ہوگا۔

یہیں سے آپ کو اہلبیت اور اصحاب کا فرق اچھی طرح معلوم ہوگا کہ جناب امام حسین ع چونکہ اہلبیت نبی سے ہیں اور امام برحق اور وصی رسول رب العالمین محافظ شریعت خیر المرسلین لہذا کس احتیاط سے آپ کام لے رہے ہیں کہ اس حدیث نبوی کے مصداق نہ بنیں حالانکہ بالیقین آپ کو معلوم تھا کہ ہم اسکے مصداق نہیں ہیں اور ہم سے ان احادیث کو کسی قسم کا تعلق نہیں مگر تاہم بنظر احتیاط کسی طرح آپ اسکے روادار نہیں ہیں کہ ایک شائبہ بھی ان احادیث وعید کا آپ پر آنے پائے بلکہ آپ بکمال تقویٰ فرماتے ہیں کہ اگر ہم ایک بالشت علیحدہ اس سے مارے جائیں تو یہ بہتر ہے اس سے کہ خاص حرم میں شہید ہوں اور اگر دو بالشت علیحدہ ہوں تو یہ بہتر ہے اس سے کہ ایک بالشت قریب ہوں۔

بخلاف ابن الزبیر کے جو صحابی ہے اور غیر معصوم خود اُس کے سامنے جناب امام حسین ع اس حدیث کو یاد دلا رہے ہیں اور یقیناً وہ بھی واقف تھا۔ مگر اُس کو مطلق پروا نہیں اور بمقابلہ اسکے کہ چند روزہ سلطنت ہاتھ آجائے عذاب ابدی قبول ہے۔

جناب معصوم نے اس حدیث میں اسکی طرف بھی اشارہ کیا کہ قتل ہونا یقینی ہے کیونکہ ظاہر ہے امام معصوم کبھی قبائح شرعیہ پر تا حد اختیار سکوت نہیں کر سکتا اور عدم سکوت پر یہی نتیجہ ہوگا تو جب یہ یقینی ہے پھر ایسا امر کرنا جس سے ملحد قرار پائیں اور عذاب اُخروی میں مبتلا ہوں کون عاقل قبول کر سکتا ہے۔

جناب امام حسین ع نے صرف اپنے ہی شہادت کو نہیں ظاہر کیا کہ یقینی ہے بلکہ ابن الزبیر کو بھی بتا دیا کہ تو بھی ضرور مارا جائے گا۔ کیونکہ حضرت خبر دے رہے ہیں کہ اس کے بنے ایک کبش ہے اور اپنے اس قول سے کہ میں

اگر ایک بالشت دور قتل ہوں۔ اسکی طرف اشارہ کر رہے ہیں کہ وہ کبش مارا بھی ضرور جائے گا ہم نہیں پسند کرتے کہ وہ کبش ہم ہوں۔

یہیں سے ناظرین کو یہ بھی معلوم ہو گا کہ ان صحابہ کو کس درجہ حضرتؐ کے احادیث و اقوال پر اعتماد تھا کہ ابن الزبیرؓ یہ حدیث آں حضرتؐ کی سنتا ہے مگر ذرہ برابر ایمان نہیں لاتا اور جناب امام حسینؑ اس درجہ اُس پر ایمان رکھتے ہیں کہ گویا ہمہ وقت مکاشفہ ہو رہا ہے۔

یہ جواب تو حضرتؑ نے ابن الزبیر کو دیا تھا جس سے اُسکی ہدایت اور اصلاح منظور تھی کہ کسی طرح وہ بھی اپنے اس ارادہ سے باز آئے اور حرمت خانۂ کعبہ کو ضائع نہ کرے مگر وہ ایک دنیا دار آدمی تھا کب اس کی پروا کرتا۔

اب آخری جواب سنیئے کہ جب جناب امام حسینؑ نے مکہ بروز ترویہ یعنی آٹھویں ذی الحجہ کو سفر کیا ہے جس روز سے اعمال حج شروع ہوتے ہیں تو عبد اللہ بن جعفر نے عمرو بن سعید حاکم مکہ سے ایک خط امان کا لیا ہوا و یحییٰ [illegible] حاکم مکہ یحییٰ ابن سعید روانہ خدمت اقدس امام ہوئے:۔

فلحقاه وقرأ عليه الكتاب وجهدا ان يرجع فلم يفعله وكان مما اعتذر به اليهما ان قال اني رأيت رؤيا رأيت فيها رسول الله وامرت فيها بامر انا ماض له على كان اولي فقالا ما تلك الرؤيا فقال ما حدثت بها احدا وما انا محدث بها احدا حتى القى ربي۔ (تاریخ [illegible] جلد ۲)

یعنی عبد اللہ بن جعفر و یحییٰ بن سعید حاضر خدمت ہوئے اور خط ابن سعید حاکم مکہ کا سنایا اور کوشش کی کہ آپ پلٹ چلیں مگر حضرتؑ نے نہ مانا اور منجملہ اُس کے جو حضرتؑ نے اپنا عذر عدم مراجعت میں ظاہر کیا یہ بھی تھا کہ میں نے ایک خواب دیکھا ہے جس میں رسول اللہ نے ایک حکم دیا ہے میں اس کو انجام دوں گا خواہ اس میں میرا نفع ہو یا میرا ضرر۔ ان دونوں نے پوچھا وہ خواب کیا ہے حضرتؑ نے فرمایا نہ میں نے اسکو کسی سے بیان کیا ہے نہ بیان کروں گا یہاں تک کہ اپنے رب سے ملاقات کروں۔

اس زمانہ کے خوارج تو اس خواب پر ضرور مضحکہ کریں گے اور اس کو خواب و خیال بتائیں گے مگر جو شخص وارث ابراہیم خلیل اللہ ہو اور سارے انبیاء کا وارث وہ تو اس خواب کو ویسا ہی واجب التعمیل سمجھے گا جیسا کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ نے اپنے فرزند اسمٰعیل کے ذبح میں اُسکی تعمیل کی۔

حضرت عبد اللہ بن جعفر کی نظر بھی ظاہری امور پر ہے اور انکے اختیار میں یہی تھا کہ حاکم مکہ سے خط امان لیں جسکو انجام دیا مگر وہ علم آپ کو کیونکر ہو سکتا تھا جو جناب امام حسینؑ کو ہر طرح سے حاصل تھا کیونکہ اگر حاکم مکہ کچھ کر سکتا تھا تو یہی کہ کسی وجہ سے حضرتؑ پر تشدد نہ کرتا اور آپ کو تکلیف نہ دیتا۔ مگر یزید کا حکم جو دوسری طرح سے انجام پاتا اس کو کیونکر روک سکتا تھا کیونکہ سب کو معلوم ہے یزید نے حاجیوں کے لباس میں کچھ لوگوں کو شام سے روانہ کیا تھا جو حضرت کو حالت حج میں اسیر کریں یا قتل پھر اس کو وہ کیونکر روک سکتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ جب فرزدق نے حضرتؑ سے وجہ تعجیل پوچھا ہے تو آپ نے فرمایا لولا اعجل لاخذت کہ اگر میں جلد نہ نکلتا تو گرفتار ہو جاتا۔

یہاں ہر شخص غور کر سکتا ہے کہ یوں تو عموماً مکہ میں جنگ و پیکار کی ممانعت ہے، اور حالت حج میں تو بجز کپڑوں کے کہ ایک ردا ہو ایک لنگ کسی شے کے ساتھ رکھنے کا حکم نہیں ایسی حالت میں جناب امام حسین علیہ السلام اپنے کو کیونکر بچا سکتے تھے کیونکہ یہ لوگ وہی ہیں جن کو بجز دنیا کوئی مطلب نہیں۔ ابھی ابن الزبیر سے جنگ ہو چکی ہے۔ پھر دو ہی صورت تھی یا امام حسینؑ جنگ کرتے جو خلاف شریعت تھا یا بے اختیار ہو کر قید ہوتے یا قتل ایسی ذلت کی موت یا قید کو کون عاقل قبول کر سکتا ہے۔

لہذا ہر عاقل یہی کہے گا کہ جناب امام حسینؑ نے جو کام کیا وہی حکم عقل و شرع تھا اور کوئی شخص دیندار ہو کر ایسے حال میں نہیں رہ سکتا تھا۔ جس سے یہ نتیجہ پیدا ہو کہ حرمت خانۂ کعبہ ضائع ہو۔

رہا یہ خیال کہ حرمت خانۂ کعبہ کہاں باقی رہی جب ابن الزبیر نے وہ کام کیا تو اس کا جواب یہ ہے کہ اسکے ذمہ دار وہ لوگ ہیں جو اسکے مرتکب ہوئے نہ امام دنیا میں تو ہزاروں قسم کے فسق و فجور ہوتے ہیں انبیاؑ و رسل پر اسکا کیا الزام۔

یہی وجہ تھی کہ جب ابن الزبیر نے حضرتؑ سے اسکی خواہش کی کہ آپ مجھے اپنا نائب بنائیں تو آپ نے بالکل انکار کیا کیونکہ اگر وہ نائب قرار پاتا تو اسکے کل افعال کے ذمہ دار حضرت ہی قرار پاتے حالانکہ حضرت خوب جانتے تھے کہ یہ بھی یزید ثانی ہے کیونکہ واقعات جنگ جمل و صفین سب آپکے پیش نظر تھے کہ جناب امیرؑ کی بیعت سب سے پہلے طلحہ و زبیر نے کی اور سب سے پہلے انھیں دونوں نے نکث بیعت کیا اور زبیر کا بہکانے والا یہی عبد اللہ تھا پھر کیونکر آپ اس کے مشورہ کو قبول کرتے۔ آپ تو جانتے تھے کہ اس کو قابو ملے گا تو کسی طرح یزید سے کم نہ ہو گا پھر کیونکر آپ اسکی رائے مان سکتے تھے۔

ہم جیسا کہ پہلے بیان کر چکے ہیں نبی اور امام کا کام خلق اللہ کی ہدایت ہے خواہ انکی اقتدار حاصل ہو یا نہ ہو اگر سلطنت ہے یا جہاد تو اس میں بھی انکی نظر رضائے باری پر رہے گی نہ ذاتی منافع پر جو ناجائز طریقہ سے حاصل ہو اگر اسکا نمونہ تم دیکھنا چاہتے ہو تو جناب امام حسینؑ کی سیرت و اخلاق پر نظر کرو کہ کس طرح آپ اسلام کی حقانیت اور روحانیت کا ہر پہلو سے لحاظ رکھتے ہیں۔

آپ کو خوب معلوم تھا کہ جب تک ہم مکہ میں ہیں ابن الزبیر کی خلافت نہیں چل سکتی ہمارے مقابلہ میں کوئی فروغ اس کو نہ ہو گا جس کو آپ نے ظاہر کر دیا جس کے یہی مطالب ظاہر ہیں کہ اگر ہم زمام خلافت کو اپنے ہاتھ میں لیں تو کم سے کم اہل حجاز ضرور مطیع و منقاد ہوں گے مگر اس کا بھی آپ کو علم ہے کہ بغیر جنگ کے مکہ معظمہ میں چارہ نہیں جس سے حرمت اس کی برباد ہو گی۔ پھر جو شخص نائب رسول ہے وہ خلاف شریعت کیونکر اسکو گوارہ کر سکتا ہے۔

دوسرے حضرت یہ بھی جانتے ہیں کہ اہل مکہ گو اس وقت مطیع ہوں گے مگر کہاں تک وہ سچے مطیع ہو سکتے ہیں کیونکہ انکے آباؤ اجداد تو سب جناب امیرؑ کے ہاتھوں قتل ہو چکے ہیں وہ مادہ انتقام ان کے دلوں سے کہاں گیا ہے کیونکہ یہی وجہ تو جناب امیرؑ کو لوگوں نے خلیفہ نہ ہونے دیا۔

تیسرے آپ کو یہ بھی معلوم ہے کہ خلفائے ثلاثہ کے زمانہ سے انکے اخلاق و عادات بگڑے ہوئے ہیں، حق کی طرف کسی طرح مائل نہیں ہوتے فتنہ و فساد و مخالفت شرع پر تلے ہوئے ہیں۔ پھر اُن سے کیا امید ہو سکتی ہے کہ یہ حق کی

رفاقت کریں گے۔

چوتھے یہ بھی تو آپ کو معلوم تھا یہ ملک زرخیز نہیں ذریعۂ معاش یہاں کوئی نہیں اگر کچھ لوگ فراہم بھی ہونگے تو نتیجہ کیا ہوگا چند روز کے بعد ساتھ چھوڑ دیں گے اور وہی نتیجہ ہوگا جو ہوا چنانچہ عبداللہ ابن زبیر کو بھی یہی معاملہ پیش آیا پھر کیونکر آپ وہاں قیام کرتے۔

نظر بریں حالات حضرت نے اُسوقت تک یہاں قیام کیا جو اتمام حجت کے لیئے ضروری تھا اور جب آپ ہر طرح مایوس ہوئے کہ صحابہ کسی طرح حق کی طرف راجع ہوں گے اور آپ کا یہ خیال کہ اگر یہاں میں رہا تو گرفتار ہو جاؤں گا حد یقین پہونچا تو آپنے یہاں کے قیام کو ترک کیا اور جانب منزلِ مقصود روانہ ہوئے۔

مصالح قیام امام علیہ السّلام مکہ میں

امام مظلوم کا یہ قیام اور اس مجبوری سے قیام خانۂ کعبہ کو ترک کرنا اس قدر مصالح پر مبنی تھا کہ احاطہ اُن مصالح کا ناممکن ہے مختصراً بعض مصالح کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے مگر یہ ملحوظ رہے کہ اصل الاصول مصالح امام اتمام حجت ہے نہ حصول سلطنت لہذا پہلی مصلحت یہ تھی کہ جو صحابہ اور تابعین اُس وقت موجود تھے۔ کیونکہ سوائے صحابہ و اُس زمانہ میں کوئی نہ تھا وہ اس اختلاف اور مخالفت کو سمجھے کہ جب فرزند رسول اس خلافت اور اس بیعت سے ناراض ہیں۔ لہذا یہ خلافت کسی طرح صحیح نہیں کیونکہ عمر صاحب کے بیٹے عبداللہ نے اسی عذر پر جناب امیرؑ کی بیعت نہیں کی تھی کہ بوجہ مخالفت معاویہ ابھی پورا اجماع نہیں نہیں ہوا۔ بس اگر وہ لوگ امام مظلوم کو عیاذاً باللہ معاویہ کے درجہ کا بھی صحابی جانتے تو اس خلافت سے پرہیز کرتے اور ساتھ نہ دیتے تو حضرت نے طول قیام سے یہ حجت بھی تمام کردی کہ بموجب قاعدہ تم نے بنایا ہے اُس سے بھی یہ خلافت ناجائز ہے۔

دوسرے حضرت نے مدینے سے کوچ کرکے اور مکہ میں پناہ لے کر بتادیا تھا کہ آپ پر کیسا ظلم ہوا کہ آپنے وطن چھوڑا گھر بار چھوڑا۔ روضۂ رسولؐ کو چھوڑا خانۂ خدا میں پناہ گزیں ہوئے صرف یہی دیندار وں کے تنبیہ کو کافی تھا کہ آخر فرزند رسولؐ پر کیا ظلم ہوا کہ آپنے وطن چھوڑ کر خانۂ خدا میں پناہ لی ہے۔

تیسرے طول قیام سے لوگ نتیجہ نکالتے کہ آخر اتنے عرصہ تک آپنے کیوں مکہ میں قیام کیا حالانکہ حدیث من مات ولم یعرف امام زمانہ مات میتۃ جاھلیۃ مسلم الثبوت حدیث بین الفریقین ہے جس سے یا تو امام حسین علیہ السلام کی شان میں عیاذاً باللہ سوء ظن ہوتا کہ معاذ اللہ حضرت نے امام زماں سے مخالفت کی یا ان مسلمانوں کے ایمان میں کلام ہوتا ہے جو اُس وقت موجود تھے اور کسی نے حضرت کی نصرت نہ کی

چوتھے اس طول قیام میں یہ بھی مصلحت ہو سکتی ہے کہ صحابہ اور تابعین کو کوئی عذر کا موقع نہ رہے کہ یہ امر دفعۃً بلا اطلاع و بلا علم واقع ہوا۔ اس لیے آپنے اپنا قیام کیا کہ اب بھی صحابہ سمجھیں حق کدھر ہے اور کیا ہے؟۔

پانچویں یہ کہ اس عرصہ میں پورا سامان جنگ مہیا ہو سکتا تھا اطراف و جوانب سے لشکر جمع ہو سکتا تھا آلات حرب فراہم ہو سکتے تھے جس کے بعد پورے طور سے حق کی نصرت کی جا سکتی تھی۔ مگر افسوس بجز اُن چند

نفس کے جو حضرتؑ کے ساتھ تھے ایک صحابی یا تابعی میں حمیت اسلامی نہ تھی جو اس طرف توجہ کرتا۔

یہاں جواب دیئے سکتے ہیں۔ کہ صحابہ اُس وقت کمزور تھے یا تعداد انکی ناکافی تھی جو نصرت کرتے مگر واقعات مابعد اسکو غلط ثابت کرتے ہیں کیونکہ یہی صحابہ تھے جنھوں نے ایک سال بعد یزید کو خلافت سے خلع کیا اور مدینہ میں پوری طور سے لڑائی ہوئی۔ اگر آج وہی لوگ فرزند رسولؐ کا ساتھ دیتے تو کیا کوئی کہہ سکتا ہے یہ واقعہ اس آسانی سے ہو جاتا۔

اس سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ اُس زمانہ کے صحابہ و تابعین کے دلمیں کسقدر ایمان تھا اور کسقدر اسلام کی محبت کہ سب کے سامنے فرزند رسول اس طرح دن دوپہر قتل کیا گیا۔ اور کسی نے اُف نہ کیا۔

جناب امام حسین علیہ السلام کا قصد عراق کرنا روز ترویہ ۸ ذی الحجہ جس روز سے اعمال حج شروع ہوتے ہیں کہ حاجی لوگ احرام باندھ کر جانب منیٰ روانہ ہوتے ہیں اور امام حسین علیہ السلام جانب عراق خون بار ہے کہ آپؑ کیا گذرتی تھی۔

کیونکہ ماہ شعبان سے مقیم خانہ کعبہ تھے جس سے آپ سمجھ سکتے ہیں کہ کس درجہ آپ کو شوق حج کا ہوگا۔ اور صرف دو روز اتمام حج کو باقی ہے کہ ۸ ذی الحجہ کو آخر وقت منیٰ جائیں شب کو وہاں قیام ہے صبح کو عرفات جائیں دسویں کو منیٰ میں قربانی کر کے محل ہو جائیں۔ اور دو روز وہاں قیام ہے۔ مگر فرزند رسولؐ کو اتنی مہلت نہ ملی اور بہ مجبوری آپ کو خانہ کعبہ چھوڑنا پڑا۔

مگر غور کیجئے تو اس میں بھی عجب مصلحت تھی کیونکہ تمام حاجیوں کا مجمع ہے صحابہ و تابعین جمع ہیں مسلمانوں کے سوا ایک متنفس بھی نہیں۔ سب اسلام کے مدعی ہیں اعمال حج کے لیئے زحمتیں اُٹھا رہے ہیں اور فرزند رسول اس جبر و تشدد سے خانۂ کعبہ کے حج کو چھوڑ کر اپنے قتل گاہ کی طرف جا رہا ہے۔ مگر ان حاجیوں اور صحابیوں اور تابعین میں کوئی ایسا مسلمان نہیں جس کے دل میں رسول کی اتنی محبت ہوتی کہ وہ فرزند رسولؐ کی حمایت اور نصرت کو جزو ایمان سمجھتا اور نصرت کرتا بجز اُن چند نفس کے جو امام مظلوم کے ساتھ تھے۔

اگر اہل فہم صرف اس واقعہ پر غور کریں اور اُسکے نتیجہ پر پہونچیں تو اُنکو معلوم ہو سکتا ہے صحابہ کیسے مسلمان تھے اور کیسے ایماندار کہ فرزند رسولؐ کی اس مصیبت پر کسی کو رحم نہ آیا اور کسی کے ایمان نے اتنا اثر نہ دکھایا کہ وہ حج کو ترک کر کے نصرت امام مظلوم کرتا جس کو سب جانتے ہیں کہ دنیا میں یہی ایک فرزند رسول ہے۔

نہ اُن صحابہ کے دل سے وہ حدیثیں فراموش ہوئی تھیں جنھیں خود اپنے کانوں رسول اللہ سے سنا تھا نہ وہ آیتیں قرآن کی بھولے تھے جو خدا نے بذریعہ روح الامین نازل کیئے اور حضرتؐ نے اُن کی تبلیغ کی نہ وہ واقعات اور وہ حالات بھولے تھے جنھیں بچشم خود دیکھا تھا کہ کس طرح رسول اللہ ان حضرات سے محبت کرتے اور تمام عالم پر اُن کی محبت و اطاعت کو فرض بتاتے۔

اگرچہ صحابہ کا فرض تو یہی تھا کہ جس وقت یزید کا پیغام بغرض طلب بیعت آیا تھا اور امام نے مدینہ

چھوڑنے کا مصمم ارادہ کیا اُسی وقت وہ نصرت فرزند رسول پر آمادہ ہوتے اور اپنی جانوں کو نثار کرتے اور مدینہ سے نکلنے دیتے۔ مگر وہاں اگر چوکے تھے تو یہاں اس کی تلافی کرتے کہ مکہ سے نہ جانے دیتے اور اگر یہ نہ ہو سکتا تھا کہ حج ترک کرتے حالانکہ آخر امام نے بھی بدرجۂ مجبوری حج کو ترک کیا تھا تو بعد حج وہ پہونچ سکتے تھے اور عین معرکہ میں امداد کر سکتے تھے چنانچہ جن مسلمانوں کے دل میں دردِ دین تھا وہ پہونچے اور انھوں نے سعادت حاصل کی اور امام پر اپنی جان قربان کی۔

مگر ہائے کس دل میں دردِ ایمان تھا کس دل میں محبت رسول تھی سب بندہ درہم و دینار تھے جب تک حصول دنیا کی امید تھی یہی صحابہ لڑتے رہے اور جان دیتے رہے جب اسطرف سے ناامید ہوئے تن آسانی اور خواہش زندگانی نے کل سعادتوں سے محروم رکھا اور شقاوت ازلی سے کامیاب ہوئے۔

جناب سید الشہداء روحی لہ الفداء کا اس اعلان اور اس جہاد سے خانہ کعبہ سے تشریف لے جانا محض تجویز حقیقی تمام حجت تھا کہ کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ ہمکو آپ کے حقیقی غربت کی خبر نہ معلوم ہوئی ہم کو یہ نہ معلوم ہوا امام پر کس نے ظلم کیا اور کون ستارہا تھا اسی لیے حضرت نے ایسے موقعہ پر یہ سفر پرخطر اختیار فرمایا کہ کوئی عذر نہ کر سکے کوئی اپنی لاعلمی و تعطیت کو حیلہ نہ قرار دے بلکہ سب کو معلوم ہو کہ فرزند رسول خانہ کعبہ میں بھی جو عام خلائق کے لیے جائے امن ہو نہ بچنے پایا۔

اب مختصراً اصحاب کے وہ حالات بھی سُن لیجئے کہ جس سے احترام خانہ کعبہ کے لیے امام علیہ السلام نے اس تعجیل سے ترک قیام فرمایا اُسی خانہ کعبہ کو صحابہ اہلسنت نے محض حصول دنیا کے لیے کس طرح بے حرمت کیا کیونکہ عبداللہ بن زبیر کا حال سُن چکے ہیں جو زبیر کا بیٹا ہے اور ابوبکر صاحب کا نواسہ وہ کس بیچینی سے اسکا منتظر ہے کہ امام علیہ السلام جلد اس ملک کو خالی کریں کہ ہم اپنا جال پھیلائیں۔

خطبہ ابن الزبیر و بیعت اہل مکہ

قبل از واقعہ کربلا جو کچھ ابن الزبیر نے خانہ کعبہ میں خونریزی کیا تھا اسکا حال تو آپ کو معلوم ہو چکا۔ جناب امام حسین علیہ السلام شہید ہو گئے تو اب خاصا موقع کامیابی کا اسے حاصل ہوا کہ اس ذریعہ سے لوگوں کو یزید سے برگشتہ کر کے اپنے حلقہ میں لائے چنانچہ تاریخ کامل علامہ ابن اثیر میں ہے:۔

وبویع بمکۃ بعد قتل الحسین فانہ لما بلغہ قتل الحسین قام فی الناس فعظم قتلہ وعاف اھل الکوفۃ خاصۃ واھل العراق عامۃ فقال بعد حمد اللہ و الصلوۃ علی رسول اللہ ان اھل العراق غدر اء فجزاء الا قلیلا وان اھل الکوفۃ شرار اھل العراق وانھم دعوا الحسین

کہ ابن الزبیر کی بیعت مکہ میں کی گئی۔ بعد قتل امام حسینؑ کیونکہ جب ابن الزبیر کو حضرت کے شہادت کی خبر معلوم ہوئی تو خطبہ دینے کھڑا ہوا جس میں اس واقعہ کی عظمت بیان کی اور تمامی اہل عراق کی عام طور پر اور اہل کوفہ کی خاص طور پر مذمت کی چنانچہ بعد حمد و نعت کہا کہ اہل عراق غادر و فاجر ہیں مگر قلیل اور اہل کوفہ بدترین اہل عراق ہیں۔ انھوں نے دعوت کیا امام حسینؑ کو کہ انکو

لينصروه ويولوه عليهم فلما اقدم عليهم
ثاروا عليه فقالوا اما ان تضع يدك في
ايدينا فنبعثك الى ابن زياد بن سمية فيمضي
فيك حكمه واما ان تحارب فرأى والله انه
هو واصحابه قليل في كثير وان كان الله لم يطلع
على الغيب انه مقتول ولكنه اختار الميتة
الكريمة على الحياة الذميمة فرحم الله الحسين
واخزى قاتله لعمري لقد كان من خلافهم
اياه وعصيانهم ما كان في مثله واعظ وناه
عنهم ولكنه ما قدر نازل واذا اراد الله
امرا لم يدفع افبعد الحسين نطمئن الى
هؤلاء القوم ونصدق قولهم ونقبل لهم
عهدا لا والله لا نراهم لذلك اهلا
اما والله لقد قتلوه طويلا بالليل قيامه
كثيرا في النهار صيامه احق بما هم فيه
منهم واولى به في الدين والفضل اما والله
ما كان يبدل بالقرآن غناءً ولا بالبكاء من
خشية الله حداءً ولا بالصيام شرب الخمر ولا
بالمجالس في حلق الذكر الركض في تطلاب الصيد يعرض بيزيد
فسوف يلقون غيا فثار اليه اصحابه فقالوا
اظهر بيعتك فانه لم يبق احد اذ هلك
الحسين ينازعك هذا الامر وقد كان يبايع
سرا ويظهر انه عائذ بالبيت فقال لهم لا تعجلوا

(ص۴۰ ج۴)

نصرت کرینگے اور والی اپنا بنائیں گے جب وہ وہاں تشریف
لے گئے تو سب مخالف ہو گئے کہنے لگے یا تو ہماری اطاعت کرو کہ
ابن زیاد کے پاس بھیجدیں وہ جو چاہے حکم جاری کرے یا ہم سے
جنگ کرو۔ پس امام حسینؑ نے اپنے اصحاب کو دیکھا کہ وہ بہت
ہی قلیل ہیں بمقابلہ کثیر ہیں اگرچہ خدا نے کسی کو غیب پر نہیں
مطلع کیا تھا کہ وہ ضرور قتل ہوں گے۔ لیکن امام حسینؑ نے
بزرگانہ موت کو اختیار کیا اس ذلیل زندگی پر پس خدا
اُن پر رحم کرے اور اُن کے قاتلوں پر عذاب۔ قسم اپنی
زندگی کی۔ لوگوں کی مخالفت اور نافرمانی امام حسینؑ سے
ایسا امر ہے کہ لوگ اس سے عبرت لیں اور نصیحت پکڑیں
مگر جو تقدیر ہے وہ جاری ہوتی ہے اور ارادہ خدا کو کوئی
بدل نہیں سکتا۔

کیا بعد شہادت امام حسینؑ ہم اس قوم پر اطمینان کر سکتے
ہیں اور اُنکے قول و عہد کو قبول کر سکتے ہیں لا واللہ ہرگز
وہ اس کے اہل نہیں ہیں قسم خدا کی انھوں نے ایک ایسے
شخص کو قتل کیا ہے جو راتوں کو عبادت خدا کے ساتھ
قیام کرتا اور تمام روز روزہ رکھتا ہر طرح سے وہ مستحق اور
لائق تھے اس خلافت کے نہ وہ قرآن کو تبدیل کر کے گمراہی کی
بات کرتے نہ خوف خدا سے گریہ و بکا کو بیہودہ باتوں سے بدلتے
نہ روزہ کے بدلے شراب پیتے نہ بجائے ذکر خدا شکار کی لغو
بازی کرتے اس تقریر سے ابن الزبیر نے تعریض کیا
یزید پر پس کھڑے ہوئے اصحاب ابن الزبیر اور کہا تم اپنی
بیعت ظاہر کرو جب شہید ہو گئے امام حسینؑ تو اب کوئی
مخالف نہیں رہا۔

ابن الزبیر حالانکہ مخفی طور سے لوگوں سے بیعت لیتے تھے مگر ظاہر یہ کرتے تھے کہ وہ تو خانۂ خدا میں پناہ
گزیں ہیں لہٰذا انہے اصحاب کے جواب میں کہا ابھی جلدی نکرو

اس عبارت سے جہاں یہ معلوم ہوا کہ ابن الزبیر نے شہادت امام حسین کو اپنی کامیابی کا ذریعہ قرار دیا کہ خطبہ

پڑھ پڑھ کے لوگوں کو یزید سے نفرت دلانا شروع کیا کہ وہ ایسا ظالم و سفاک ہو کہ اُس نے فرزند رسولؐ کو شہید کر ڈالا پھر اُس پر کیونکر کوئی اعتماد کر سکتا ہے یا اسکے قول و قرار پر اعتبار ہو سکتا ہے ہاں یہ بھی معلوم ہوا کہ ابھی تک یہ خلیفۂ اہلسنت جنکی صحت خلافت میں کسی کو عذر نہیں تقیہ بازی اور جعلسازی کر رہا ہے کہ چپکے چپکے تو لوگوں سے بیعت لے رہا ہے اور ظاہر یہ کرتا ہے کہ ہم تو خانۂ خدا میں پناہ گزیں ہیں اس پر بھی اہلسنت کا اعتراض تقیہ پر عجیب ہے۔

اب یہاں سوال یہ ہے کہ عبد اللہ بن زبیر سنت کے نزدیک صحابی رسولؐ ہو اور زبیر کا بیٹا ہے جس کو حواری رسولؐ کا خطاب دیا گیا ہے زبیر کی ماں صفیہ بنت عبد المطلب ہیں اور عبد اللہ بن زبیر کی ماں اسماء بنت ابوبکر ہیں کیا ان پر محبت و ولایت اہلبیت طاہرین لازم نہ تھی جو امام حسین علیہ السلام کی نصرت کرتے اور حضرت کے ساتھ سفر عراق اختیار کرتے کیونکہ یہ تو خود وہ اپنے خطبہ میں بیان کرتے ہیں کسی کو یہ غیب نہیں معلوم تھا کہ حضرت امام حسینؑ ضرور شہید ہوں گے لہذا جس طرح امور تقدیر تابع تدبیر ہوتے ہیں اسی طرح امام کی شہادت بھی تابع تدبیر تھی کہ اگر کل صحابہ آپ کی نصرت کرتے اور آپ کا ساتھ دیتے تو جس طرح رسول اللہ اپنے غزوات میں مظفر و منصور ہوئے امام حسینؑ بھی مظفر ہوتے مگر یہ صحابہ کی ایمان داری تھی کہ انھوں نے ساتھ چھوڑ دیا اور فرزند رسولؐ کو تنہا ذبح ہونے دیا اور اُس کو اپنی کامیابی کا ذریعہ قرار دیا کیا اس کے بعد بھی کوئی کہہ سکتا ہے کہ صحابہ مسلمان تھے حضرت کے قیام مکہ کو اپنی کامیابی میں مخل پاکر ناگوار ہو رہے ہیں۔ چاہتے ہیں کہ جس طرح ہو آپ مکہ خالی کریں رائے دے رہے ہیں مشورہ دے رہے ہیں یہاں تک کہ حضرت نے سفر غربت اختیار کیا اور شہید ہوئے اور وہی شہادت اُن کی کامیابی کا ذریعہ ہوا

یہاں پھر دیکھو معصوم و غیر معصوم کا فرق معلوم ہوگا کہ امام حسینؑ نے اول ہی روز مردانہ وار بیعت یزید سے جو خلاف شرع تھا انکار صریح کیا اور ولید کے پاس سے حجت تمام کر کے اُٹھ آئے اور ابن الزبیر نے یہی کام مکر و حیلہ کیا کہ اب آتا ہے تب آتا ہے ہزاروں گالیاں سنیں اور سفارشیں بہم پہونچائیں قسمیں کھائیں کہ آتا ہوں آخر مدینہ سے فراری ہوا۔ کیا یہ فرق بیّن نہیں ہے

جناب امام حسینؑ نے مکہ میں قیام فرما کر نہ کسی قسم کی سازش کی نہ مکر و فساد اور ابن الزبیر جب روز سے آیا انواع و اقسام کا فساد کر رہا ہے اپنے بھائی عمر کو کوڑوں سے مروا دیا۔ ہزاروں کا خون کیا جس سے حرمت خانۂ کعبہ ضائع و برباد ہوئی۔

جناب امام حسینؑ تابع مرضی باری ہیں جو حکم خدا اور رسولؐ ہے اسکو انجام دے رہے ہیں نہ کسی کا مشورہ سنتے ہیں نہ کسی کی رائے بلکہ عزم مستقل پر ثابت قدم ہیں کہ جب تک دین اسلام پر کوئی آفت نہیں آتی خانۂ کعبہ میں مقیم ہیں۔ ادھر خونریزی ہونے کا خطرہ ہوا اور آپ نے بالاعلان سفر کیا۔

ابن الزبیر سب کو دھوکا دے رہا ہے نہ بیعت یزید سے بالکل انکار کر رہا ہے نہ اقرار بلکہ ہر طرح کا مکر و حیلہ کر رہا ہے اور تمامی مخلوقات کو دھوکا دیتا ہے۔

جناب امام حسینؑ احکام خدا کو بیان کر رہے ہیں کہ ایک مینڈھے کی ذریعہ سے حرمت اس خانۂ خدا کی برباد

ہوگی خود ابن الزبیر سے صاف صاف کہہ دیا کہ حضرت رسولخدا کا یہ ارشاد ہے۔

ابن الزبیر خود امام ؑ کو بھی دھوکا دے رہا ہو کہ نہ حدیث رسولؐ کی سماعت کرتا ہے نہ اُس کے وعید کی بلکہ کبھی تو یہ مشورہ دیتا ہے کہ اگر جیسے دوست آپکے کوفہ میں ہیں میرے ہوتے تو میں کہیں نہ جاتا سیدھا وہیں چلا جاتا۔ پھر بخوف تہمت کہتا ہے کہ آپ یہیں قیام فرمائے ہمکو نائب بنائے ہر طرح سے ہم امداد کریں گے جس سے اس کا مقصود یہ ہے کہ حضرتؑ کو دھوکہ دیں۔

جناب امام حسینؑ کل حالات پوست کندہ بیان فرماتے ہیں کہ یہ ہمارے قیام سے خار کھاتا ہے چاہتا ہے کہ ہم نکل جائیں کیونکہ جب تک ہم رہیں گے کوئی اسے نہ پوچھے گا۔

ابن الزبیر جانتا ہے حضرت اُسکے مکر وحیلہ سے بے خبر ہیں حالانکہ سب حال آپ کو معلوم ہے مگر جو مصلحت آپ کو داعی ہے کہ جان جائے تو جائے مگر احکام الٰہی نہ مٹنے پائے وہ آپ کو مجبور کرتے ہیں کہ آپ وہ راہ اختیار کریں جس سے حکم خدا و رسولؐ کی تعمیل ہو اور تمام عالم پر کفر و اسلام کا فرق منکشف ہو جائے کہ یہ مسلمان نما کافر صحابہ اُن کافروں سے بھی بدتر ہیں جنھوں نے علانیہ خدا اور رسولؐ کو نہ مانا کہ وہ دوسرے سے مخالف رہے اور یہ اقرار و اظہار اسلام کے بعد وہی کام کرتے ہیں جو اُن کافروں کا کام تھا اسی لئے عین روز ترویہ آپنے سفر عراق اختیار کیا کہ اگر کوئی مسلمان ہوگا تو وہ حکم اسلام کی تعمیل کرے گا۔ اور نصرت فرزند رسولؐ میں کوشش کرے گا۔

مگر کہاں تھا کوئی مسلمان اسلام تو زمانہ خلافت خلیفۂ اول سے رخصت ہو چکا تھا اور ہر شخص کو دنیا کی فکر تھی۔

ذکر عبداللہ بن زبیر

اب ہم کچھ مختصر حالات ابن الزبیر یہاں لکھتے ہیں جس سے معلوم ہو کہ اُس نے جو خلافت چند روزہ خانۂ کعبہ میں رہ کر حاصل کیا بھی تو کس ذلت و خواری اور فریب و مکاری سے، تاکہ معلوم ہو کیا کوئی مسلمان ایسی خلافت حاصل کر سکتا ہے؟

علامۂ ابن اثیر تاریخ کامل میں لکھتے ہیں کہ بعد شہادت امام حسینؑ ابن الزبیر کی بیعت شروع ہوئی مگر مخفی کارروائی ہوئی:۔

وعمر بن سعید یومئذ عامل مکۃ	یعنی اس زمانہ میں عمر بن سعید اشدق حاکم مکہ تھا
وھو اشد شیٔ علی ابن الزبیر وھو مع	اور ابن الزبیر پہ نہایت سخت گزرتا تھا اُسکا قیام حالانکہ
ذٰلک یداری و یرفق (صـ)	وہ رفق و مدارا کرتا۔

آخر ابن الزبیر نے کچھ ایسے مکر وحیلے کئے کہ یزید نے عمرو بن سعید اشدق کو معزول کیا اور اس کی جگہ پر ولید کو حاکم مقرر کیا:۔

فدخل علی یزید واعلمہ ماکان	یعنی جب عمرو بن سعید معزول ہو کر یزید کے پاس
فیہ من مکاید ابن الزبیر فعد شاد	گیا تو اس نے سارا حال مکر ابن الزبیر کا بیان کیا جس پ

وصدقہ (تاریخ کامل) یزید نے اُس کا عذر قبول کیا اور تصدیق کی۔

اس سے آپ سمجھ سکتے ہیں کہ ابن الزبیر کس طرح کا دنیادار تھا کیا امام معصوم اس طرح کے مکر و حیلہ سے کام لیسکتے تھے ہرگز نہیں۔

وصیت معاویہ در بارۂ ابن الزبیر

ہاں یہاں آپکو یہ بھی دیکھ لینا چاہئے کہ وہی یزید جس نے امام حسینؑ کو اس بیرحمی سے شہید کرایا۔ ابن الزبیر کے ساتھ کیا سلوک کر رہا ہے حالانکہ معاویہ نے اسکے بارے میں وصیت کی تھی تاریخ کامل میں ہے:۔

واما الذی یجثم لک جثوم الاسد ویراوغک مراوغۃ الثعلب فان امکنتہ فرصۃ وثب فذالک ابن الزبیر فان ھو فعلھا بک نظفرت فقطعہ اربا واحقن دماء قومک۔ (صفحہ ۱)

معاویہ نے کہا جو شخص مثل شیر کے حملہ کرے گا اور مثل لومڑی کے فریب دیگا وہ ابن الزبیر ہے اگر تجھے اُس پر ظفر حاصل ہو تو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالنا اور اپنی قوم کی حفاظت کرنا۔

یہ ہے معاویہ کی وصیت اور وہ ہے ابن الزبیر کی شرارت کہ مدینہ سے بھاگ کر مکہ گیا اور وہاں یزید کے لشکر کو جو مکہ آیا تھا قتل کیا مگر اس پر بھی یزید کا برتاؤ اسکے ساتھ یہ ہے کہ تاریخ کامل میں ہے:۔

فلما استقر عند یزید ما قد جمع ابن الزبیر بمکۃ من الجموع اعطی اللہ عھد الیوثقنہ فی سلسلہ فبعث الیہ سلسلۃ من فضۃ مع ابن عطاء الاشعری وسعد واصحابھما لیاتوہ بہ فیھا وبعث معھم برنس خز لیلبسوہ علیھا لئلا تظھر للناس۔ (صفحہ)

کہ جب یزید کو بخوبی معلوم ہوا کہ ابن الزبیر نے مکہ میں کچھ فوج جمع کی ہے اُس نے خدا سے عہد کیا کہ ابن زبیر کو قید کرے گا۔ بس چاندی کی زنجیریں بنوا کر ابن عطاء اشعری اور سعد کے ساتھ بھیجا کہ اسکو گرفتار کر کے اُنہیں لائے اور ایک ٹوپی دی کہ اوپر سے پہنا دیں تاکہ لوگوں پر نہ ظاہر ہو کہ اُسکے ہاتھ پاؤں اور گلے میں زنجیر پڑی ہے۔

اس برتاؤ سے تو آپ سمجھ سکتے ہیں کہ ابن الزبیر کی آخر یہ عزت کیوں کی گئی اسی وجہ سے کہ وہ صحابی ہو اور صحابی زادہ حضرت ابوبکر کا نواسہ اس لئے اس کے واسطے یہ سامان کیا گیا اور جناب امام حسینؑ کے واسطے جو فرزند رسول تھے وہ سامان کیا گیا جس سے تمام عالم مطلع ہے کہ کس بیرحمی سے شہید کیے گئے اور کس طرح آپ کے اہل حرم قید و اسیر کیے گئے۔

ہیں۔ آپکو اسکی بھی وجہ معلوم ہوگی کہ حضرات اہلسنت میں جو اسقدر جوش حمایت یزید پھیلا ہوا ہے اُسکی یہی وجہ ہے کہ جہاں نواسہ رسول کو اُس نے اس بیرحمی سے شہید کیا وہاں نواسہ ابوبکر کی اُس نے یہ عزت کی حالانکہ اگر عیاذاً باللہ امام حسینؑ پر مخالفت یزید کا جرم قائم کیا گیا تو اس میں دونوں مساوی تھے۔

بلکہ ابن الزبیر کا جرم نہایت وزنی تھا کہ ہزاروں آدمیوں کو یزید کے خاص حرم خدا میں اُس نے قتل کیا اور سال بھر سے فریب و مکر کر رہا ہے تاہم اُسکی یہ عزت کی جاتی ہے صرف اسوجہ سے کہ اہلسنت کے خلیفۂ اول کا نواسہ ہے بخلاف امام حسینؑ کے جو فرزند رسول اللہ ہیں کہ نہ کوئی شخص اس وقت ملت رسول اللہ پر تھا نہ کوئی مسلمان تھا جو فرزند رسول کی حمایت کرتا اور اُن کے خیال سے یزید کو کچھ حسن سلوک کی ضرورت ہوتی اور آگے چلکر آپکو یہ بھی معلوم ہوگا۔ دربار شام میں جہاں امام حسینؑ کا سر کاٹکر اشقیائے امت لے گئے ہیں وہاں ابن الزبیر کا سر بھی گیا ہے مگر امام کے سر سے کیا برتاؤ ہوا اسکا بیان بھی نہیں ہو سکتا اور ابن الزبیر کے سر کے ساتھ کیا سلوک ہوا کہ عورات بنی امیہ نے غسل دیا ہے گود میں لیے روئی ہیں دفن کیا ہے کیا اس کے بعد بھی کوئی کہہ سکتا ہے کہ اُس زمانہ کے مسلمانوں میں جو سب صحابہ تھے یا تابعین کسی قسم کی محبت رسول اللہ سے تھی۔

اس کے ساتھ آپ کو یہ بھی معلوم ہوگا کہ ایک طرف اہلبیت رسولؐ غل و زنجیر میں گرفتار ہیں اور سر امام حسینؑ طشت میں رکھا ہوا ہے یزید بے ادبی کر رہا ہے۔ (تاریخ کامل ص۳۵) ہاں ابو برزہ اسلمی صحابی اعتراض کرتے ہیں کہ اے ملعون یہ کیا ظلم کرتا ہے۔ تو ابو برزہ اس وجہ سے چھوڑ دیے جاتے ہیں کہ صحابی رسولؐ ہیں اور اہلبیت کی نسبت کسی کو یہ بھی خیال نہیں ہوتا کہ وہ فرزند رسول ہیں یہی معاملہ دربار زیاد میں بھی ہوا ہے زید بن ارقم صحابی کے ساتھ (تاریخ کامل ص۳۳) جس سے بخوبی معلوم ہو سکتا ہے کہ اس زمانہ کے صحابہ و تابعین کا ایمان کیسا تھا کہ اہلبیتِ رسولؐ کی تو یہ توہین کی جاتی اور اصحاب کی یہ حرمت۔

دوسرا مکر ابن الزبیر

جب عمرو بن سعید مکہ سے بمکر ابن الزبیر معزول ہوا تو یزید نے ولید بن عتبہ کو حاکم مکہ مقرر کیا اور اس نے آکر انتظام کیا تو ابن الزبیر نے اُسکے ساتھ بھی فریب کیا تاریخ کامل میں ہے:۔

ثم ان ابن الزبیر عمل بالمکر فی امر الولید فکتب الی یزید انک بعثت اجلا اخرق لا یتجہ لرشد و لا یرعوی لعظۃ الحکیم فلو بعثت رجلا سہل الخلق رجوت ان یسہل من الامور ما استوعر منہا وان یجتمع ما تفرق فعزل یزید الولید وولی عثمان بن محمد بن ابی سفیان وھو فتی حدث لم یجرب الامور ولم یحنکہ السن لا یکاد ینظر فی شیء من سلطانہ ولا عملہ (ص۲۱)

ابن الزبیر نے ولید کے بارے میں پھر مکر سے کام لیا کہ یزید کو لکھا کہ یہ آدمی سخت اور تند خو ہے جو نہ کسی کی رائے مانتا ہے نہ مصلحت پر نظر کرتا ہو اگر کوئی شخص نرم مزاج آئے تو ممکن ہے یہ ساری خرابیاں دفع ہوں یزید نے ولید کو معزول کیا اور عثمان بن محمد بن ابو عثمان کو حاکم مقرر کیا جو بالکل نوجوان تھا اور ناتجربہ کار کہ نہ سلطنت کے امور سے واقف تھا نہ حکومت کے امور سے۔

اہلسنت اپنے اس صحابی اور صحابی زادہ بلکہ خلیفہ وقت کے اس جعل و فریب پر تو بہت خوش ہوں گے کہ اس نے اہل مکہ کی طرف سے ایک جعلی خط بنا کر یزید کے پاس بھیجا اور اسے دھوکا دیا کہ وہ اسکے مغالطہ میں آگیا اور ولید کو فوراً معزول کر کے ایک ناتجربہ کار لونڈے کو حاکم بنایا۔

مگر اس سے انکو سخت ملال ہو گا کہ یزید جو انکے یہاں نبی بھی مانا گیا ہے علاوہ اور اقسام فسق و فجور و انواع کفر و نفاق کے خود امور سلطنت میں بھی ایسا خام اور کم عقل تھا کہ ابن الزبیر سے مغالطہ پر مغالطہ کھاتا رہا ایک سال میں دو حاکم معزول کیا اور آخر ایک ایسے ناتجربہ کار کو حاکم بنایا جس سے ابن الزبیر کی ساری مرادیں بن آئیں۔

ہاں یزید کا یہ احسان اہلسنت کی گردن پر ایسا ہے کہ جو کچھ نہ انکی حمایت و طرفداری کریں وہ کم ہے کہ اس نے فرزند رسول کو اس بیرحمی سے شہید کیا ورنہ جس حیثیت سے دیکھا جائے وہ کسی طرح قابل ہمدردی نہیں ہے نہ صاحب دین ہے نہ صاحب عقل و تدبیر مگر اہلسنت اس پر جان دے رہے ہیں۔

محاصرۂ ابن الزبیر

اب میں بخیال طول ان حالات کو یہیں چھوڑ کر محاصرۂ ابن الزبیر پر آتا ہوں کہ یزید نے انکے محاصرہ کو لشکر بھیجا اور اس نے آکر محاصرہ کیا ہو تو ابن الزبیر نے کس طرح خانۂ خدا کی حرمت برباد کی ہے جس سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ جناب امام حسینؑ کیونکر مکہ میں قیام کرتے اور کیونکر ان امور کے مرتکب ہوتے جو کسی مسلمان سے نہیں ہو سکتا ۶۲ھ ہجری میں عثمان بن محمد بن ابو سفیان جب حاکم مکہ ہوا تو اس نے ایک وفد بزرگان مکہ معین کیا جو دربار شام میں یزید کے پاس روانہ کیا گیا یزید نے کچھ انعام و جائزہ دیا مگر وہ لوگ جب واپس آئے تو یزید کے فسق و فجور کو عام طور سے مشتہر کیا اور آخر سب نے یزید کو خلافت سے خلع کیا جس پر یزید نے ایک فوج بھیجا اور ۶۳ھ ہجری میں مدینہ میں قتل عام ہوا اور روضۂ رسولؐ بے حرمت کیا گیا جس کو کچھ تفصیل سے ہم آئندہ بیان کریں گے۔

۶۴ھ وہ یزیدی سپہ سالار مسلم بن عقبہ جس کا نام بعد اس واقعہ کے مسرف بن عقبہ قرار پایا قتل اہل مدینہ سے فارغ ہو کر جانب مکہ روانہ ہوا کہ ابن الزبیر سے جنگ کرے اور خانۂ کعبہ کا محاصرہ کرے اثنائے راہ میں مسلم ملعون واصل بجہنم ہوا جسکے وقت موت کا حال تاریخ کامل میں اسطرح ہے۔

فلما حضرہ الموت احضر الحصین بن النمیر وقال لہ یا برذعۃ الحمار لو کان الامر الی ما ولیتک ھذا الجند ولکن امیر المومنین ولاک خذ عنی اربعا اسرع السیر وعجل المناجزۃ ولا تمکن قریشا من اذنک ثم قال اللھم

کہ جب مسلم کی موت کا وقت آیا تو اس نے حصین بن نمیر کو بلا بھیجا (جو اسی لشکر کا ایک سردار تھا) اور کہا اے بردعۂ انجار اگر میرا اختیار ہوتا تو میں تجھے ہرگز افسر نہ بناتا مگر کیا کروں کہ یزید کا یہی حکم ہے دیکھ چار باتیں یاد رکھنا (۱) جلد کوچ کرنا (۲) لڑائی میں جلدی کرنا (۳) قریش کی باتیں

انی لم اعمل قط بعد شہادۃ ان لا الٰہ الا اللہ وان محمداً عبدہ ورسولہ عملاً احب الیّ من قتلی اہل المدینۃ ولا ارجی عندی فی الاٰخرۃ فلما مات سار الحصین بالناس فقدم مکۃ لاربع بقین من المحرم سنۃ اربع وستین (ص ۴۹)

نہ سنا۔ پھر کہا خدایا تو گواہ رہنا کہ میں نے بعد اقرار شہادتین لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کوئی عمل بہتر اس سے نہیں کیا کہ اہل مدینہ کو قتل کیا نہ اس سے زیادہ محبوب کوئی عمل مجھ سے ہوا جس سے تمام تر آخرت میں امید اجر ہے۔

اس کلام سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ یہ کیسا مسلمان تھا جس نے مدینہ کو غارت کیا روضۂ رسول کو بے حرمت کیا اور وہ اپنے اس عمل کو تمامی اعمال سے بہتر سمجھتا ہے اور آخرت کی ساری امیدیں اسی عمل سے وابستہ مانتا ہے اس پر بھی وہ اہلسنت کے یہاں مسلمان ہے اور نہایت واجب الاحترام کیونکہ صحابی ہے یا تابعی پھر یہ لوگ فرزند رسول کے قتل کو کب کار ثواب نہ مانتے ہوں گے

بہر حال حصین بن نمیر ۲۴ محرم کو مکہ پہونچا اور ابن الزبیر نے اس سے جنگ شروع کی ابن الزبیر کا بھائی منذر اس میں مارا گیا اُسکے بعد فوج شام حملہ آور ہوئی جس سے ابن الزبیر کے لشکر نے شکست کھائی اور خود ابن الزبیر گھوڑے سے گرا مگر اُس کی آواز پر مسور بن مخرمہ اور مصعب جنگ کو نکلے جو دونوں مارے گئے پھر رات ہو گئی اور دونوں فوجیں اپنی اپنی جگہ پر ساکن ہوئیں۔

یہ پہلی لڑائی تھی جس میں ابن الزبیر کے تین آدمی مارے گئے اور فرار کر کے خانہ کعبہ میں پناہ گزیں ہوئے۔ محاصرہ کی کارروائی شروع ہوئی۔ محرم۔ صفر اسیطرح جنگ ہوتی رہی جس سے فوج شام بہت تنگ آئی۔

۳ ربیع الاول سے اہل شام نے منجنیق نصب کی خانہ کعبہ پر آگ برسنے لگی یہاں تک کہ خانہ کعبہ جل گیا اور اہل شام یہ رجز پڑھتے تھے۔

خطارۃ مثل الفنیق المزبد فرمی بہا اعواد ھذا المسجد

خانہ کعبہ کے جلنے میں اختلاف

علامہ ابن اثیر یہاں دو قول لکھتے ہیں ایک تو یہ کہ خود عبد اللہ ابن الزبیر کی فوج جو گرد خانہ کعبہ تھی اسی کی بدولت خانہ کعبہ میں آگ لگی اور پردہ اور لکڑیاں اُس کی سب جل گئیں دوسرا قول یہ ہے کہ اہل شام نے جو منجنیق نصب کی تھی اسکی بدولت خانۂ کعبہ جلا اور اسی قول کی وہ تائید کرتے ہیں کیونکہ بخاری نے صحیح بخاری میں لکھا ہے کہ ابن الزبیر نے خانۂ کعبہ کو اسی طرح جلا ہوا اس لئے چھوڑ دیا کہ لوگ دیکھیں خانہ کعبہ جل گیا ہے جس سے مسلمانوں کے دل اہل شام سے برگشتہ ہوں اور اُن سے جنگ پر آمادہ ہوں۔

محاصرہ ابھی قائم ہی تھا کہ یزید کے موت کی خبر آئی اور حصین بن نمیر روانہ شام ہوا (صفحہ ۴۹)

اگرچہ اس مؤرخ نے صحیح بخاری کی روایت کو زیادہ مستند سمجھا ہے مگر جن لوگوں کو بخاری کی حالت معلوم ہے کہ وہ کس طرح اپنے خلفا اور صحابہ کی طرفداری میں وضعی حدیثیں لاتے ہیں وہ سمجھ سکتے ہیں کہ مؤرخ نے جو پہلا قول لکھا ہے وہ زیادہ قرین قیاس ہے کیونکہ خانہ کعبہ کے ہر چار طرف بدو عرب کے ڈیرے پڑے ہوئے ہیں جو لپے تیزی سے کھانا پکاتے ہیں لہذا انکی شرارت سے اسکا جلنا نہایت قرین قیاس ہے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ابن الزبیر نے قصداً خانہ کعبہ کو جلوادیا اور یہ مشہور کیا ہو کہ یزیدیوں نے جلایا کیونکہ اسکی مکاری اور حیلہ گری سب کو معلوم ہے اور حضرت عائشہ کے سامنے پچاس گواہ جھوٹے تیار کیئے تھے اس پر کہ یہ چشمۂ حوأب نہیں ہے۔

علامۂ ذہبی لکھتے ہیں کہ اس واقعہ میں خانۂ کعبہ کی چھت جل گئی اور اس کے پردے بھی اور دونوں شاخیں اس دنبہ کی جو فدیہ حضرت اسمٰعیل میں ذبح ہوا اور سقف خانہ کعبہ میں بغرض یادگاری آویزاں تھا وہ بھی جل گیا۔ (تاریخ الخلفاء سیوطی صفحہ ۱۴۲)

مسلمانو اہلسنت کو تو اس واقعہ سے کوئی عبرت نہ ہوگی کیونکہ انکا اسلام تو تمام تر خلفا و صحابہ سے متعلق ہے لہذا خانہ کعبہ پر جو کچھ گذرا انکو کوئی ہمدردی نہیں کیونکہ دونوں طرف تو صحابی زادہ ہے اور خلیفۂ وقت یزید خال المومنین معاویہ کا بیٹا ہے ابن الزبیر حضرت ابوبکر کا نواسہ پھر کہیں تو کیا کہیں مگر جو شخص اہل اسلام ہوگا اسکے دل میں تو ہوک اٹھے گی اور درد دل سے آہ کرے گا کہ ان مسلمان نما کافروں نے کس طرح اسلام کو تباہ کیا قرآن کو عثمان صاحب نے جلایا خانہ کعبہ کو ابن الزبیر اور یزیدیوں نے جلایا مدینہ اور روضۂ رسولؐ کو یزید نے غارت کیا اور اس درجہ بے حرمت کیا کہ کوئی کافر بھی اسکی جرأت نہ کرے گا۔

پھر بتاؤ امام حسین علیہ السلام کیونکر مکہ میں قیام کرتے اور کن آنکھوں سے ان حالات کو ملاحظہ کرتے کہ خانۂ خدا اس طرح بے حرمت کیا جائے اور امام دیکھتے رہیں بلکہ خود اسکے باعث ہوں۔ اسی لیے حضرت نے کمال حقانیت سے فرمایا کہ جہاں تک دور اس سے میں شہید کیا جاؤں مجھے پسند ہے بہ نسبت اس کے کہ اس سے قریب ہوں میں کسی طرح اسکو جائز نہیں رکھتا کہ میرے سبب سے اسکی حرمت برباد ہو۔

نہیں نہیں تم اس کا یقین کرو کہ اگر جناب امام حسین علیہ السلام وہاں قیام فرماتے تو شاید کیا یقیناً اس سے زیادہ بیحرمتی خانہ کعبہ کی کیجاتی بلکہ کیا عجب ہے کہ بالکل خانہ کعبہ گرادیا جاتا اور معدوم کر دیا جاتا کیونکہ تم پہلے پڑھ آئے ہو کہ خود ابن الزبیر کے ساتھ کیا برتاؤ کیا کیسی اسکی عزت کی ہے کہ چاندی کی زنجیریں اسکی گرفتاری کو بھیجیں اور تین برس تک کی مہلت دی مگر جناب امام حسین ع کے ساتھ جو برتاؤ کیا گیا وہ بھی سب کو معلوم ہے کہ نہ ایک روز کی مہلت ملی نہ ایک دفعہ بھی مہربانی کی باتیں کی گئیں۔ اور واقعات مابعد سے بھی ظاہر ہے کہ ابن الزبیر کا سر جب شام میں گیا ہے تو کیا سلوک کیا گیا اور سر امام حسینؑ سے کیا سلوک ہوا۔

لہذا یہ امر نہایت درجہ قرین قیاس ہے کہ اگر جناب امام حسین ع وہاں قیام فرماتے اور آپ اس کو

اپنا دار الخلافہ قرار دیتے تو یقیناً خانہ کعبہ کا نشان مٹا دیا جاتا کیونکہ آخر وہ سب مکانات بھی اہلبیت اطہار کے متصل مسجد رسول تھے اور سب کی راہ مسجد رسول سے تھی مٹا دی گئی کہ آج زائرین روضہ رسول کو ہرگز نہیں معلوم ہو سکتا اُن حضرات طیبات کے مکانات کہاں تھے اور کیسے تھے حالانکہ بعد بنائے مسجد بھی ان حضرات کا قیام مدینہ منورہ میں تھا مگر ان مکانات کے نشان کہیں نہیں ملتے تو پھر بھلا خانہ کعبہ کیونکر باقی رہتا اب بھی جو لوگ حج خانہ کعبہ کو جاتے ہیں اُنکو معلوم ہوتا ہے کہ حضرات طیبات کے متعلق جو کچھ آثار تھے کس طرح مٹا دیئے گئے تمام عالم کو معلوم ہے جناب امیرؑ کی ولادت اندرون خانہ کعبہ ہوئی۔ دیوار اُس کی شق ہوئی اُس کے کل نشانوں کو مٹا دیا ہے صرف اختلاف الوان سنگ سے واقف کار مطوفوں سے کچھ حالات معلوم ہوتے ہیں۔

پارہ پارہ ہونا حجر اسود کا

ابن الزبیر کا یہ فتنہ جس سے خانہ کعبہ اس طرح برباد ہوا ایک ایسا عظیم الشان واقعہ ہے کہ آج تک حجر اسود جس کو بوسہ دینا چومنا داخل ارکان حج ہے ان ظلموں پر نشر یاد کرتا ہے نوادر الاصول حکیم ترمذی میں ہے:۔

ورمی الحجر الاسود بالمنجنیق فانصدع حتیٰ ضبب بالفضۃ فھو الیٰ یومنا کذالک وسمع للبیت انین آہ آہ کما فی الاستقصاء (ص ۱۲۰)

یعنی حجر اسود پر منجنیق سے سنگ باری کی گئی جس سے وہ پارہ پارہ ہو گیا اور پھر چاندی میں جڑا گیا جو آج تک اسی حال میں ہے اور خانہ کعبہ سے آہ آہ کی آواز بلند ہوئی۔

جن لوگوں کا اعتراض جناب امام حسینؑ کے سفر عراق پر ہے اُن کا مطلب یہی ہے کہ امام حسینؑ نے مکہ میں کیوں نہ قیام کیا اور اسی کو معرکہ رزمگاہ کیوں نہ قرار دیا کہ خانہ کعبہ تباہ ہوتا مگر آپ کو چند روزہ خلافت تو مل جاتی مگر جو شخص حامل اسرار الٰہی ہو اور حافظ شرع رسالت پناہی ہو وہ کیونکر ایسا کام کر سکتا ہے جس سے احکام اسلام کے تباہ و ضائع ہو گئے کی نوبت ہو کیونکہ حضرت کو تو معلوم تھا جو سبق خلفائے ثلاثہ اپنی امت کو دے گئے ہیں وہ کبھی بھولنے والا نہیں اگر میں اندرون خانہ کعبہ بھی چھپوں تو بھی ممکن نہیں کہ ان یہود ان امت سے نجات ملے جنکو کن لفظوں سے حضرت نے بیان فرمایا کہ اگر میں چیونٹی کے سوراخ میں جا چھپوں تو یہ ہاں سے مجھے نکال لینگے اور اپنی غرض کو پورا کریں گے آپ نے حالات صلح حدیبیہ میں دیکھا ہوگا کہ جب جناب رسالت مآبؐ بغرض حج تشریف لے گئے ہیں جس میں کفار قریش نے حضرؐ کو مکہ کا اور آخر مصالحہ ہوا تو بوقت روانگی حضرت نے یہ اہتمام کیا تھا کہ کسی طرح الآت جنگ ساتھ نہ جائیں جس سے اسکا شبہ ہو کہ آپ بغرض جہاد آئے ہیں بلکہ ہر شخص کو معلوم ہو کہ آپ بہ نیت حج تشریف لائے ہیں مگر عمر صاحب چپکے چپکے فوج کشی کا سامان کرتے تھے کہ وہاں جنگ ہو جائے۔

حضرت نے جب حدیبیہ میں صلح کیا ہے تو عمر صاحب کو بہت ناگوار ہوا اور چاہتے تھے کہ کسی طرح یہ صلح برہم ہو جنگ کیلئے وہ آہستہ آہستہ تلوار بڑھا رہے تھے مگر ناکامیاب رہے۔

جس سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ جو خیال خلیفہ دوم کا تھا وہی آج تک اہلسنت کا خیال ہے کہ نہ احکام شرع

کوئی چیز ہیں نہ دین اسلام کوئی شئے جو کچھ ہے وہ دنیا ہے اور اُس کی حکومت کہ جس طرح بنے اُسکو حاصل کرنا چاہئیے۔

انھیں وجوہ سے امام حسینؑ نے راہ خدا میں شہادت کو قبول کیا کہ بغیر اسکے حفاظت دین ناممکن ہے اور صحابہ اہلسنت نے وہ راہ اختیار کی جس سے دنیا ہاتھ آئے۔

محاصرۂ ثانیہ خانہ کعبہ و قتل ابن الزبیر

یہاں تک تو پہلے محاصرہ کا اجمالی حال تھا کہ یزید کی ابتدائی خلافت سے شروع ہوا اور اس کی موت پر اُس کا خاتمہ ہوا۔

سنہ ۷۲ھ میں عبدالملک بن مروان جو شام میں خلیفہ ہوا تھا حجاج بن یوسف ثقفی کو قتل ابن الزبیر پر نامزد کیا دو ہزار یا تین ہزار فوج لیکر روانہ کعبہ ہوا پہلے وارد مدینہ ہوا جہاں اُس نے ایک شخص کو گورنر مدینہ بنایا جس کی یہ حالت تھی کہ منبر رسولؐ پر بیٹھ کر بکری بھیڑ کا کلہ توڑ کر مغز اس کا نکالتا اور منبر ہی پر بیٹھا بیٹھا کھاتا۔ پھر اُس پر تازے خرمے کھاتا کہ اہل مدینہ کو غصہ آئے۔

اس انتظام کے بعد حجاج نے حج کا احرام باندھا اور لشکر سمیت ماہ ذیقعدہ میں داخل مکہ ہوا وہاں ابن الزبیر بھی آمادہ پیکار تھے نہ خود حج کیا اور نہ حجاج کو اس کی مہلت دی کہ پورے ارکان حج بجا لاتے تب عبداللہ بن عمر نے امارت حج اپنے ہاتھ میں لی کیونکہ حجاج نے عین زمانۂ حج میں منجنیق کو کوہ ابوقبیس پر نصب کردیا تھا اور خانۂ کعبہ پر سنگباری ہو رہی تھی لہذا ابن عمر نے کہلا بھیجا کہ حاجی لوگ دور دور مقام سے بغرض حج آئے ہیں اور تیری منجنیق اس کی اجازت نہیں دیتی کہ وہ لوگ ارکان حج بجا لاسکیں لہذا زمانۂ حج تک یہ سنگباری موقوف کیجائے حجاج نے قبول کیا اور آتشباری موقوف ہوئی جب سب حج سے فارغ ہوئے منادی حجاج نے ندا دینی شروع کی:۔

انصرفوا الی بلادکم فانا نعود بالحجارۃ الی ابن الزبیر الملحد۔ (ص ۱۳۶ تاریخ کامل)

کہ اے حاجیو! اپنے اپنے گھر چلے جاؤ کہ ہم پھر ابن الزبیر ملحد پر سنگباری کریں گے۔

حجاج کی یہ ندا جو حاجیوں کے لئے تھی اگرچہ خاص اس ضرورت سے کہ ابن الزبیر پر بغرض فتح مکہ سنگباری کرنی تھی مگر درحقیقت اس میں بھی حجاج بیچارہ مقلد تھا حضرت عمر کا چنانچہ عقد الثمین میں مرقوم ہے:۔

کان سیدنا عمر بن الخطاب یدور علی الحجاج بعد قضاء النسک بالدرۃ و یقول یا اھل الیمن یمنکم و یا اھل الشام شامکم و یا اھل العراق عراقکم ولذلک ھم عمر یمنع الناس من کثرۃ الطواف (ص ۳ مطبوعہ مصر)

کہ عمر صاحب بعد فراغ حج درہ ہاتھ میں لیکر گھر گھر کہتے تھے کہ اپنے اپنے گھر چلے جاؤ یہاں رہنے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ عام طور پر ارادہ کرلیا تھا کہ لوگ کو کثرت طواف سے منع کریں۔

جس سے آپ سمجھ سکتے ہیں کہ اسلامی دنیا کا کوئی فساد کوئی عمل شنیع ایسا نہیں ہے جس کے موجد یہ ملاعنہ ہوں جن کا نام حجاج و ابن زیاد وغیرہ ہے بلکہ ہر ایجاد کی تعلیم خلفائے ثلاثہ اور صحابہ دے گئے ہیں جنھیں حضرات اہلسنت اپنے دین و دنیا کا مقتدا اور روحانی پیشوا مانتے ہیں۔

بہرحال اس عبارت سے آپ کو یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت عبداللہ بن عمر اس وقت بھی ایسا اقتدار رکھتے تھے کہ بمقابلہ حجاج اور ابن الزبیر خود امیر حاج بنے اور سب کو بآرام حج کرایا پس اگر جناب امام حسینؑ کی ہمراہی میں یہ بھی ہوتے تو آپ کے خیمہ میں کہ فرزند رسولؐ اس بیکسی و غربت سے نہ شہید ہوتا۔ مگر صحابہ پر تو محبت دنیا نے ایسا قبضہ کیا تھا کہ اسلام وایمان سے انکو سروکار ہی نہیں رہا۔

قتل ابن الزبیر

آخر نتیجہ ان کارروائیوں کا عبداللہ ابن الزبیر کی یہ ہوا کہ تاریخ کامل میں ہے:۔

تفرق الناس عنه وخرجوا الى الحجاج بالامان خرج من عنده نحو عشرة الاف وكان ممن فارقه ابناه حمزه وحبيب اخذا لانفسهما امانا۔ (ص ۱۳۶)

کہ کل ہمراہیان ابن الزبیر نے رفاقت اسکی ترک کی اور حجاج کے امان میں چلے گئے قریب دس ہزار آدمیوں کے نکل گئے اور منجملہ انکے جنھوں نے ابن الزبیر کی رفاقت ترک کی خود اسکے بیٹے حمزہ اور حبیب ہیں کہ ان دونوں نے حجاج سے امان مانگی اور باپ کو تنہا چھوڑ کر چلے گئے۔

اس مورخ نے صرف دوہی آدمیوں کا نام فرزندان ابن الزبیر سے لکھا ہے جنھوں نے اپنے باپ کی ترک رفاقت کی حالانکہ عقد الثمین تاریخ بلد الامین سے معلوم ہوتا ہے کہ ابن الزبیر کے آٹھ بیٹے بعد قتل ابن الزبیر باقی رہے چنانچہ اصل عبارت یہ ہے:۔

وخلف من الاولاد عبد الله حمزه و حبيب وثابت وعباد وقيس وعامر وموسى (ص ۶)

اور تاریخ کامل میں ہے:۔

وكان ممن فارقه ابناه حمزه و حبيب اخذا لانفسهما امانا فقال عبد الله لابنه الزبير خذ نفسك كما فعل اخوك فوالله انى لاحب بقاءكم فقال ما كنت لارغب بنفسى عنك فصبر معه فقتل۔ (ص ۱۳۶ جلد ۴)

یعنی جب ابن الزبیر کے بیٹے حبیب و حمزہ نے حجاج سے امان لی تو ابن الزبیر نے اپنے بیٹے زبیر سے کہا کہ تو نے بھی کیوں نہ اپنے بھائیوں کی طرح امان لی تو زبیر نے کہا کہ ہم اپنی جان بچانا نہیں چاہتے پس وہ ساتھ رہ گیا [illegible] گیا جس سے معلوم ہوا کہ صرف ایک بیٹا ابن [illegible] کا زبیر نامی اپنے باپ کے کام آیا اور باقی آٹھ بیٹوں نے باپ کا ساتھ چھوڑ دیا۔ کیوں نہ ہو آخر سب حضرت ابوبکر کی دختری اولاد سے تھے پھر کیونکر نہ بیوفائی کرتے۔

یہاں پہلے آپ کو جناب امام حسینؑ کی دور اندیشی پر نظر کرنا چاہیئے کہ بمصالح سے آپ نے پہلے ہی قیام مکہ کو ترک کیا کیونکہ آپ جانتے تھے اگر بفرض محال مثل ابن الزبیر ہر قسم کے مکر و حیلہ سے بھی کام لیا جائے اور حرمت خانہ کعبہ بھی برباد کی جائے تو چونکہ ان صحابہ و تابعین میں کسی طرح کی دینداری نہیں ہے بلکہ تمامتر دنیادار و مکار و غدار ہیں لہذا کبھی براہ حق پہ نہ آئیں گے اور وہی کرینگے جسکی عادت انھیں عہد خلفائے ثلاثہ سے پڑ چکی ہے

اس لیے جناب امام حسینؑ نے محض حفظ اسلام کے لیے قیام مکہ کو ترک کیا اور اُس کے حدود سے باہر نکل گئے کہ کسی طرح یہ الزام نہ آسکے کہ امام حسینؑ کی بدولت حرمت خانہ کعبہ برباد ہوگئی

اس سے آپ کو اچھی طرح معلوم ہوا کہ اصحاب و اہلبیتؑ طاہرین میں کیا فرق ہے۔ اصحاب کی غرض محض دنیا ہے اگرچہ چند روزہ ہو اور نہایت ذلت سے حاصل ہو جیسا کہ ابن الزبیر کے حالات سے آپ کو معلوم ہوا کہ سارے امور فسق و فجور کے ارتکاب پر بھی وہ محروم ہی رہا اور نہایت ذلت کی موت سے مارا گیا مگر چند روزہ سلطنت کے لیے سب گوارا کیا یہاں تک کہ خانہ کعبہ کو بیحرمت کیا۔ گرایا۔ جلایا۔ حجر اسود کو پارہ پارہ کرلیا اور حدیث رسولؐ پر مطلق ایمان نہ لایا کہ اس شخص پر نصف اہل عالم کا عذاب ہوگا۔ بخلاف فرزند رسولؐ کے کہ جناب امام حسینؑ نے حفاظت اسلام اور بقاء دین کو جملہ اغراض نفسانی پر مقدم سمجھا اور نہایت جرأت و استقلال سے دنیا پر ایسا لات مارا کہ ہزار درجہ کا مخالف بھی آپ پر یہ الزام نہیں دے سکتا کہ آپ نے بغرض تحصیل دنیا یہ کام کیا دوسرا فرق آپ کو یہ بھی معلوم ہوگا کہ صحابہ و اہلبیتؑ میں کیا فرق ہے کیونکہ ابن الزبیر صحابی ہے اور اسکے لشکر والے سب صحابی ہیں یا تابعی جب تک منافع دنیوی کی امید تھی ابن الزبیر کے ساتھ رہے اور جب اس کا گمان غالب ہوا کہ ابن الزبیر اب مغلوب ہوگا دس ہزار صحابہ و تابعین نے ساتھ چھوڑ دیا یہاں تک کہ خود ابن الزبیر کے آٹھ بیٹے باپ سے علیحدہ ہو گئے بخلاف جناب امام حسینؑ کے اگرچہ دنیا دار صحابہ و تابعین نے پہلے ہی سے حضرت کی بیعت نہ قبول کی مگر جن مومنین نے حضرت کی رفاقت قبول کی تھی وہ ایسے مومن کامل اور صادق الایمان تھے کہ جس روز سے رفاقت اختیار کی تادم مرگ علیحدہ نہ ہوئے اور وہ مصائب سہے جو دنیا میں آج تک کسی پر نہ پڑے ہوں گے۔

جب امام حسینؑ کے اصحاب باوفا کی یہ وفاداری اور ہمت ہے تو آپکی اولاد یا اعزاداتسر باکا کیا ذکر کہ آٹھ۔ نو برس کے بچے بلکہ شش ماہہ بچہ نے بھی ترک رفاقت کو ایسا ننگ و عار سمجھا کہ مر گئے مگر ساتھ نہ چھوڑا۔

یہی فرق ہے صحابہ اور اہلبیتؑ میں کہ جب تک دنیا موافق ہے صحابہ ساتھ ہیں ادھر دنیا نے منھ موڑا اور یہ بھی علیحدہ ہوئے خواہ وہ رسول اللہ کے ساتھ ہوں یا کسی صحابی کے ساتھ

آپ کو غزوات رسول اللہ کا حال تو بخوبی معلوم ہوگا کہ جنگ بدر میں جب قافلہ ابوسفیان سامنے سے نکل گیا تو عمر ابوبکر صاحبان کی رائے ہوئی کہ پلٹ چلنا چاہیے کہ یہ قریش ہیں جو کبھی ذلیل نہیں ہوئے۔ حضرت کو حد درجہ ملال بھی ہوا مگر یہ لوگ اسی رائے پر اڑے رہے یہاں تک کہ جناب امیرؑ اور حضرت حمزہ کی بدولت یہ جنگ سر ہوئی تو ان لوگوں کی ہمت بڑھی اور جنگ احد میں شریک رہے مگر طمع دنیا نے انکو مجبور کیا کہ قبل تکمیل فتح یہ لوگ بطمع مال غنیمت ٹوٹ پڑے اور اُس درہ کو خالی چھوڑا جس کی حفاظت پر مامور تھے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ لشکر کفار ادھر سے ٹوٹ پڑا اور مسلمانوں کو شکست ہوئی حضرت حمزہ شہید ہوئے اب صرف تنہا جناب امیرؑ ہیں جو ایک طرف رسول اللہ کی حفاظت کرتے ہیں اور دوسری طرف حملہ کفار کو روکتے ہیں اس شکست میں دوسرے صحابہ کا جو فرار تھا وہ تو تھا ہی مگر حضرت ابوبکر اور عمر اور عثمان صاحب کا فرار ایسے سنہرے حرفوں میں مرقوم ہے کہ قیامت

تک بھول نہیں سکتا حضرت ابوبکر تو فخریہ یہ کہتے ہیں کہ فراریوں میں سب سے پہلے ہم پلٹ کر آئے اور عمر صاحب فرماتے ہیں میں بزکوہی کی طرح پہاڑ پر اوچکتا تھا اور عثمان صاحب کا تو تین روز تک پتہ ہی نہ ملا کہ کہاں گئے۔

اس سے آپ سمجھ سکتے ہیں کہ ہمراہیان ابن الزبیر جو فرار کیا تو اس میں وہ اُنھیں صحابہ و خلفاء کے تعلیم یافتہ تھے نہیں بلکہ خاندانی اثر تھا کیونکہ ابن الزبیر کے آٹھ فرزند حضرت ابوبکر کی اولاد دختری تھے پھر ان میں وفا کہاں سے آتی جب ابوبکر صاحب نے خود رسول اللہ کے ساتھ بیوفائی کی اور جنگ احد وحنین میں پاہیہ پیمائے فرار ہوئے اور ہمراہیان امام حسین ع اپنے بزرگان دین جناب امیر ع اور سائر اہلبیت طاہرین کے تعلیم یافتہ تھے کہ جہاں جناب امیر ع کل فتوحات کے فاتح ہیں وہاں جنگ احد اور جنگ حنین و طائف میں جب سب صحابہ نے فرار کیا ایک آپ ہی ثابت قدم تھے اسی کا یہ اثر تھا کہ رفقائے جناب امام حسین ع نے اسدرجہ کی رفاقت و ثبات قدم کو انجام دیا کہ یہ دونوں لفظ آج تک دنیا میں قائم ہیں ورنہ خلفائے ثلاثہ اور صحابہ نے تو اسکی مٹی ایسی پلید کی تھی کہ ان لفظوں کا کبھی وجود نہ رہتا۔

یا وفا خود نبود در عالم یا مگر ہیچ کس وفا ننمود

انتشار ابن الزبیر

صحابہ و تابعین کی ترک رفاقت سے ابن الزبیر کی وہی حالت ہوئی جو عام طور پر دنیا داروں اور صاحبان تدبیر کی ہوتی ہے کہ حواس پریشان، خیال پراگندہ نفس متردد، دل مضطرب۔ چنانچہ تاریخ کامل میں ہے:

فدخل علی امہ فقال یا اُماہ قد خذلنی الناس حتی ولدی واھلی ولم یبق معی الا الیسیر ومن لیس عندہ اکثر من صبر ساعۃ والقوم یعطوننی ما اردت من الدنیا فما رایک فقالت انت اعلم بنفسک ان کنت تعلم انک علی حق والیہ تدعو فامض لہ فقد قتل علیہ اصحابک ولا تمکن من رقبتک تلعب بہا غلمان بنی امیہ الی آخرہ۔

(ص ۱۳۶ تاریخ کامل)

کہ ابن الزبیر اپنی ماں کے پاس گیا اور کہا اے ماں مجھے لوگوں نے مخذول کر دیا (ساتھ چھوڑ دیا) یہاں تک کہ خود میرے اہل اور اولاد نے اور اب بہت تھوڑے لوگ رہ گئے ہیں جو ایک ساعت سے زیادہ صبر نہیں کر سکتے اور قوم (لشکر حجاج وعبد الملک وغیرہ) ہم کو وہی دے رہی جو ہم چاہتے ہیں دنیا سے تو اب تمھاری کیا رائے ہے اسماء نے کہا تو اپنے نفس کے حال سے خوب واقف ہے اگر تو جانتا ہے کہ حق پر ہے اور حق کی طرف لوگوں کی دعوت کرتا ہے تو اسکو کر گذر کہ اسی پر تیرے ساتھی مارے گئے اور اپنی گردن پر بنی امیہ کے لونڈوں کو مسلط کر جو اسکے ساتھ بازی کریں اور اگر تونے کام دنیا داری کے لئے کیا ہے تو کیا برا بندہ ہے تو کہ خود بھی ہلاک ہوا اور ان لوگوں کو بھی ہلاک کیا جو تیرے

ساتھ قتل ہوئے اور اگر تو یہ کہے کہ ہم برسرِ حق تھے مگر ہمراہیوں کے ضعف سے ہم کمزور ہو گئے۔ تو یہ فعل احرار نہیں ہے نہ اہلِ دین کا کام ہے آخر کب تک دنیا میں رہیگا قتل ہونا نہایت عمدہ ہے۔

ابن الزبیر نے جواب دیا اے اور ہمکو اس کا خوف ہے کہ اہلِ شام اگر ہمکو قتل کر دینگے تو دار پر چڑھا ئیں گے اور ہاتھ پیر کاٹ ڈالیں گے۔ اور ابن الزبیر نے کہا اے بیٹا بکری کو کھال چھڑانے سے نہیں تکلیف ہوتی (یعنی جب مر گیا تو پھر اسکا کیا خیال ہے) تو اپنی بصیرت پر چل اور خدا سے طالبِ اعانت ہو۔ ابن الزبیر نے ماں کا سر چوما اور کہا کہ یہی میری بھی رائے ہے۔ (صفحہ ۳۲۶ تاریخ کامل جلد ۴)

اس عبارت سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ ابن الزبیر کو کس درجہ کا خوف اور انتشار ہے کہ جاکر اپنی بڑھیا ماں سے مشورہ کر رہا ہے جو بتقاضائے فطرت مجبور ہے کہ ایسی رائے دے کہ یہ قتل سے محفوظ رہے اور صلح ہو جائے۔

مگر آپ تمامی واقعات کربلا میں کہیں ایک جملہ بھی ایسا نہ پائیں گے کہ جناب امام حسینؑ کو کسی طرح کا خوف یا انتشار پیدا ہوا جسکی تصدیق اس عبارت تاریخ کامل سے بھی ظاہر ہے :۔

وحمل الناس علیہ عن یمینہ وشمالہ فحمل الذین عن یمینہ فتفرقوا ثم حمل علی الذین عن یسارہ فما رؤی مکسور قط قد قتل ولدہ واہل بیتہ واصحابہ اربط جاشا منہ ولا امضی جنانا ولا اجرأ مقدما منہ ان کانت الرجال تنکشف عن یمینہ وشمالہ انکشاف المعزی اذا اشتد فیہا الذئب۔ (ص ۳۲ جلد ۴)

یعنی جناب امام حسینؑ پر ہر طرف سے لوگوں نے حملہ کیا جانب یمین و شمال سے پس حضرتؑ نے پہلے حملہ کیا جانب یمین پر اور سب کو بھگا دیا پھر حملہ کیا جانب شمال پر اور بھگا دیا۔ نہیں دیکھا گیا کوئی شخص جو ایسا شکستہ خاطر ہو کہ اُسکی اولاد اور اہلبیتؑ اور اصحاب سب قتل کئے گئے ہوں اور پھر وہ ایسا قوی دل ہو اور اپنے ارادہ پر ثابت قدم ہو اور ایسا جری ہو کہ اس طرح حملہ کرے کہ سوار و پیادہ اُسکے سامنے سے اس طرح فرار کرے کہ جیسے بھیڑیے سے دُنبیاں بھاگتی ہوں۔

اور پہلے اس سے آپ دیکھ چکے ہیں کہ عقبہ بن سمعان نے بیان کیا کہ کبھی نہ حضرتؑ نے اس کا اقرار کیا کہ ہم یزید کے ہاتھ میں ہاتھ دیں گے نہ اس کا اقرار کیا کہ ہم کو کسی سرحد کی طرف بھیجدو بلکہ آپنے اسیقدر فرمایا ہماری راہ چھوڑ دو کہ ہم اپنے وطن چلے جائیں یا جس طرف جاہیں چلے جائیں۔ جس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ حضرت امام حسینؑ کس اطمینان اور استقلال سے جنگ فرماتے تھے کہ نہ کسی طرح کا اضطراب ہے نہ انتشار نہ تردد نہ خوف بلکہ جو کہ خدا و رسول سے اُنس ہے اُس پر اسطرح ثابت قدم ہیں کہ ذرہ برابر بھی تزلزل نہیں بخلاف ابن الزبیر کہ جب ابواب حیلہ اُسکے مسدود ہو گئے تو وہ چاہتا ہے کہ کسی طرح اپنی جان بچالے مگر اُسکی ماں اسکو غیرت دلا رہی ہے کہ یہ کس قسم کی بھیائی ہو کہ اب اپنی جان بچاتا ہے۔

ہاں یہ بھی قابل غور ہے کہ خود ابن الزبیر بیان کرتے ہیں ہمارے مخالف ہماری دنیوی خواہش پوری کرنے برتیار ہیں کہ جو شرائط صلح ہم پیش کریں وہ منظور کرلیں گے مگر امام حسینؑ کی اتنی بات بھی کسی نے نہ مانی کہ ہم کو گھر پلٹ جانے دو حالانکہ اگر یہ منظور کر لیتے اور حضرت کسی طرح اپنے وطن تشریف جاتے تو بھی اُنکے قبضہ سے باہر نہ ہوتے کیونکہ مدینہ پر بھی یزید ہی کا تسلط تھا جس سے مجبوری نکلے تھے۔ بس بجز اسکے کہ کچھ دنوں کی شاید مہلت ملتی اور کوئی نتیجہ نہ ہوتا مگر ان صحابہ اور تابعین نے اتنا بھی گوارا کیا کہ جناب امام حسینؑ کو چند روز کی بھی مہلت ملے۔

اس سے بھی آپ سمجھ سکتے ہیں کہ اُس زمانہ کے صحابہ و تابعین کے دل میں کس درجہ محبت اہلبیت طاہرینؑ تھی کہ چند روز کی مہلت پر بھی کوئی راضی نہ ہوا برخلاف اس کے ابن الزبیر کے لیئے یہ سامان کیا گیا کہ چاندی کا طوق و زنجیر پہنا کر بھیجا گیا کہ یزید کی قسم اُتارنے کو وہ اس اعزازی قید کو قبول کرے کئی سال تک لڑائی ملتوی رہی۔ حجاج ایسا ظالم بھی اُس کی ہر طرح خاطر مدارات کرنے پر تیار رہے کہ ابو بکر کا نواسہ زبیر کا بیٹا قتل ہونے سے بچ جائے مگر فرزند رسولؐ فرزند علیؑ فرزند فاطمہ زہرا صلوات اللہ وسلامہ علیہم کو اتنی مہلت نہ دی گئی کہ دو روز کے لیئے بھی زندہ رہ سکے۔

ارادۂ جنگ ابن الزبیر

جب ابن الزبیر کی ماں اسمار نے غیرت دلائی اور انتہا درجہ کی لعنت ملامت کی کہ آخر کب تک زندہ رہے گا یہ فعل احرار نہیں کہ اپنے اصحاب کو کٹوا کر خود اپنی جان بچائے ایسی زندگی نہایت بیحیائی کی زندگی ہے لڑکر مرنا بہتر ہے اس سے کہ بنی اُمیہ کے لونڈے تیرے ساتھ بازی کریں تو بادل ناخواستہ آمادہ جنگ ہوئے اور ماں کے جواب میں کہا ہماری بھی یہی رائے تھی ہمنے تو صرف تمہارے امتحان کے لیئے یہ کہا تھا اسکے بعد ابن الزبیر مصافحہ کے لیئے بڑھے اسماء نے اُنکو گلے سے لگایا اور بوسہ دیا اُس وقت اسمار کا ہاتھ جو ابن الزبیر پر پڑا تو معلوم ہوا کہ زرہ پہنے ہوئے ہیں چنانچہ تاریخ کامل میں ہے۔

فوقعت یدہا علی الدرع فقالت ماھذا صنیع من یرید ماترید فقال مالبستہ الا لاشد متنک قالت فانہ لایشد متنی فنزعھا۔ (ص ۱۳۷)	کہ جب اسمار کا ہاتھ زرہ پر پڑا تو اسمار نے کہا یہ ترکیب تو اُسکی نہیں ہے جس کا تو نے ارادہ کیا ہے ابن الزبیر نے کہا ہمنے تو صرف تمہاری تسکین کے لیئے پہنا تھا اسماء نے کہا اس سے ہماری تسکین نہیں ہوتی

تب اُس نے زرہ اتار دی۔

یہاں سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ ابن الزبیر کا اصلی ارادہ کیا تھا۔ یہ بھی اُسکا حیلہ تھا ماں سے کہا ہم مرنے جاتے ہیں ورنہ وہ تو پورے طور سے مسلح تھا کہ پورے طور سے جنگ کریں اگر موقع پائیں تو کسی طرف نکل جائیں ورنہ بقول اسمار جو شخص آمادہ مرگ ہوتا ہے اس کو زرہ سے کیا کام۔

یہاں آپ کو اصحاب امام حسینؑ کی حالت ملاحظہ کرنی چاہیئے تاریخ کامل میں ہے۔

وجاء عابس بن ابی لیث الشاکری و	یعنی اصحاب امام حسینؑ سے عابس بن ابی لیث

شوذب مولی شاکر الی الحسین فسلما علیه وتقدما فقاتلا فقتل شوذب واما عابس فطلب البراز فتحاماه الناس لشجاعته فقال لهم عمر ارموه بالحجارة فرموه من کل جانب فلما رای ذالک القی درعه ومغفره وحمل علی الناس فهزمهم بین یدیه ثم انعطفوا علیه فقتلوه وادعی قتله جماعة۔ (ص ۳ ج ۲)

شاگردی اور شوذب حاضر ہوئے اور جناب امام حسینؑ پر سلام کرکے جہاد کے لئے آگے بڑھے۔ شوذب نے پہلے شہادت پائی مگر عابس کے مقابلہ میں کوئی نکلا کیونکہ ان کی شجاعت مشہور تھی اسی لئے سب نے ان کے مقابلہ سے اپنی جان بچائی تب عمر نے تیر بارانی کا حکم دیا اور ہر طرف سے تیر اُن پر برسنے لگا تب انھوں نے اپنی زرہ اور مغفر اُتار دی اور حملہ کیا تو سب کو بھگا دیا پھر وہ سب پلٹ آئے اور اُن کو قتل کیا اور ایک جماعت نے دعوی کیا کہ ہمنے اُنھیں قتل کیا۔

اس واقعہ سے بھی آپ سمجھ سکتے ہیں کہ دونوں کے ایمان اور دونوں کی شجاعت میں کیا فرق تھا عبداللہ بن زبیر تو اپنی بڑھیا ماں کے غیرت اور ہمت دلانے پر آمادۂ جنگ و پیکار ہوتا ہے اور یہاں جناب امام حسینؑ عام طور سے اپنے اصحاب باوفا کو اجازت دیتے ہیں بلکہ اصرار فرماتے ہیں کہ تم سب چلے جاؤ ان اشقیا کو بجز ہمارے قتل کے اور کوئی مطلب نہیں اور وہ سب اپنی جانیں نثار کر رہے ہیں۔

ابن الزبیر ماں کے اصرار سے خود اتارتا ہے اور حضرت عابس صحابی امام حسینؑ دیکھ کر کہ کوئی سامنے نہیں آتا زرہ اور خود اتار رہے ہیں تب سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ اُنکو کس درجہ کا یقین حاصل تھا اور ابن الزبیر کا یقین کس پایہ کا تھا۔

دنیاداری ابن الزبیر

اگرچہ یہ واقعات بجائے خود کافی شہادت ہیں اس پر کہ ابن الزبیر کی غرض محض تحصیل دنیا تھی جسکے لئے اُس نے خانہ کعبہ کو جائے پناہ بنایا اور جو طرح اسکی توہین کی کہ اصحاب الفیل سے بھی نہ ہو سکی مگر اسکی ماں اسما کا یہ قول: وانکنت انما اردت الدنیا فبئس العبد وانت اھلکت نفسک ومن قتل معک عجیب بلیغ قول ہے جس سے پوری دنیاداری اس کی ظاہر ہے۔ کیوں نہ ہو آخر حضرت اسما بڑی بیٹی ابوبکر صاحب کی تھیں جن کے ہر راز سے واقف ہیں اُن کی ہر چال کو جانتی ہیں اور اپنے فرزند کو تعلیم دے رہی ہیں۔ جب دیکھا کہ وہ سب تدبیریں بیکار گئیں ابن الزبیر کے بخل نے تمامی مجمع کو متفرق کر دیا تو اسما نے اسی طرف اشارہ کیا۔ ان کنت انما اردت الدنیا فبئس العبد انت۔

مگر میں اس سے زیادہ واضح تصریح اس کی دکھاتا ہوں کہ ابن الزبیر کی یہ جنگ محض بغرض دنیاداری تھی چنانچہ خود صحیح بخاری میں ہے:

کتاب الفتن حدثنا احمد

ابو المنہال راوی ہیں کہ جب ابن زیاد و مروان

بن یونس قال حدثنا ابوشہاب عن عوف عن ابی المنھال قال لما کان ابن زیاد و مروان بالشام وثب ابن الزبیر بمکة و وثب القراء بصرہ فانطلقت مع ابی الی ابی برزہ الاسلمی حتی دخلنا علیه فی دارہ جالس فی ظل علیه لکھہ من قصب فجلسنا الیه فانشأ ابی یستطعمه بالحدیث فقال یا ابا برزہ الا تری ما وقع فیه الناس فاول شئ سمعته یتکلم به انی احتسب عند اللہ انی اصبحت ساخطا علی احیاء قریش انکم یا معشر العرب کنتم علی الحال التی علمتم من الذلة والقلة والضلالة ان اللہ انقذکم بالاسلام وبمحمد حتی بلغ بکم ماترون وھذہ الدنیا التی افسدت بینکم ان ذلک الذی بالشام واللہ ان یقاتل الا علی الدنیا وان ذالک الذی بمکة ان یقاتل الا علی الدنیا وان ھولاء الذین بین اظھرکم واللہ ان یقاتلون الا علی الدنیا۔

نے شام میں اپنی اپنی سلطنت کی بنیاد ڈالی اور ابن الزبیر نے بمقام مکہ خلافت قائم کرنا چاہا اور قرا نے بصرہ میں تو ہم اپنے باپ کے ساتھ ابو برزہ اسلمی صحابی رسول اللہ کے پاس گئے اور بات چیت ہونے لگی میرے باپ نے ان سے کہا اے ابو برزہ تم دیکھتے ہو کہ لوگ کس مصیبت میں مبتلا ہیں تو ابو برزہ نے کہا ہم خدا سے امید کرتے ہیں کہ اس مصیبت کا اجر ہم کو عطا فرمائے میں ان قبائل قریش پر سخت غضبناک ہوں اے معشر عرب! تم کو معلوم ہے کہ تم پہلے کس حال پر تھے تمھاری ذلت تمھاری قلت تمھاری ضلالت سب تم کو معلوم ہے اور یہ بھی جانتے ہو کہ خدا نے بذریعہ اسلام اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تم کو اس سے نجات دی۔ جس سے جس درجہ پر تم پہونچے وہ بھی معلوم ہے اسی دنیا نے سارا فساد کیا تم لوگوں میں یہ شخص جو شام میں ہے اس کے تمام حرب وقتال دنیا کے لئے ہیں اور یہ شخص جو مکہ میں ہے یہ بھی صرف دنیا کے لیے لڑ رہا ہے اور ان دونوں کے علاوہ جو اور لوگ ہیں وہ بھی سب دنیا کے لئے لڑ رہے ہیں۔

شہادت جناب امام حسینؑ کی نسبت تو کچھ لکھنے کی ضرورت نہیں خواجہ معین الدین چشتی کی رباعی سب کو معلوم ہے ؎

شاہ است حسینؑ و بادشاہ است حسینؑ
در کشور شرع دیں پناہ است حسینؑ
سر داد نہ داد دست در دست یزید
حقا کہ بنائے لا الہ است حسینؑ

اگرچہ ابن الزبیر کی دنیا داری تو اس روایت سے مثل آفتاب تاباں نمایاں ہے مگر غور کیجیے تو ابو برزہ اسلمی نے صرف انھیں لوگوں کی دنیا داری نہیں دکھائی بلکہ خلفائے ثلاثہ کی دنیاداری کی طرف بھی ایک اشارہ کر دیا کیونکہ عرب کی حالت قبل از اسلام بتا کر اور بذریعہ اسلام و جناب رسالت مآب ان کی ترقی دکھا کر بتایا

کہ دنیا ہی نے سب امروں کو فاسد کیا جس سے ان حالات پر اجمالی روشنی پورے طور سے پڑ گئی کیونکہ آپ کو معلوم ہے ابو برزہ اسلمی وہ صحابی ہیں جنھوں نے اپنے مکان پر ایک علم گاڑا تھا کہ ہم تو بجز حضرت علیؑ کے کسی کی بیعت نہ کرینگے کیونکہ حضرت فرما گئے ہیں من کنت مولاہ فعلی مولاہ مگر خلفائے ثلاثہ وغیرہ دنیا داروں نے اُن کو اس مخالفت سے روکا۔

یہیں سے آپ کو معلوم ہوگا کہ حضرات اہلسنّت جو ہمہ تن طرفداری و ہواداری صحابہ میں سرگرم اور منہمک رہتے ہیں اس کی وجہ بھی وہی دنیاداری ہے کہ جس جس کو وہ صاحب تخت و تاج دیکھتے ہیں اُس کو اپنا پیشوا اور مقتدا جانتے ہیں حالانکہ مذہب کو دنیاداری سے کیا واسطہ۔ مذہب خدا کے لیے ہے اُس میں مکر و فریب دغا و فساد کو کیا دخل۔ ہاں جو لوگ دنیا دار ہوتے ہیں وہ ہزاروں مکر و فریب کرتے ہیں اور کہیں کامیاب ہوتے ہیں کہیں ناکامیاب۔ ایسوں کو روحانی پیشوا ماننا بجز ضلالت کیا ہو سکتا ہے۔

آپ کو کیا نہیں معلوم کہ حضرتؐ نے فرمایا تھا یہ دین (اسلام) ہمیشہ عزیز و منیع رہے گا جب تک اُن میں بارہ خلیفہ ہوں گے اس سے اہلسنت نے کس کو مراد لیا ہے۔ ابوبکر۔ عمر۔ عثمان۔ حضرت علیؑ۔ معاویہ۔ یزید۔ عبداللہ بن زبیر۔ مروان۔ عبدالملک۔ ولید بن عبدالملک۔ ہشام بن عبدالملک۔ سلیمان بن عبدالملک وغیرہ۔

خلفاء ثلاثہ کی نسبت تو ہم لکھ چکے مگر یہ تو بتائیے کہ کیا کوئی عاقل اسکو مان سکتا ہے کہ حضرتؐ نے معاویہ۔ یزید ابن الزبیر۔ مروان۔ عبدالملک وغیرہ کی خلافت کی بشارت دی تھی۔ اور حضرتؐ نے انھیں کو باعث اعزاز اسلام قرار دیا تھا اگر ایسا ہے تو اس اسلام سے کفر یقیناً بہتر ہے۔

معاویہ و یزید کے حالات تو اکثر حضرات کو معلوم ہیں۔ ابن الزبیر کے حالات دیکھ رہی ہے ہیں اسی ضمن میں عبدالملک کے حالات اجمالی بھی قابل ملاحظہ ہیں تاریخ الخلفاء سیوطی میں ہے صفحہ ۱۴۷ مطبوعہ لاہور۔

قال بکر بن عبداللہ المزنی اسلم یھودی اسمہ یوسف وکان قرأ الکتب فمر بدار مروان فقال ویل لامۃ محمد من اھل ھذہ الدار فقلت لہ الی متی قال حتی تجیٔ رایات سود من قبل خراسان وکان صدیقا لعبدالملک بن مروان فضرب یوما علی منکبہ وقال اتق اللہ فی امۃ محمدؐ اذا ملکتھم دعنی ویحک ما شانی و شان ذالک فقال اتق اللہ فی امرھم قال وجھز یزید جیشا الی اھل مکۃ فقال

یعنی بکر بن عبداللہ مزنی راوی ہے کہ ایک یہودی اسلام لایا جس کا نام یوسف تھا اور وہ عالم تھا کہ کتب یہود کو اُس نے پڑھا تھا اس کا گذر مروان کے گھر پہ ہوا تو کہا وائے ہے اُمّت محمدؐ کیلئے اس گھر والوں سے راوی نے پوچھا یہ کب ہوگا تو کہا سیاہ علم جب جانب خراسان سے آئیں گے یوسف مذکور عبدالملک کا دوست تھا ایک روز اُس کے شانہ پر ہاتھ رکھا اور کہا جب اُمّت محمدؐ کا تو مالک ہو تو اُن کے بارے میں خدا کا خوف کرنا۔ عبدالملک نے کہا اس قسم کی باتیں کیوں کرتے ہو ہمکو اور ان باتوں سے کیا واسطہ تب یوسف نے کہا کہ امت کے بارے میں خدا کا خوف

عبد الملک اعوذ باللہ ایبعث الی حرم
رسول اللہ فضرب یوسف منکبہ وقال
جیشك الیهم اعظم وقال یحیی الغسانی
لما نزل مسلم بن عقبه المدینة دخلت
مسجد رسول اللہ ص فجلست الی جنب عبد الملک
فقال لی عبد الملک امن هذا الجیش
انت قلت نعم قال ثکلتك امك ما تدری
الی من تسیر الی اول مولود ولد فی
الاسلام والی ابن حواری رسول اللہ ص
والی ابن ذات النطاقین والی من
حنکه رسول اللہ اما واللہ ان جئته
نهارا وجدته صائما ولئن جئته
لیلا لتجدنه قائما فلو ان اهل الارض
اطبقوا الی قتله لاکبهم اللہ جمیعا
فی النار فلما صارت الخلافة الی عبد الملک
وجهنا مع الحجاج حتی قتلناه وقال ابن
ابی عائشه افضی الامر الی عبد الملک و
المصحف فی حجره فاطبقه وقال هذا
اخر العهد بك.

کرتا۔ یزید نے جب اہل مکہ کے قتل کو لشکر بھیجا تھا
(ابن الزبیر سے لڑنے کے لیے) تو عبد الملک نے کہا
اعوذ باللہ کیا حرم رسول خدا پر لشکر بھیجا جاتا ہے تو
یوسف مذکور نے اُس کے شانہ پر ہاتھ مارا اور کہا تیرا لشکر
اس سے کہیں زیادہ عظیم ہوگا یحییٰ غسانی راوی ہے کہ
جب مسلم بن عقبہ (یہ سالار یزید جو اہل مدینہ اور ابن الزبیر
سے لڑنے گیا تھا) وارد مدینہ ہوا تو میں اپنے لشکر سے نکل کر
بغرض زیارت داخل مسجد رسول ہوا اور عبد الملک کے
پاس بیٹھا۔ اُس نے پوچھا کیا تو بھی اسی لشکر سے ہے میں نے کہا
ہاں۔ عبد الملک نے (گالی دی) کہا تیری ماں تیرے ماتم میں
بیٹھے کیا نہیں جانتا کس سے لڑنے آیا ہے ابن الزبیر
پہلا مولود ہے جو اسلام میں ہوا۔ حواری رسول کا بیٹا ہے
یہ ذات النطاقین کا بیٹا ہے (لقب اسماء بنت ابوبکر
ہے) یہ وہ ہے جس کی تحنیک رسول اللہ نے کی قسم بخدا
اگر تو اسکے پاس دن کو آئے گا تو اسکو روزہ دار پائے گا اور اگر
شب کو اُس کے پاس جائے تو عبادت خدا میں اُسکو کھڑا
پائے گا اگر تمامی اہل زمین اتفاق کرکے اُسکو قتل کریں تو
خدا سب کو جہنم میں ڈالے گا جب خود عبد الملک کو خلافت
ملی تو ہم سب کو اُسی حجاج کے ساتھ اُسی ابن الزبیر
سے لڑنے کو بھیجا یہاں تک کہ ہم سب نے اسکو قتل کیا ابن ابی عائشہ کہتے ہیں کہ جب خلافت کی خبر عبد الملک کو
پہونچی تو اُس وقت قرآن کی تلاوت کر رہا تھا۔ خبر خلافت سنتے ہی اُس نے بند کر دیا اور کہا کہ لے قرآن یہ آخری
ملاقات ہے ہماری اور تیری۔

اس سے معلوم ہوا کہ ایسے واقعات از قبیل احکام قضا و قدر ہیں جنکی اطلاع منجموں، کاہنوں، رمالوں ہو گئی
تھی جو اپنے قواعد سے واقف تھے مگر مسلمانوں کو کوئی علم اس کا قبل سے نہ تھا کہ کون خلیفہ ہوگا چنانچہ خود عبد الملک
کس مایوسی سے کہا کہ ہم کو اور خلافت سے کیا علاقہ جس سے ہر شخص جانتا ہے کہ اُسکو کسی طرح اسکی امید نہ تھی بلکہ
اس کا خیال بھی نہ تھا پھر حیف ہے شاہ ولی اللہ صاحب پر جو ایسے اخبار بیہودہ اہل کتاب سے خلافت ابوبکر ثابت کرنا
چاہتے ہیں اگر غور کرتے تو سمجھتے کہ اس سے بڑھ کر کیا دلیل بطلان ہو سکتی ہے کہ حضرت کو از روئے واقعات تقدیری

معلوم تھا کہ یوں ہونے والا ہے مگر اپنی زبان مبارک سے کبھی نہ ارشاد فرمایا اسی خیال سے کہ مبادا اس قسم کی پیشگوئی کو یہ لوگ دلیل حقیقت بنالیں اور نص خلافت قرار دیں اگرچہ سب کچھ کیا گیا مگر پھر وہ روایات ایسے موضوع ہیں کہ خود سمجھدار ان کے موضوع ہونے کو بتاتے ہیں۔ دیکھیے بس خانہ ان کی شقاوت ازلی اور خسارت ابدی تھی کہ اہل کتاب بھی قدیم الایام سے واقف تھے مگر اہلسنت آج تک ایسے ملاعنہ کو اپنا امام اور خلیفہ اور امیر المومنین جانتے ہیں۔ تیسرے یہ کہ اس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ یہود کس طرح اپنی روایات و موضوعات کو مسلمانوں میں رائج کرتے اور مسلمان اس پر ایمان لاتے ہیں۔ چوتھے جب یزید نے لشکر بھیجا ہے تو عبد الملک نے کس کس طرح کی تعریف کی ہے ابن الزبیر کی اور سب کو جہنمی بتایا ہے مگر جب خود خلیفہ بنا تو سب سے زیادہ اسکی فکر کی کہ جس طرح ہو سکے ابن الزبیر کو قتل کرنا چاہیے۔

اسی سے آپ حضرات روایات شیخین اور خلفائے ثلاثہ کو فضائل جناب امیرؑ میں تصور فرمالے کہ سب کچھ جانتے تھے اور پورے طور سے آنحضرتؐ کے مدارج و فضائل و مناقب سے واقف تھے مگر حب سلطنت اور خواہش دنیا نے ایسا مجبور کیا کہ جنگی خلافت پر بروز غدیر خم خود عمر صاحب نے بخ بخ لک یا ابن ابی طالب اصبحت مولائی و مولیٰ کل مومن و مومنہ فرمایا تھا انھیں حضرت علیؑ کو بروز خلافت خلیفہ اول کس طرح کشاں کشاں لا رہے ہیں قتل کی دھمکی ہے اخوت رسول سے انکار ہے۔

پانچویں جس طرح عبد الملک نے اسکا اقرار کیا ہے کہ ابن الزبیر کے قاتلین سب جہنم میں جائینگے عمر صاحب اور کل حضرات کو استقرار تھا اور معلوم تھا اور جانتے تھے کہ معاندین جناب امیر جہنمی ہیں مگر محبت دنیا سب پر غالب ہوتی ہے اور وہی ہوتا ہے جو عبد الملک نے کیا تھا۔

چھٹے عبد الملک کا قرآن کو خلافت پاتے ہی بند کرنا اور یہ کہنا کہ یہ عہد آخر ہے ہمارے اور تیرے درمیان اہل سنت کو بتا سکتا ہے کہ خلفاء کو اسلام اور قرآن سے کیا واسطہ تھا اسی قدر کہ اسلام اور قرآن کی بدولت دنیا ہاتھ آئے پھر کہاں کا قرآن اور کہاں کا اسلام آپ کو عمر صاحب کا حسبنا کتاب اللہ کہنا بھی معلوم ہے اور پھر احکام قرآن کی تبدیلی بھی معلوم ہے۔

ہم چونکہ آل و اصحاب کے روابط اور تعلقات دکھا رہے ہیں اسلئے ضمناً تذکرہ عبد الملک کا بھی آگیا جو خود صحابی تو نہیں مگر تابعی ضرور ہے اور کیسا تابعی کہ خود اسی تاریخ الخلفاء سیوطی میں ہے۔

قال ابو الزناد فقهاء المدينة سعيد بن المسيب وعبد الملك بن مروان وعروة بن الزبير وقبيصة الذهب وقال الشعبي ما جالست احدا الا وجدت عليه الفضل الا عبد الملك بن مروان فاني ما ذاكرته حديثا الا زادني فيه ولا شعرا

(یعنی کہا ابو الزناد نے کہ مدینہ کے فقیہ چار ہیں) سعید بن مسیب۔ عبد الملک بن مروان۔ عروہ بن الزبیر قبیصہ بن الذہب اور امام شعبی فرماتے ہیں کہ مجھے جس جس سے ملاقات کی نوبت آئی سب کے نسبت اپنے نفس میں میں نے فضیلت پائی مگر عبد الملک بن مروان سے جب سابقہ پڑا تو اس کی فضیلت ظاہر ہوئی اگر حدیث میں

الازدیاد فی فیہ ۔ (صفحہ ۱۴۷) بات چیت کی تو اُس نے کچھ زیادہ ہی کیا اسی طرح جب شعر شاعری کا تذکرہ ہوا تو اُس کی معلومات سے مجھے فائدہ ہوا۔

جس سے معلوم ہوا کہ عبدالملک صرف بحیثیت خلیفہ ہی نہیں مانا جاتا بلکہ علمی حیثیت سے بھی اُس کا وہ درجہ ہے جو کمتر کسی صحابی کو حاصل ہو، پھر جب ایسے عالم متبحر خلیفہ وقت سے یہ افعال ظہور میں آئیں تو ان حضرات کے افعال و حرکات پر کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔ جن کا مقولہ تھا۔ کل الناس افقہ من عمر حتی المخدرات فی الحجال تمام لوگ عمر سے زیادہ فقہ جاننے والے ہیں یہاں تک کہ گھر کے اندر رہنے والی خواتین بھی۔

قتل ابن الزبیر

یہ جملہ معترضہ تھا جو بمناسبت مقام بالاجمال لکھا گیا اب ہم واقعۂ قتل ابن الزبیر کو لکھتے ہیں جس سے اصل مطلب پر پوری روشنی پڑے۔

ابن الزبیر کا انتشار بوقت جنگ اور رفقا و اولاد کا فرار تو آپ سن چکے اور پھر انکی مادر گرامی قدر اسماء بنت ابوبکر کا غیرت دلانا اور خود دورزہ اتروانا پڑھ چکے اب سنئیے اُن کی تیاری جو اس مرگ کے لیے تھی تاریخ کامل میں ہے:۔

کان ابن الزبیر قبل قتلہ بقی ایاما یستعمل الصبر والمسک لئلا ینتن فلما صلب ظهرت منه رائحة المسك فقیل ان الحجاج صلب معه كلبا میتا فغلب علی ریح المسك وقیل بل صلب معه سنورا (صفحہ ۱۳۳ جلد ۴)	یعنی ابن الزبیر نے قبل قتل مشک اور صبر کا استعمال شروع کیا کہ بدبو نہ پھیلے جب سولی دی گئی تو بجائے بدبو اُنکے بدن سے بوئے مشک آنے لگی تب حجاج نے ایک مردار کتا یا ایک بلی کو بھی اُس کے ساتھ دار پر چڑھایا جس کی بدبو نے بوئے مشک کو بھی چھپا دیا۔

کہئیے اس سے بڑھ کر کونسی چالاکی ہو سکتی ہے کہ خود تو مر رہے ہیں طلب دنیا میں جان جا رہی ہے مگر اپنے مریدوں کو بہکانے کے لیے یہ سامان کر رہے ہیں کہ مرنے پر بلکہ دار پر چڑھ کر بھی اپنی کرامت دکھا دیں کہ مریدوں میں ہمیشہ چرچا رہ جائے کہ خلیفہ اہل سنت کے مردہ سے بوئے مشک آتی تھی مگر افسوس کوئی راز نہ چھپ سکا، سب کو معلوم ہو گیا حضرت کا یہ مکر تھا جو مرنے سے پہلے مشک اور صبر کھاتے تھے یا دوسرے طریقہ سے اندر پہونچاتے۔

حق یہ ہے کہ حجاج بھی عجب چلبلا بدمعاش تھا کہ جب اُس نے دیکھا آپ کی کرامت مشہور ہوا چاہتی ہے۔ جھٹ ایک مردار کتا یا بلی کو بھی ساتھ لٹکا دیا جس کی بدبو نے ساری مکاریوں کو ابن الزبیر کی چھپا دیا۔

اب کیا میں جناب امام حسین کا حال بھی یہاں لکھوں کہ حضرت نے قبل قتل کیا سامان کیا ہے ؎

وے در کربلا کارے عجب کرد لباس کہنہ از زینب طلب کرد

حضرت کے تہیۂ شہادت میں کوئی واقعہ اس قسم کا نہیں ملتا۔ بجز اس کے کہ حضرت نے بخیال ستر ایک جامۂ کہنہ حضرت زینب سے طلب کیا تھا کہ اشقیائے کوفہ و شام لباس کہنہ دیکھ کر آپ کے جسم کو عریاں نہ کریں۔

یہی فرق ہے آل و اصحاب میں کہ آل رسولؐ کا مقصد بجز اظہار حق و اتمام حجت کچھ نہیں ہوتا اور صحابہ کے جو افعال دیکھو ان میں دنیاداری ہے مکاری ہے اور فریب دہی کہ امت محمدیہ ہمیشہ گمراہ ہوتی رہے۔

آپ کو دفن جناب سید الشہداءؑ کا حال بھی معلوم ہو گا کہ عمر سعد نے حضرتؑ کو بے گور و کفن چھوڑ دیا اور اُن مسلمانوں سے جو سب سنی تھے کسی نے حضرتؑ کو دفن نہ کیا بلکہ ایک عرصہ کے بعد بنی غاضریہ نے دفن کیا مگر نہ اُن اجساد مقدسہ سے بوئے بد آئی نہ تعفن پھیلی کیونکہ اُس کا محافظ آخر خدا تھا بہت سی روایتیں اس مضمون کی موجود ہیں کہ اُن اجساد مطہرہ سے عام طور پر بوئے مشک و عنبر آتی تھی جس کے ظہور کرامات نے اہل غاضریہ کو اس پر مجبور کیا کہ حضرتؑ کو دفن کریں ورنہ بخوف ابن زیاد کسی کو اسکی جرأت نہ ہوتی کہ حضرتؑ کو دفن کریں۔

قطع راس

عبداللہ بن زبیر کی یہ ترکیب کہ مشک و مصبر کے استعمال سے بعد مُردن اپنے جسم کو معطر کریں تاکہ اُسکی خوشبو سے مریدوں کو یہ کہنے کا موقع ملے کہ ہمارے خلیفہ ایسے تھے ویسے تھے درحقیقت باعتبار حقیقت یا دگی عرب نہایت عجیب معلوم ہوتا ہے مگر وہ ایک تجربہ کار آدمی تھے۔ مصر۔ روم۔ شام۔ فارس تمام گھوم چکے تھے اُن کو معلوم تھا یہود کے رہبانی نصاریٰ کے پادری ہنود کے پنڈت مریدوں کے پھانسنے کی کیا کیا ترکیبیں کرتے ہیں پھر وہ کب اس سے چوکنے والے تھے۔

مگر افسوس ابن الزبیر کی یہ کاروائی کسی طرح نہ چلی اور حجاج نے سب چالاکیوں کا ناس کر دیا کیونکہ پہلے تو اُس نے سر تن سے جدا کیا اور پھر اُلٹا سولی پر چڑھایا بعدہٗ اسکے ساتھ ایک مُردار کتا یا بلی لٹکا دیا جس کی بدبو نے مشک کی ساری خوشبو کو دبا لیا۔

تاریخ خمیس میں ہے۔

ولما قتل صلب بعد قتله منکسا على الثنية اليمنى بالحجون وبعث براسه بعبد الملك بن مروان فطيف به في البلدان۔ (ص۳۲۱ جلد۲)

یعنی ابن الزبیر بعد قتل اُلٹا دار پر لٹکایا گیا اور سر اُس کا کاٹ کر عبدالملک کے پاس بھیجا گیا جو تمام شہروں میں تشہیر کیا گیا پہلے مدینہ پھر خراسان۔

عـہ یہاں ہم کو ایک اور واقعہ یاد آیا کہ اہل حدیث اس کے مدعی ہیں کہ امام بخاری کی قبر سے خوشبوئے مشک آتی تھی اُس پر جناب مولوی عبدالکریم صاحب جو حنفی علماء سے ہیں اخبار الفقہ مورخہ ۲۸ ربیع الاول میں لکھتے ہیں وھذہ عبارۃ دلها سے امام المحدثین۔ ہاں تمہارے مجتہد مطلق۔ ہاں تمہارے شفیع بلکہ حاجت روا جن کی کتاب کو تم مشکلوں اور مصیبتوں میں روز و شب ختم کیا کرتے ہو اور اس ختم کو قضی الحاجات اور بر آرندہ مرادات سمجھتے ہو ہاں جن کی قبر مشک کی ہو گئی تھی کہ جو درجہ کسی پیغمبر کو بھی نصیب نہ ہوا والعزت

جناب امام حسینؑ کے فرق مبارک کے ساتھ بھی یہی ظلم کیا گیا کہ تن اطہر سے سر مبارک جدا کیا گیا مگر خداوند عالم نے اس فرق مبارک کو وہ کرامتیں عطا کیں کہ آج تک کتب تواریخ اس سے الامال ہیں چنانچہ علامہ ابن اثیر جزری تاریخ کامل میں لکھتے ہیں:۔

ولما قتل الحسين ارسل راسه و رؤس اصحابه الى ابن زياد مع خولى بن يزيد وحميد بن مسلم الازدى فوجد خولى القصر مغلقا فاتى منزله فوضع الراس تحت اجانة في منزله ودخل فراشه وقال لامرأته النوار جئتك بغنى الدهر هذا راس الحسين معك في الدار فقالت ويلك جاء الناس بالذهب والفضة وجئت براس ابن رسول الله والله لا يجمع راسى وراسك بيت ابدا وقامت من الفراش فخرجت الى الدار قالت فما زلت انظر الى نور يسطع مثل العمود من السماء الى الاجانة ورايت طيرا ابيض يرفرف حولها فلما اصبح غدا بالراس الى ابن زياد۔ (ص ۳۳ جلد مطبوعہ مصر)

جب امام حسینؑ کو شہید کیا تو حضرت کے سر مبارک کو اور دیگر شہدا کے سروں کو ہمراہی خولی بن یزید و حمید بن مسلم ابن زیاد کے پاس بھیجا قصر ابن زیاد اس وقت بند تھا لہذا خولی ملعون سر مبارک کو اپنے گھر لے گیا اور چولھے کے اندر رکھ دیا اور فرش خواب پر گیا اور اپنی زوجہ سے کہا جس کا نام نوار تھا۔ آج میں ایسی دولت لایا ہوں جو کبھی زائل نہ ہو کیونکہ امام حسینؑ کا سر تیرے گھر میں ہے آواز زوجہ خولی نے کہا وائے ہو تجھ پر کہ سب تو سونا چاندی لائیں اور فرزند رسولؐ کا سر لایا ہے۔ قسم خدا کی اب مجھ میں اور تجھ میں کوئی واسطہ نہیں رہ سکتا۔ یہ کہہ کر اُٹھ کھڑی ہوئی۔ باہر نکل کر کیا دیکھتی ہے کہ اس چولھے سے جہاں حضرت کا سر مبارک رکھا ہوا تھا ایک عمود نور بلند ہے آسمان تک اور ایک طائر سفید رنگ کو دیکھا جو حضرت کے فرق مبارک پر سایہ فگن ہے جب صبح

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۶۱)

تک لوگ اس مشک کو بصرت میں لٹاتے رہتے تھے افسوس کہ ہم اس وقت وہاں موجود نہ ہوئے ورنہ بہت سا مشک مفت جمع کرتے ہاں جن کے انتقال کے وقت خود رسول اللہ کی زندگی میں تو غیب داں نہ تھے مگر تعجب ہے کہ بعد انتقال کے کیونکر غیب داں ہو گئے اور قبر کو غیب کا حال کیونکر معلوم ہوا کہ فلاں وقت فلاں شخص مرنے والا ہے اس واسطے مع صحابہ کے منتظر کھڑے رہے یہ بزرگ کون ہیں سنو حضرت مولانا امام بخاری رحمۃ اللہ آں حضرت پر امام ذہبی رحمۃ اللہ نے جو اُن کے استاد اور اساتیہ شیوخ سے ہیں بدعتی ہونے کا فتویٰ دیا ہے اور یہ حکم دیا تھا کہ امام بخاری ہمارے یہاں نہ آیا کریں اور جو شخص بخاری کے یہاں آمد و رفت کریں وہ بھی ہمارے یہاں نہ آئیں کس واسطے کہ جو مبتدع اور بے دین کے پاس نہیں جائے گا اگر وہ شخص جو اُسی عقیدہ اور خیال کا ہو اور یہ واقعہ مقدمہ فتح الباری اور دیگر کتب متعددہ میں موجود ہے صفحہ ۰ اہل فقہ ص۳۵ ہماری غرض اس واقعہ سے صرف یہ ہے کہ بخاری کی قبر مشک سی ہو گئی تھی نہ معلوم حضرات اہل حدیث نے یہاں کیا ترکیب کی تھی۔

ہوئی تو خولی وہ سر لے کر دربار میں ابن زیاد کے گیا"۔

دیکھئے یہ ہے نور خدا جس کی وہ خود اس طرح عظمت ظاہر کرتا ہے کہ مخالف سے مخالف دشمن سے دشمن کو بھی یہ مجال نہیں ہوتی کہ اخفا کر سکے۔

آپ سمجھ سکتے ہیں کہ جن دشمنان خدا نے اس طرح مجبور کر کے حضرت کو شہید کیا وہ یا انکے طرفدار کب چاہتے ہونگے کہ انکے انوار مقدسہ کی عظمت ظاہر ہوجائے جائیکہ ایسے واقعات جزئیہ درج تواریخ ہوں جو ہمیشہ کو یادگار رہیں مگر یُطفِئُوا نُورَ اللّٰہِ واللّٰہ متم نورہ خداوند عالم خود اپنے انوار کی عظمت و جلالت کا محافظ ہے۔

دیکھیں عمر فاروق کا باپ اس واقعہ کو کیا کہتا ہے اور اپنے ایسے علامۂ روزگار ابن اثیر جزری کو جو اسقدر جید مورخ و محدث ہے کہ آج تاریخی دنیا کا آفتاب مانا گیا ہے کیا خطاب دیتا ہے۔ بوستان خیال کہتا ہے یا داستان امیر حمزہ یا چڑا چڑیا کی کہانی بتاتا ہے۔

اللہ اللہ یہ اشقیائے امت جو اس طرح آفتاب پر خاک ڈالنا چاہتے ہیں کسی طرح اُن اشقیا سے کم نہیں جن کی شقاوت کو علامۂ ابن اثیر جزری ان لفظوں سے لکھتے ہیں:۔

ثم نادی عمر بن سعد فی اصحابہ من ینتدب الی الحسین فیوطئه فرسه فانتدب عشرة منهم اسحٰق بن حیوة الحضرمی وھو الذی سلب قمیص الحسین فبرص بعد فتواقدا سو الحسین بخیولهم حتیٰ رضوا ظهره وصدره وکان عدة من قتل من اصحاب الحسین ع اثنین وسبعین رجلاً۔ (ص ۳۳ جلد ۴ تاریخ کامل)

کہ عمر بن سعد نے اپنے لشکر کو آواز دی کہ کون تم سے ایسا بہادر ہے جو امام حسین ع کے جسم اطہر پر اپنے گھوڑے دوڑائے دس آدمی اس پر آمادہ ہوئے جن میں ایک اسحٰق بن حیوہ حضرمی تھا یہ وہ شخص ہے جس نے قمیص امام حسین ع کو بعد شہادت جسم اقدس سے اتار لیا تھا جس سے ہمیشہ کے لیے اُس کا جسم مبروص ہوگیا ان سبھوں نے جسد اطہر امام حسین ع کو روند ڈالا یہاں تک کہ ریزہ ریزہ کیا حضرت ع کی پشت اور سینہ کی ہڈیوں کو۔

کب تاریخ عالم میں ایسی نظیر ملسکتی ہے کہ کسی مذہب کے مدعی نے اپنے نبی کے فرزند کے ساتھ یہ بیحرمتی کی ہو؟ نہیں ہرگز نہیں یہ شرف اگر حاصل ہے تو اُن مسلمانوں کو جنھوں نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا کہ رسول اللہ ان سے کیسی کچھ محبت کرتے ہیں اور اس زمانہ کے وہ مسلمان اس شرف سے مشرف ہیں جو سب سے بڑھ کر اسلام کے مدعی ہیں اور انکار شہادت سے اور تعریف و تمجید معاویہ و یزید سے اپنے نبی آخر الزماں یزید کی روح کو خوش کر رہے ہیں بلکہ میں تو کہہ سکتا ہوں کہ کسی دشمن نے اپنے ایسے سخت دشمن سے اس طرح کا انتقام نہ لیا ہوگا جیسے کسی قسم کا مذہبی اتحاد نہ ہو۔ بااستثناء حضرت ابوبکر کا انھوں نے البتہ اپنے باغیوں سے ایسا انتقام لیا کہ آگ سے جلایا ہے اور پہاڑ سے گرویا ہے اور کنوؤں میں ڈالا ہے اور سروں کو پتھروں سے کچلا ہے پھر یزید انکا جانشین کیوں نہ ایسا کرتا۔

جناب سید الشہداء روحی لہ الفداء کی شہادت سے عالم میں جو انقلاب آیا ہے اور آثار قہر الٰہی ظاہر ہوئے اور

خود سر مبارک سے جو کرامتیں ظاہر ہوئی ہیں انکو بخوف طوالت میں یہاں نہیں لکھتا اور نیز احتمال ہے کہ عمر فاروق کا باپ کہیں اپنے اپنے مذہب کی کتابوں سے بھی منکر ہو جائے کہ پھر کہیں دین میں ٹھکانا نہ رہے نہ دنیا میں

مگر ایک واقعہ ضروری ہے جسے غالباً وہ کرامات سر ابن زیاد سے محسوب کرے گا بشرطیکہ اپنی کتب تواریخ کو بھی بوستان خیال نہ کہے تاریخ خمیس میں ہے۔

وفی اسد الغابہ عن عثمان بن عمیر قال لما جیئ براس ابن زیاد واصحابہ قصدت فی المسجد فانتھیت الیھم وھم یقولون قد جاءت قد جاءت حیۃ وقد جائت تخلل الروس حتی دخلت فی منخر عبید اللہ بن زیاد فمکثت ھنیئۃ ثم خرجت فذھبت حتی تغیبت ثم قالوا قد جائت ففعلت ذلک مرتین او ثلاثا قال الترمذی ھذا حدیث حسن صحیح اخرجہ الثلاثہ

(ص ۲۲۵ جلد ثانی)

یعنی اسد الغابہ میں ہے کہ جب ابن زیاد کا سر لایا گیا مسجد (کوفہ) میں تو میں بھی گھس پس کر وہاں پہونچا لوگوں کو سنا کہ کہتے ہیں وہ آیا اتنے میں ایک سانپ آیا جو سروں کے درمیان میں ہو کر آتا تھا یہاں تک کہ پہونچا ابن زیاد کے سر کے پاس پس اُس کے نتھنوں میں گھسا ایک نتھنے میں داخل ہوا اور دوسرے نتھنے سے خارج ہوا ایسا ہی دو مرتبہ ہوا یا تین مرتبہ۔ کہا امام ترمذی نے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے اصحاب ثلاثہ نے روایت کی ہے۔

یہ عبید اللہ بن زیاد ہی ہے جس کی امامت کو اہل حدیث صحیح جانتے ہیں اور جہاں ابن حزم قول لکھا ہے کہ اہل سنت کے صحابہ اُسکے پیچھے نماز پڑھا کرتے تھے وہاں مولوی ثناء اللہ صاحب نے یہ حاشیہ چڑھایا ہے۔ "قاتل امام حسین" دیکھو اہل حدیث مورخہ ۹ صفر نمبر ۹

پس جب ابن زیاد کی امامت کے قائل ہیں تو ثبوت یزید میں کیا عذر ہو سکتا ہے یہ تحفہ صرف عمر فاروق باپ کے لئے پیش کیا گیا ہے۔

نماز جنازہ چونکہ ابن الزبیر کے قتل کا حال مذکور ہو چکا لہذا اب موقع ہے کہ اُسکو بے گور وکفن چھوڑ دیں اگرچہ اہلسنت اُسکو جائز رکھتے ہیں کہ کیسا ہی مسلمان ہو بلکہ خود اپنا خلیفہ برحق ہو تو بوقت مخالفت نہ نماز کی ضرورت ہے نہ گور وکفن کی بلکہ یوں ہی مار کر چھوڑ دینا چاہیئے۔

اگرچہ اسکی ابتدا تو وقت رحلت رسول اللہ ہی سے کی گئی کہ چونکہ حضرت اُن کے خلیفہ اور صحابہ کو بحکم قوموا عنی دور ہو جاؤ میرے پاس سے نکالا تھا جس کے بعد پھر نہ خلفا ثلاثہ شریک تجہیز وتکفین ہوئے نہ رسول اللہ کی نماز جنازہ میں شریک ہوئے بلکہ مہم خلافت کو انجام دیتے رہے مگر خلیفہ ثالث حضرت عثمان غنی سے تو اس سنت نے ایسا رواج پایا کہ نہ حضرت عثمان پر نماز جنازہ پڑھی گئی نہ عبداللہ بن زبیر پر تو بھلا امام حسین پر کب نماز پڑھتے۔

تاریخ کامل میں ہے۔

ودفن الحسینؑ اهلا الغاضریة من بنی اسد بعد قتلهم بیوم وقتل من اصحاب عمر بن سعد ثمانیة وثمانون رجلاً سوی الجرحی علیھم ودفنھم۔ (ص ۳۳ جلد ۳)

یعنی امام حسینؑ کو اور انکے اصحاب کو ایک روز بعد اہل غاضریہ نے دفن کیا جو قبیلہ بنی اسد سے تھے اور عمر بن سعد نے اپنے اصحاب کو جمع کیا اور اُن پر نماز پڑھی اور دفن کیا جس سے جہاں یہ معلوم ہوا کہ عمر بن سعد نے اپنے اصحاب کو جمع کرکے نماز پڑھی اور دفن کیا وہاں یہ بھی معلوم ہوا کہ جناب امام حسینؑ پر نماز نہ پڑھی گئی نہ عمر نے حضرت کو دفن کیا۔

چونکہ عمر بن سعد بھی ارکان مذہب اہلسنت سے ہے کیونکہ اسکا باپ سعد بن ابی وقاص مہاجرین اولین میں سے ہے اور حضرت عمر نے جن چھ آدمیوں کو اپنے بعد قابل خلافت بتایا ہو ان میں سے سعد مذکور بھی ہے لہذا حضرات اہلسنت کو جہاں تک عمر بن سعد سے ہمدردی ہو کم ہے مگر درحقیقت عجب مصلحت خداوندی ہے کہ اس نے اسقدر احسان بھی اس کافر کا نہ گوارا کیا کہ خدا کے نور پر اسکا یہ احسان ہو کہ اس نے نماز جنازہ پڑھی یا قبر میں دفن کیا اس لئے خداوند عالم نے اہل غاضریہ کو آمادہ کیا جو قوم بنی اسد سے تھے جس سے ہر مسلمان سمجھ سکتا ہے کہ ان مسلمانوں نے ضرور نماز جنازہ بھی پڑھی ہوگی دیکھو حضر الامام بالاعجاز مگر اہلسنت کے خلیفہ ثالث عثمان کا حال جہاں تک دیکھا جاتا بیچارے بے نماز دفن ہوتے ہیں تاریخ خمیس میں ہے۔

عن عروة انھم قال ارادوا ان یصلوا علی عثمان فمنعوا فقال رجل من قریش ھو ابوجھم بن ابو حذیفه دعوه فقد صلے علیه رسول الله اخرجه القلعی صفحه ۲۹۵ ج ۲

یعنی عروہ سے روایت ہے کہ لوگوں نے چاہا عثمان پر نماز پڑھیں تو لوگ مانع ہوئے ایک شخص نے قریش سے کہا وہ ابوجہم بن حذیفہ تھا کہ چھوڑ دو کہ اس پر رسول اللہ نے نماز پڑھی۔

جس سے اسقدر تو معلوم ہوا کہ دنیا میں نماز نہیں پڑھی گئی اور بے نماز دفن ہوئے۔ اِن بعض خوش عقیدہ نے تو یہ بھی تراشا ہے کہ رسول اللہ نے انکی نماز پڑھی تھی (شاید قبل از وفات خود آں حضرت نے پڑھی ہو) اور بعض نے یہ ترقی کی کہ خود خدا نے پڑھی چنانچہ تاریخ خمیس میں ہے:۔

وذکر الجندی انھم قام فی حش کوکب ثلاثاً مطروحاً لا یصلی علیه حتیٰ ھتفھم ھاتف ادفنوه ولا تصلوا علیه فان الله عزوجل قد صلی علیه۔

یعنی حضرت عثمان حش کوکب (پائخانہ یہود) میں تین روز پڑے رہے کوئی ان پر نماز نہ پڑھتا تھا یہاں تک کہ ہاتف نے آواز دی یونہی دفن کردو کہ خود خدا نے ان پر نماز پڑھی ہے۔

اب اس سے بڑھ کر کیا ترقی ہو سکتی ہے کہ خدا نے اُن پر نماز پڑھی مگر اسقدر تو یقیناً معلوم ہوا کہ صحابہ تابعین سے کوئی ایسا با توفیق نہ تھا جو اُن پر نماز پڑھتا۔

اب انھیں کے حال پر عبداللہ بن زبیر کے حال کو قیاس کرنا چاہیئے کہ وہ بھی صحابی اور خلیفہ اول کے نواسہ اور اہل سنت کے خلیفہ جو بحکم خلیفہ وقت عبدالملک لٹکائے گئے ان پر بھی نہ کسی سنی نے نماز پڑھی نہ صحابی نے نہ تابعی

نے ، تابعی نے تاریخ کامل میں ہے۔

وان عبداللّٰہ لم یصل علیہ احد منعہ الحجاج من الصلوٰۃ علیہ وقال انما امر امیر المومنین بدفنہ وقیل صلی علیہ غیر عروۃ والذی ذکرہ مسلم فی صحیحہ ان عبداللّٰہ بن زبیر القی فی مقابر الیہود۔ (صفحہ ۱۳۹ جلد ۴)

یعنی عبداللّٰہ بن زبیر پر نماز میت نہیں پڑھی گئی۔ حجاج نے روک دیا اور منع کیا ان پر نماز پڑھنے سے اور کہا کہ امیر المومنین عبدالملک نے صرف دفن کرنے کا حکم دیا ہے اور بعض لوگوں نے کہا ہے کہ اس پر غیر عروہ نے نماز پڑھی اور صحیح مسلم میں یہ ہے کہ عبداللّٰہ بن زبیر ڈال دیے گئے مقبرۂ یہود میں۔

میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ آخر حضرات اہلسنت کس دین کس ملت کے تابع ہیں کہ مدعی تو ہیں صحابہ کی ہواداری اور خیر خواہی کے مگر طرز عمل یہ ہے کہ خود ہی تو خلیفہ بناتے ہیں اور جب تک منافع دنیوی ملتے رہتے ہیں ساتھ رہتے ہیں مبادہ جو نفع وقت ہوا اور دوسری طرف گئے پھر اپنے پہلے خلیفہ کو ایسا ذلیل و حقیر کرتے ہیں کہ کوئی اسکا بھی روادار نہیں ہوتا کہ اُس کو مسلمانوں کے مقبرہ میں دفن کریں یا نماز جنازہ پڑھیں پھر ان کیا کوئی امید کر سکتا ہے۔ یہ کس سلطنت کے خیر خواہ ہو سکتے ہیں انکو تو اپنے نفع سے کام ہے جب تک ہوا بنی ہے سیفہ جی میں ربال بھی ہیں امام بھی ہیں پھر کہاں کے تم کہاں کے ہم بتھرے ہی ان ہوئے خلیفہ عبدالمجید ترکی کے ساتھ بھی یہی ہوا۔

مدفن ابن الزبیر

اگرچہ مدفن کا حال ابھی سُن چکے ہیں کہ وہ مقابر یہود میں دفن ہوئے جس سے آپ سمجھ سکتے ہیں کہ انکا رشتہ یہود سے کیسا قریبی ہے کہ انکے خلفا کو مدفن بھی ملتا ہو تو مقبرہ یہود میں مگر گفتگو اس میں ہے کہ آخر یہ شرف اُن کو حاصل کیونکر ہوا کیونکہ باپ اُنکے زبیر تو جنگ جمل میں لڑے گئے بصرہ میں دفن ہوئے جو آبادی شہر بصرہ سے بہت دور مقام پر واقع ہے۔ نانا اُن کے حضرت ابوبکر تو روضۂ رسولؐ میں بلا اجازت ورثہ دفن ہوئے پھر انکو یہ ترکہ ملا تو کہاں سے ملا۔

یہ میراث انکو حضرت عثمان سے ملی کیونکہ انکا مدفن حش کوکب میں ہے چنانچہ تاریخ خمیس میں ہے۔

ودفن فی حش کوکب فلما ظہر معاویۃ بن ابی سفیان علی الناس امر بذلک الحائط فہدم وادخل فی البقیع وامر الناس فدفنوا موتاھم حول قبرہ حتی اتصل المدفن بمقابر المسلمین۔ (ص ۲۶۲ جلد ۲)

یعنی عثمان دفن کے لیے حش کوکب میں۔ جب معاویہ کو تسلط اور غلبہ ہوا تو حکم دیا کہ یہ دیوار توڑ دی جائے اور بقیع (مدفن اہل اسلام در مدینہ) میں ملا لی جائے اور لوگوں کو حکم دیا کہ اپنے مردے گرد قبر عثمان دفن کریں یہانتک کہ وہ مقام بھی مقبر مسلمین سے متصل ہو گیا۔

اگرچہ یہ عبارت بطور خود کافی ہے یہ بتلانے کے لیے کہ عثمان کا مدفن کہاں ہے اور وہ کہاں دفن ہوئے کیونکہ معاویہ کا بعد تسلط اُس دیوار کو توڑنا اور بقیع میں اُسکا ملانا اور لوگوں کو حکم دینا کہ یہاں اپنے مردے دفن کرو جس سے مقبرہ

مسلمین سے متصل ہو جائے کافی شہادت ہے۔ یعنی کہ وہ مسلمانوں کے دفن کی جگہ نہ تھی مگر مزید تحقیقات کے لیے لغت کی طرف رجوع کرنے سے اسکی پوری تشریح ہو جاتی ہے مجمع بحار الانوار گجراتی میں ہے۔

وفیہ ان ہذہ الحشوش محضرۃ یعنی الکنف ومواضع قضاء الحاجۃ الواحد حش بالفتح واصلہ من الحش البستان لانہم کانوا کثیرا ما یتغوطون فی البساتین وفی ح عثمان انہ دفن فی حش کوکب وہو بستان بظاہر المدینۃ خارج البقیع۔ (ص ۳۰ جلد اول)

یعنی حدیث میں ہے کہ یہ باغ سب جگہ پاخانہ کی ہے۔ واحد اسکا حش ہے یعنی باغ کیونکہ ان لوگوں کا قاعدہ تھا کہ پاخانہ اکثر باغ میں پھرا کرتے اور حدیث عثمان میں ہے کہ وہ دفن کیے گئے حش کوکب میں وہ باغ تھا یعنی پاخانہ پھرنے کی جگہ ظاہر مدینہ میں خارج از بقیع۔

جس سے معلوم ہوا کہ جہاں حضرت عثمان دفن ہوئے وہ ایک جگہ تھی جہاں لوگ قضائے حاجت کو جاتے اور پاخانہ پھرا کرتے اور چونکہ تاریخ کامل سے مذکور ہو چکا کہ معاویہ نے مقابر مسلمین سے متصل کر دیا لہذا معلوم ہوا کہ اصل میں وہ مقبرہ مسلمین نہ تھا بلکہ یہود کا مقبرہ تھا۔

اس زمانہ میں آپ کو ہزاروں سلاطین کے حالات معلوم ہوتے رہتے ہیں کہ وہ کیسے کیسے احکام اپنے رعایا پر صادر کرتے ہیں مگر آپ نے کوئی حکم ایسا نہ سنا ہوگا کہ اپنے مردوں کو فلاں جگہ دفن کرو مگر یہ بھی خصوصیات اہلسنت سے ہے کہ معاویہ نے بزور حکومت مسلمانوں کے مردے مزبلہ میں دفن کرائے۔ کیوں؟ صرف اس غرض سے کہ کسی طرح عثمان صاحب کی قبر مقبرۂ مسلمین سے ملجائے۔ پھر اگر روضۂ رسول میں اسی طرح کی زبردستی کی گئی تو آپکو کیوں تعجب ہوتا ہے۔

مدفن عثمان کا مزبلہ ہونا اور کتابوں سے بھی ثابت ہے چنانچہ تاریخ خمیس میں ہے۔

عن مالک قال لما قتل عثمان القی علی المزبلۃ ثلاثۃ ایام فلما کان فی اللیل اتاہ اثنا عشر رجلا منہم حویطب بن عبد العزی وحکیم بن حزام وعبد اللہ بن الزبیر وجدی فاحتملوا فلما صاروا بہ الی المقابر لیدفنوہ فاذا ہم بقوم من بنی مازن قالوا واللہ لئن دفنتموہ ہہنا لنخبرن الناس غدا فاحتملوہ وکان علی باب وان راسہ علی الباب یقول طق طق حتی صاروا بہ الی حش کوکب

یعنی عثمان بعد قتل تین روز تک مزبلہ پر پڑے رہے جب رات ہوئی تو بارہ آدمی کہ جن میں عبد بن زبیر بھی تھے اٹھا کر لے چلے کہ مقبرہ (بقیع) میں دفن کریں کہ کچھ لوگ بنی مازن سے آگئے اور کہا کہ اگر یہاں تم نے دفن کیا تو ہم سب کو خبر کر دینگے پس وہاں سے لوگ اٹھالائے حالانکہ وہاں انکا سر ایک ... پر رکھا جو طق طق کر رہا تھا (یعنی انکا تھا اور جو انکے سے ٹھک ٹھک کر رہا تھا یہ اہلسنت کے خلیفہ کا حال ہے خود سنیوں کے ہاتھوں فاعتبروا یا اولی الابصار) جب انھوں نے روکا تو حش کوکب

میں لے گئے وہیں ایک گڑھا کھود کر گاڑ دیا اُس وقت عائشہ دختر عثمان چراغ دکھا رہی تھی چیخ کر رونے لگی ابن الزبیر نے جھڑکا اور کہا کہ اگر چپ نہ رہے گی تو تیری بھی گردن اڑا دیں گے پس وہ خاموش ہوئی اور عثمان دفن ہوئے۔

ظہور مشہد امام حسین علیہ السلام

آپ کو یاد ہوگا کہ ابتدائے تحریر اس مطلب سے ہے کہ جب جناب امام حسین علیہ السلام نے بیعت یزید سے انکار کیا ہے تو بعض لوگوں نے حضرت کو یہ رائے دی تھی کہ آپ مکہ معظمہ میں قیام فرمائیں جس کو حضرت نے نہ مانا اور فرمایا کہ جہاں تک ممکن ہو مردن خانہ کعبہ سے وہی مجھے سب سے زیادہ پسند ہے جن کی تصدیق ان حالات سے بخوبی معلوم ہوئی کہ وہاں قیام میں کیا کیا مفاسد تھے کس کس طرح خانہ کعبہ کی توہین کی گئی کس طرح خود خانہ کعبہ جلا۔ پردہ جلا۔ حجر اسود پاش پاش ہوا پھر ان مفاسد کو کوئی شخص اہل اسلام سے ہو کر کیونکر قبول کر سکتا ہے چہ جائیکہ وہ امام ہو فرزند رسول ہو۔ محافظ اسلام ہو۔

اسی لئے آپ اس نتیجہ پر بھی پہونچ سکتے ہیں کہ چونکہ ان لوگوں کے جملہ افعال میں اغراض ذاتی شامل تھے کہ جو کام کیا محض دنیا کے لئے اس لئے خدا نے یہ نتیجہ دیا کہ گو چند روزہ دنیا ہاتھ لگی مگر خدا نے اس طرح مٹایا اور ان کے آثار کو محو کیا کہ آج دنیا میں ان کا نہ کہیں مزار ہے نہ اسکی کوئی عظمت بخلاف مزار جناب سید الشہداء ارواحنا لہ الفداء کے کہ خدا نے اس طرح اس کو ظاہر اور نمایاں کیا کہ آج تمام اسلام کا وہ ملجا و ماوی ہے یہ ہیں معنی اَرادوا اللّٰہ متم نورہ ولو کرہ المشرکون کے۔

میں یہاں عبداللہ بن زبیر کا نام نہیں لیتا جسے حجاج ایسے سفاک نے جو اگرچہ صحابی نہ تھا اہلسنت کا مقتدا اور امام تھا مگر ایسا ظالم تھا کہ دنیا دیت پڑھنے دی نہ مقبرہ مسلمین میں دفن ہونے دیا بلکہ مقبرہ یہود میں دفن کروایا بلکہ حضرت عثمان کا نام لیتا ہوں جن کے لئے معاویہ نے کوشش کی کہ دیوار اسکی توڑ دی مسلمانوں کو وہاں دفن کرایا کہ مسلمانوں کے مقبرہ سے ملجائے مگر آج بھی وہ اسی ذلت میں ہے جو پہلے تھی حالانکہ یہ قبر خاص مدینہ منورہ میں واقع ہے۔ جس پر ہمیشہ سلاطین اہل سنت کا تسلط ہوا اور آج بھی سلطان ابن سعود کی ماتحتی میں ہے۔

ان واقعات سے بھی آپ سمجھ سکتے ہیں کہ امام معصوم نے جو محض رضائے خدا کے لئے ظلم ظالمین سے تنگ آکر قیام مدینہ اور قیام مکہ کو چھوڑا اور اسکو نہ گوارا کیا کہ ہمارے سبب سے مکہ و مدینہ میں خونریزی ہو کہ ان اماکن مقدسہ کی توہین ہو تو خدا نے آپکے روضۂ اقدس کو کیسا جلوہ دیا اور ان لوگوں کو کیسا ذلیل و خوار کیا جنھوں نے دنیا کے لئے مدینہ کو بے عزت کرنا چاہا۔

دفن عثمان کو تو یہ بھی خصوصیت حاصل ہے کہ وہ ... دفن ہی ایسے آثار محو کر دئے گئے تھے کہ کسی کو نہ معلوم ہو مگر معاویہ نے از راہ چالاکی ایک فرضی قبر بنوا دی جو دکھائی بھی دیتی۔ مگر کوئی سنی بھی وہاں نہیں جاتا اور نہ فاتحہ پڑھتا ہے تاریخ ...

قال الواقدی دفن لیلاً لیلة السبت فی موضع او قال فی ارض یقال لہ حش کوکب واخفی قبرہ وقیل ان الذین تولوا تجھیزہ کانوا خمسة او ستة جبیر بن مطعم وحکیم بن حزام و

یعنی کہا واقدی نے کہ سنیچر کی رات عثمان دفن ہوئے زمین حش کوکب میں اور چھپا دیگئی قبر اُن کی اور کہا گیا ہے کہ پانچ آدمی اُسکے دفن میں شریک ہوئے تین مرد جبیر و حکیم ... اور دو عورتیں ...

بسار بن مکرم و دو زوجۃ عثمان بن نائلہ بنت الفرافصۃ و ام البنین بنت غفلۃ و نزل یسار وابو جھم و جبیر فی قبرہ وکان فلما دفنوہ غیبوا قبرہ (ص ۹۵)

جو دونوں زوجہ عثمان تھیں۔ یسار ابو جہم جبیر تو قبر میں اترے اور دونوں زوجہ عثمان اور حکیم قبر میں اتار تی تھیں پھر غائب کر دی گئی وہ قبر۔

جس سے معلوم ہوا کہ اصل قبر تو اسی وقت بعد دفن چھپا دی گئی تھی کہ کسی کو معلوم نہ ہو حضرت عثمان کہاں دفن ہیں مگر بعد کو معاویہ نے ایک فرضی قبر بنا کر اس کے گرد دفن کرنے کا حکم دیا کہ کسی طرح مسلمانوں کے مقبرہ سے ملجائے مگر آج بھی دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ قبر مذکور بقیع سے خارج ہے۔ وہاں دیوار ٹیڑھی کی گئی ہے۔ اور صرف اسی طرف کو کچھ قبریں نظر آتی ہیں عثمان صاحب کے اس طرف ایک بھی قبر نہیں۔

اب آپ ہی غور فرمائیے کہ جب ابن الزبیر کی قبر مکہ میں اس بے حرمتی سے بنائی گئی کہ مقبرۂ یہود میں ڈالے گئے اور حضرت عثمان مزبلہ یہود پر ڈالے گئے تو جناب امام حسین علیہ السلام کیونکر اسکو گوارا فرماتے کہ خاص مکہ یا مدینہ میں قیام فرما کر اس طرح کے الحاد کو جاری کرتے۔

اسی خشیت الٰہی کا خداوند عالم نے یہ نتیجہ دیا کہ آج روضۂ جناب امام حسین علیہ السلام اس طرح مشہور و معروف ہو رہا ہے کہ تمام اسلام کا مرجع اور مزار ہے حالانکہ ہزاروں سلاطین اہلسنت نے اسکو نیست و نابود کرنا چاہا مگر خدا کا نور روز بروز اپنا جلال دکھا رہا ہے اور اسطرح کی عظمت اس کی نمایاں ہو رہی ہے کہ بجز روضۂ رسول کوئی اسکی ہمسری نہیں کر سکتا۔

افسوس کہ بانقضائے مقام میں تفصیلی مظالم سلاطین اہلسنت کو نہیں لکھ سکتا کہ اس ارض مقدس پر انھوں نے کیا کیا ظلم کئے۔ اگر آپ کو شوق ہو تو کتاب مرقع کربلا مصنفہ جناب مولوی اعجاز حسین صاحب مرحوم ... امروہہ ملاحظہ کریں۔ مگر متوکل کا حال تو سب کو معلوم ہے جسے اہلسنت نے خلفاء راشدین سے ملحق کیا ہے کہ اس نے اس مشہد پر کیا ظلم کیا نہر کاٹ کر لایا کہ نشان قبر معدوم ہو جائے مگر خود پانی وہاں آ کر گرد قبر اقدس چکر کھانے لگا جس سے اس مقام کا نام حائر قرار پایا تو اب بجز خدا کون تھا جو ایسے ظالموں کے شر سے اس قبر اطہر کو محفوظ رکھتا فصدق اللہ والله متم نورہ ولو کرہ المشرکون۔

اس مزار مقدس سے حضرات نواصب کو جو عداوت ہے اسکی تفصیل تو یہاں نہیں ہو سکتی مگر عمر فاروق کے باپ کا یہ جملہ کافی ہے جو اپنے اخبار رفارمی گزٹ مورخہ یکم مئی ۱۹۰۰ء میں لکھتا ہے کہ "جب تک حسین کا طلائی بت یہاں سے مثل بتان کعبہ کے پارہ پارہ نہ کر دیا جائے خدائے بے ہمتا کی سچی پرستش مخلوق میں جاری نہ ہوگی۔"

مگر ہائے افسوس اس کو معلوم نہیں کہ یہی آرزو لیکر محمد بن عبد الوہاب نجدی بھی انہدام روضۂ رسول کے لیے گیا تھا جس کو اس نے صنم اکبر کا خطاب دیا تھا اور کربلائے معلیٰ پر بھی اس نے حملہ کیا تھا مگر خائب و خاسر رہا کیونکہ اگر خدائے بے ہمتا کی پرستش ہو سکتی ہے تو اسی طریق سے۔

احوال اجمالی ابن الزبیر

چونکہ سلسلۂ کلام یہاں تک پہونچا کہ ابن الزبیر مقبرۂ یہود میں دفن ہو چکے لہٰذا اجمالی نظر ان کے ذاتی حالات پر بھی مناسب ہے کہ کس طبیعت کے آدمی تھے۔ ان کا نام عبد اللہ ہے۔ باپ کا نام زبیر۔ ماں کا نام اسماء بڑی بیٹی ابو بکر کی۔ خالہ حضرت عائشہ۔ جد ابو بکر صدیق۔

رسول اللہ کے خون کے ایسے پیاسے تھے کہ ایک دفعہ حضرتؐ نے حجامت فرمائی (پچھنا یا پاچھہ) اور ان کو وہ خون دیا کہ کہیں ایسی جگہ جاکر دفن کر دو کہ کوئی نہ دیکھے یہ اُسے نوش جان کر گئے۔ مستدرک امام حاکم میں ہے۔

انّہ اتی النبیؐ وھو یحتجم فلمّا فرغ قال یا عبد اللہ اذھب بھذا الدم فاھرقہ حیث لا یراک احد فلما رجعت الی النبیؐ قال ما صنعت یا عبد اللہ قال جعلتہ فی مکان ظننت انّہ اخفی علی النّاس قال فلعلک شربتہ قلت نعم قال ومن امرک ان تشرب الدم ویل لک من النّاس وویل النّاس منک۔

یعنی عبد اللہ بن زبیر خدمت رسولؐ میں حاضر ہوئے اور وہ حضرت حجامت لے رہے تھے جب فارغ ہوئے تو اُن سے کہا یہ خون ایسی جگہ جاکر گرا دو کہ کوئی نہ دیکھے یہ باہر گئے اور پی ڈالا جب واپس آئے تو حضرتؐ نے پوچھا کیا کیا کہا میں نے ایسی جگہ رکھا ہے جس کے نسبت مجھے گمان ہو کہ سب سے مخفی ہوگا حضرت نے فرمایا کہ شاید تو پی گیا کہا ہاں۔ حضرتؐ نے فرمایا تجھے کس نے حکم دیا کہ خون پی جاؤ ویل ہو تیرے لئے آدمیوں سے اور ویل ہے آدمیوں کو تجھ سے۔

حضرات اہلسنت عموماً نظر غائر سے بلا خطر کریں کہ خون رسول کو کس نے حلال جانکر پیا ہے اگر خون کی تجارت اس قوم میں رائج ہو تو کہاں تک مناسب ہے کیونکہ خون کو حلال جاننا خاص اُنکے صحابی بلکہ خلیفہ کا فعل ہے۔ آیۂ حرمت علیکم المیتۃ والدم ولحم الخنزیر کی صریحی مخالفت کی یا نہیں پھر ویل ہے اُن پر جو ایسے خونخوار پر ایمان لاتے ہیں اور اُسکو ارکان اہلسنت سے شمار کرتے ہیں۔

باپ پر جو اُن کا تسلط تھا وہ اس سے ظاہر ہے کہ اسد الغابہ اور استیعاب میں ہے:۔

وکان علیؑ یقول ما زال الزبیر منّا اھل البیت حتی نشا لہ عبد اللہ۔

یعنی حضرت علیؑ فرماتے تھے کہ ہمیشہ زبیر کا شمار ہم اہلبیت رسالت سے ہوتا تھا یہاں تک کہ نشو و نما پایا عبد اللہ نے

جس سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ زبیر کا دراصل بہکانے والا یہی شخص ہے جس نے زبیر کو بھی دشمن جناب امیرؑ بنا دیا۔

آپکو قصہ سقیفہ میں تو معلوم ہوگا کہ جناب امیرؑ کے ساتھ زبیر بھی تھے جو خلافت خلیفۂ اول سے کنارہ تھے اور جناب سیدہؑ کے مکان میں صلاح و مشورہ کیا کرتے جس پر شاہ عبد العزیز نے اُنکو بد معاش کا خطاب دیا ہے جب لوگ گرفتاری جناب امیرؑ کو آئے ہیں تو یہی زبیر تلوار کھینچ کر نکلے تھے مگر اُنکی تلوار چھین گئی یا چھین لی گئی۔

اُس وقت تک عبد اللہ بن زبیر بہت کمسن بچہ تھے اس وجہ سے کوئی اثر نہ پڑا جب جوان ہوئے تو ایسا مجبور کیا کہ پورا دشمن بنایا چنانچہ تذکرہ خواص الائمہ میں ہے۔

انّ علیاً لما التقی بالزبیر قال لہ کنّا نعدک من خیار بنی عبد المطلب حتی بلغ ابنک السوء ففرق بیننا الیس رسول اللہ قال لک کذا و کذا۔

یعنی جب جمل میں زبیر لڑنے کے لئے نکلے ہیں اور حضرت علیؑ سے ملاقات ہوئی تو فرمایا پہلے تو ہم تم کو خاندان عبد المطلب کے نیکوکاروں سے شمار کرتے تھے یہاں تک کہ تمہارا بیٹا بڑا جوان ہوا پس جدا کر دیا اُس نے تجھے ہم سے

کیا رسول اللہ نے تجھ سے نہیں کہا تھا کہ تم علیؑ سے لڑو گے درحالیکہ تم ظالم ہو گے)

تو اب بجز اسکے کیا کہا جا سکتا ہے کہ مادری اثر غالب آیا جس نے یہ اثر دکھایا کہ خود بھی دشمن اہلبیتؑ ہوئے اور اپنے باپ کو بھی دشمن بنایا۔

اپنے مادر گرامی قدر اسماء بنت ابوبکر ذات النطاقین کے ساتھ جو سلوک کیا کس قلم میں طاقت ہے کہ اسکو بیان کر سکے اور کس دل میں یہ تو سکت کہ اس پر ضبط کر سکے علامہ ابن اثیر جزری اپنی کامل میں بعد ذکر قتل ابن الزبیر لکھتے ہیں :۔

واسماء بنت ابوبکر بعد ابنها بقلیل و کانت قد عمیت وکانت مطلقة ابن الزبیر قبل ان ابنها عبد الله قال لھم مثلی لا توطأ امی نطلقها۔ (صفحہ ۱۴۱ جلد ۴)

یعنی اپنے بیٹے عبد اللہ کے چند روز بعد اسماء بنت ابوبکر نے بھی انتقال کیا۔ یہ اندھی ہو چکی تھیں اور انکو انکے شوہر زبیر نے طلاق دیدیا تھا جسکی وجہ یہ ہوئی کہ عبد اللہ ابن الزبیر نے اپنے باپ سے کہا تھا میری شان اب ایسی نہیں ہے کہ اُس کی ماں کے ساتھ وطی کیجائے لہذا زبیر نے طلاق دیا۔

کہئے ایسی غیرت آپ نے کسی غیور میں دیکھی ہو کہ جب ماشاء اللہ جوان ہوئے کچھ ہاتھ پیر نکالا تو باپ سے فرمائش کی اب میری شان یہ نہیں ہے کہ میری ماں کے ساتھ وطی کی جائے۔

اللہ رے غیرت اللہ ری حیا کہ اس پر تو نہ خیال کیا۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو انکی ولادت کیونکر ہوتی۔ مگر اس شرم و حیا کے قربان کہ باپ سے فرمائش کرتے ہیں میری ماں کیساتھ وطی نہ کرو پھر حضرت زبیر کب ایسے احمق تھے کہ .... مگر انہ کھانس دیتے رہیں انھوں نے بھی نہ آؤ دیکھا نہ تاؤ جھٹ طلاق دیدیا کہ لے اب کھا ناجرعۂ چلا۔

میں نہیں کہتا عورت اور مرد میں تقاضائے فطرت کہاں تک اور کب تک رہتا ہے کیونکہ دنیا کو معلوم ہے زبیر اور اسماء کا تعلق بذریعہ متعہ تھا اور حضرت اسماء ہمیشہ متعہ کے جواز کی قائل تھیں مگر زیادہ کہنے کی ضرورت نہیں کیونکہ آخر کوئی ایسی ہی بات دیکھی تھی جس پر عبد اللہ ایسے غیور کو غیرت آئی کہ باپ سے رو در رو کہا اب میں اس لائق نہیں ہوں کہ میری ماں .... آہ کوئی اُس دل سے پوچھے جسے محروم کیا گیا نہ معلوم اب بھی کوئی ایسا غیرت مند اہلسنت میں پیدا ہوتا ہے یا نہیں۔

خالہ کے ساتھ کیا سلوک کیا اسکیلئے صحیح بخاری کی کتاب الادب باب الہجرة وقول رسول اللہ لا یحل لرجل ان یہجر اخاہ فوق ثلاث۔ جلد ۴ صفحہ ۹۳ مطبوعہ مصر ملاحظہ ہو۔

حدثنا ابوالیمان اخبرنا شعیب عن الزھری وقال حدثنی عوف بن مالك بن الطفیل ھو ابن الحرث وھو ابن اخی عائشة زوج النبی لامھا ان عائشة حدثت

خود حضرت عائشہ اپنے برادر زادے ابن الحرث سے بیان کرتی ہیں کہ عائشہ نے کوئی چیز بیچ کی تھی یا کسیکو کچھ دیا تھا اُس پر ابن الزبیر نے کہا عائشہ اس کام سے باز نہ آئیں تو ہم اُن کو حجر کرینگے (یعنی جس طرح بچوں یا مجنون

ان ابن الزبیر قال فی بیع او عطاء اعطته
عائشه واللہ لتنتھن عائشة او لاحجرن
علیھا فقالت اھو قال ھذا قالوا نعم
قالت ھو للہ نذر ان لا اکلم ابن الزبیر
ابداً فاستشفع ابن الزبیر الیھا حین
طالت الھجرة فقالت واللہ لا اشفع
فیه ابداً ولا اتحنث الی نذری فلما طال
ذالک علی ابن الزبیر کلم المسور بن
مخرمه وعبد الرحمن بن الاسود بن عبد
یغوث وھما من بنی زھرہ وقال کلما
انشدکما اللہ لما ادخلتمانی علی عائشه
فانھا لا یحل لھا ان تنذ قطیعتی فاقبل
بہ المسور وعبد الرحمن مشتملین باردیتھما
حتی استاذنا علی عائشه فقالا السلام
علیک ورحمة اللہ وبرکاته اندخل قالت
عائشه ادخلوا قالوا کلنا قالت نعم ادخلوا
کلکم ولا تعلم ان معھما ابن الزبیر فلما
دخلوا دخل ابن الزبیر الحجاب فاعتنق عائشه
وطفق یناشدھا ویبکی وطفق المسور
وعبد الرحمان یناشدانھا الا ما کلمته وقبلت
شانه ویقولان ان النبی نھی عما قد علمت من
الھجرة فانه لا یحل لمسلم ان یھجر اخاه
فوق ثلث لیال فلما اکثروا علی عائشه من
التذکرة والتحریج طفقت تذکرھما وتبکی و
تقول انی نذرت والنذر شدید فلم تزالا
بھا حتی کلمت الزبیر واعتقت فی نذرھا
ذالک اربعین رقبة وکانت تذکر نذرھا

کی جائداد کورٹ کر دی جاتی ہے کہ کوئی اختیار اس کو
نہیں رہتا اسی طرح عائشہ کے تصرف کو روک دیں گے،
یہ خبر جب عائشہ کو پہونچی تو کہا کیا ابن الزبیر نے ایسا کہا ہے
لوگوں نے کہا ہاں (کیا اسکا نام چغلی نہیں ہے کہ صحابی خالہ
بھانجی میں لگا بجھا رہے) اس پر عائشہ نے کہا تو میں نذر
کرتی ہوں قسم کھا کر کہ کبھی بھی ابن الزبیر سے بات نہ کروں گی
(پہلی قسم ہے) جب زمانہ ترک سلام و کلام کو عرصہ گذرا
تو ابن الزبیر نے سفارش کرانی چاہی اس پر عائشہ نے کہا
واللہ نہ میں کسی کی سفارش سنوں گی اور نہ اپنی نذر توڑوں گی
(یہ دوسری قسم ہے) جب اسکو کچھ عرصہ گذرا تو ابن الزبیر
نے مسور بن مخرمہ اور عبد الرحمن بن اسود سے جو قبیلہ
بنی زہرہ سے تھے کہا میں تم کو قسم دیتا ہوں کہ کسی طرح عائشہ
کے پاس ہمکو لے چلو کہ جائز نہیں ہے اُن کو قطع رحم کرنا
ہمارے ساتھ۔ (یہ الزام خود عائشہ پر ہے کہ وہ فعل حرام
کے مرتکب ہوئیں) الغرض جو کر تو ال کو ڈانٹے مسور و عبد الرحمان
ابن الزبیر کو لیکر عائشہ کے پاس اور بعد السلام علیک
طالب اذن ہوئے عائشہ نے اجازت دی۔ ان لوگوں نے
پوچھا کہ کیا ہم سب داخل ہوں۔ عائشہ کو معلوم نہ تھا کہ
ابن الزبیر بھی ساتھ ہے کہا کہ ہاں سب داخل ہوں جب
سب داخل ہوئے تو ابن الزبیر پردہ کے اندر گئے اور
عائشہ کے گلے سے چمٹ گئے اور قسمیں دینے لگے اور روتے جاتے تھے مسور
اور عبد الرحمان بھی عائشہ کو قسمیں دینے لگے کہ ابن الزبیر سے کلام کریں کیونکہ خوب
معلوم ہو جناب رسول خدا نے فرمایا ہو نہیں حلال ہے کسی آدمی
کے لیئے کہ تین رات سے زیادہ کسی سے ترک سلام و کلام کرے
جب ان لوگوں نے بہت اصرار کیا تو عائشہ بھی کہنے لگیں
کہ ہم نے ایسی قسم کھائی ہے اور روتی جاتی تھیں آخر عائشہ
نے ابن الزبیر سے کلام کیا اور کفارہ قسم میں ۴۰ غلام آزاد

فتبکی حتیٰ تبل دموعها خمارها۔ گئے۔ مگر اس کے بعد بھی جب اپنے نذر و عہد کو یاد کرتیں تو اسقدر روتیں کہ مقنعہ اُن کا آنسوؤں سے تر ہو جاتا۔ (صحیح بخاری ص۳۹ ج ۲)

اس واقعہ سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ ابن الزبیر کس فطرت کے آدمی تھے کیونکہ اگرچہ دنیا میں ہزاروں بخیل ہوئے ہیں جنمیں ابن الزبیر اور عبدالملک کا خاص طور پر نام لیا جاتا ہو مگر یہ بخالت بھی اپنی آپ نظیر ہے کہ کسی دوسرے کی سخاوت بھی انکو نہیں بھاتی. کس جرأت اور شوخ چشمی سے حضرت عائشہ کے نسبت کہہ رہے ہیں۔ اگر انھوں نے اپنی فیاضی نہ چھوڑی تو میں کورٹ کر دوں گا۔

یہ بھی قابل غور ہو کہ حضرت عائشہ اُنکی حقیقی خالہ ہیں اور سبکی ام المومنین۔ مگر کس بے حرمتی سے نام لے رہے ہیں لتنتهين عائشة یعنی ضرور چاہیئے کہ عائشہ باز رہیں۔ کیا اس سے یہ نہیں معلوم ہوا کہ انکی عظمت اُس زمانہ میں کتنی تھی کہ خود اُنکے بھانجے ان لفظوں سے یاد کرتے ہیں۔ شاید اسی وجہ سے امام بخاری نے اس حدیث کو باب الہجر میں لکھا ہے نہ کتاب الایمان والنذور میں جہاں اسکو زیادہ مناسبت تھی۔ بلکہ کتاب الادب میں لکھا کہ معلوم ہو یہ کیسے بے ادب تھے کہ اپنی خالہ کے ساتھ ایسی بے ادبی کرتے تھے۔ حضرت عائشہ کے پاس اس بے ادبی کی سزا اسکے سوا کیا تھی کہ بھانجے سے روٹھیں اور قسم کھائیں۔ اب میں بولوں گی کیونکہ تیر۔ تلوار۔ نیزہ تو صرف جناب میر کے لئے تھا جو جنگ جمل میں خرچ ہو گیا تیر بھی جناب امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام پر خرچ کر چکی تھیں (اگر واقعہ اسکے بعد کا ہو) اور اگر تھا بھی تو کس دل سے گوارا کرتیں کہ ابن الزبیر پر صرف کیا جائے جو پیاری بہن کا بڑا بیٹا ہے اور اسکی محبت میں ایمان و دین تک کی پروا نہ تھی۔

علامہ سمہودی جو غصہ یہ لکھتے ہیں:۔

فان فی قول ذلك جرأة عظيمة وتنقيصاً لقدرها ونسبتها الى ارتكاب التبذير الموجب لمنعها من التصرف مع كونها ام المومنين.

یعنی اس قول میں اس نے بڑی جرأت کی جس سے انکی شان کی تنقیص اور توہین ہوئی کیونکہ حضرت عائشہ کی طرف ایسی تبذیر و اسراف جنکی نسبت خدا فرماتا ہو ان المبذرين كانوا اخوان الشياطين کی نسبت کی کہ ضرور ہو اس سے روکی جائیں حالانکہ وہ ام المومنین تھیں۔

فتح الباری میں ہے:۔

وفی روایة عروة ينبغی ان يوخذ على يدها۔ (ص۵۵ ج ۵)

یعنی روایت عروہ میں ہے کہ ابن الزبیر نے کہا کہ چاہئے کہ ان کا ہاتھ پکڑ لیا جائے"

جس سے معلوم ہوا کہ عائشہ کا اسراف اس درجہ بڑھا ہوا تھا کہ ابن الزبیر نے یہ تجویز کیا کہ اُن کے ہاتھ پکڑ لیے جائیں اب حضرات اہلسنت غور کریں کہ جو شخص اس درجہ مخالف قرآن و حدیث ہو اُس کے قول و فعل پر کون مسلمان عمل کر سکتا ہے؟۔ اس روایت میں جو حضرت عائشہ کی قسم درج ہے اسکے نسبت فتح الباری میں ہے:۔

وفی روایة الاسمعيل من طريق

یعنی روایت اسماعیل میں ہے کہ حضرت عائشہ

الا ادن اجی یدل تولیھا ابن احتیؓ — نے یہ قسم کھائی تھی، میں تا دم مرگ ان سے کلام
تفرق الموت بینی وبینه۔ — نہ کروں گی۔

اب تو معلوم ہوا کہ ابن الزبیر کس خصلت و عادت اور طبیعت کے تھے کہ باپ، ماں، بھائی، اولاد، خالہ بھی ان سے نالاں تھے۔ اب مجھے اس سے بحث نہیں کہ حضرت عائشہ کا یہ فعل جو فضول خرچی وہ کرتی تھیں کہاں تک جائز تھا اور ابن الزبیر نے جو اُن کے تصرفات ناجائز کو روکنا چاہا کہاں تک جائز .... تھا نہ اس سے بحث ہے کہ عائشہ صاحبہ نے قسم بھی کھائی اب میں ابن الزبیر سے کلام نہ کروں گی پھر ہمکلام ہوئیں جس پر علماء اہلسنت نے کیسی کیسی گاؤزوری کی ہے ایک طرف ابن الزبیر کی حمایت ہے کیونکہ خلیفہ ہیں اور خلیفہ اول کے نواسے۔ دوسری طرف حضرت عائشہ کی خاطرداری ہے کیونکہ انھیں کے فیوض ناقتا ہی سے مذہب اہلسنت کا وجود ہے مگر یہ تو یقیناً معلوم ہوا کہ ابن الزبیر کے خیال میں حضرت عائشہ ہی خطاوار تھیں کیونکہ وہ کہتے ہیں:۔

فانها لا یحل لها ان تنذر قطیعتی — کہ اُن کو حلال نہیں کہ قطع رحم کریں۔

اور جن بزرگوار صحابہ یا تابعین کو ابن الزبیر نے شفیع بنایا ہے اور حضرت عائشہ کے یہاں لے گئے ہیں وہ بھی حضرت عائشہ ہی کو ملزم بنا رہے ہیں کہ تم نے حکم رسول کی مخالفت کی کیونکہ حضرت نے فرمایا ہے مسلمان کو جائز نہیں کہ تین راتسے زیادہ کسی مسلمان سے ترک سلام و کلام کرے اب دیکھئے حضرات اہلسنت کس کو اسلام سے خارج کرتے ہیں اور کس کو داخل، کیونکہ عائشہ نے ابن الزبیر سے ترک سلام و کلام کیا ہے۔

یہاں ناظرین کو صحیح بخاری کی وہ حدیث بھی یاد کرنا چاہئے فلم تکلم حتیٰ ماتت کہ جناب سیدہ نے تا وقت وفات ابوبکر سے کلام نہ کیا یہاں تک کہ دنیا سے انتقال کیا اور نہ انکی اجازت دی کہ ابوبکر شریک نماز و دفن ہوں۔ اس سے بھی آل و اصحاب کا فرق معلوم ہو سکتا ہے کہ اہلبیت طاہرینؑ جس سے ناراض ہوتے ہیں محض خدا کے لئے اسی وجہ سے رضاء فاطمہؑ علامت ایمان ہے اور غضب فاطمہؑ علامت کفر کہ یہ حضرت اس حالت کو تا دم مرگ برقرار رکھتے ہیں اور اس طرح اپنے نذر کی ایفا کرتے ہیں کہ تا دم مرگ اس کے خلاف نہیں ہو سکتا۔

یوفون بالنذر ویخافون یوما — یعنی یہ لوگ اہلبیت طاہرینؑ ایفا کرتے ہیں ساتھ نذر
کان شره مستطیرا — کے اور ڈرتے ہیں اُس روز سے کہ شر اُسکا تمام پھیلنے والا ہوگا۔

بخلاف اصحاب کے اگرچہ وہ زوجہ نبی ہی کیوں نہ ہوں کہ اُنکا جو کام ہوتا ہے دنیا کے لئے۔ اگر دوسرے لوگ موافق ہیں تو پھر سب کچھ ہے چنانچہ اسی وجہ سے ابوبکر و عمر کی مداح رہیں کہ بارہ ہزار کا سالانہ مقرر کیا تھا عثمان نے کچھ رکاوٹ کی تو فوراً قتل کا فتویٰ ہوا جس سے آخر وہ مارے گئے وہی دنیا یہاں ایک نواسہ ابن الزبیر کی عاشق بناتی ہے جب اُس نے چاہا کہ انکی فضول خرچیوں کو روکیں، اختیارات کو محدود کریں تو بگڑ گئیں کیسی کیسی قسمیں کھائیں کہ مرتے دم تک بولونگی نہ کسی کی سفارش مانوں گی دھڑا دھڑ قسمیں کھا رہی ہیں جب اس سے اطمینان ہوا کہ ہمارے عیش و آرام میں یہ خلل نہ

نہ ہوگا تو راضی ہوگئیں قسمیں وغیرہ سب توڑ دیں۔ چنانچہ فتح الباری میں ہے:۔

ثم بعث الی الیمن بمال فابتیع لھا بہ اربعون رقبۃ فاعتقتھا کفارۃ لنذرھا ووقع فی روایۃ عروۃ المتقدمۃ فارسل الیھا بعشر رقاب فاعتقتھم فظاھرہ ان عبداللہ بن الزبیر ارسل الیھا بالعشرۃ (صـ ۱۵۰)

یعنی اس کے بعد عائشہ نے مال بھیجکر یمن سے غلام خرید وایا اور سب کو آزاد کیا کفارۂ نذر کے لیے اور روایت عروہ میں ہے کہ ابن الزبیر نے دس غلام اُن کے پاس بھیجا جنھیں عائشہ نے آزاد کیا۔

جس سے آپ خود قیاس کر سکتے ہیں کہ ابن زبیر نے پھر اور کچھ خاطرداری بھی کی ہوگی چونکہ عائشہ کا خلاف قسم کرنا صحیح بخاری سے مذکور ہوا اسلیے جناب سیدہ کی ناراضی ابوبکر سے اور ترک سلام وکلام کرنا بھی صحیح بخاری ہی سے دکھاتا ہوں اصل حدیث صحیح بخاری یہ ہے:۔

حدثنا یحیی بن بکیر حدثنا اللیث عن عقیل ابن شھاب عن عروۃ عن عائشۃ ان فاطمۃ علیھا السلام بنت النبی صلی اللہ علیہ وسلم ارسلت الی ابی بکر تسألہ میراثھا من رسول اللہ صلی للہ علیہ وسلم مما افاء اللہ علیہ بالمدینۃ وفدك وبقی من خمس خیبر فقال ابوبکر ان رسول اللہ صلعم قال لانورث ماترکناہ صدقۃ انما یاکل آل محمد صلی للہ علیہ وسلم فی ھذا المال وانی واللہ لاغیر شیئاً من صدقۃ رسول للہ صلی للہ علیہ وسلم عن حالھا التی کان علیھا فی عھد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولاعملن فیھا بما عمل بہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ فابی ابوبکر ان یدفع الی فاطمۃ منھا شیئاً فوجدت فاطمۃ علی ابی بکر فی ذالك فھجرتہ فلم تکلمہ حتی توفیت وعاشت بعد النبی صلی للہ علیہ وآلہ وسلم ستۃ اشھر فلما توفیت دفنھا زوجھا علی لیلاً لم یوذن بھا ابابکر وصلی علیھا وکان لعلی من الناس وجہ حیاۃ فاطمۃ فلما توفیت استنکر علیؑ وجوہ الناس فالتمس مصالحۃ ابی بکر ومبایعتہ ولم یکن یبایع تلك الاشھر فارسل الی ابی بکر ان ائتنا ولایاتنا احد معك کراھیۃ لمحضر عمر (صفحہ ۳۵ جلد ۳ مطبوعہ مصر)

اس کا ظاہری ترجمہ یہ ہے کہ جناب سیدہ نے اپنی میراث انکی ترکہ رسول اللہ سے ابوبکر صاحب سے انکار کیا۔ آپ ناراض ہوئیں اور ترک کلام کیا ابوبکر سے۔ بس تا وقت وفات کلام نہ کیا حالانکہ اس کے بعد چھ مہینے تک زندہ رہیں اور آپ کو جناب امیر نے شب کے وقت دفن کیا اور ابوبکر کو اجازت نہ دیگئی۔ اور خود حضرت علیؑ نے نماز جنازہ پڑھی اور حضرت علیؑ کے لیے حضرت فاطمہ کی زندگی سے ایک طرح کی آبرو تھی جب اُنھوں نے وفات

پائی ذرب کے منہ پھر گئے حضرت کے، پس آپ نے ابوبکر سے مصالحت کے لیے التماس کیا اور تنہا بلایا اس کراہت سے کہ عمر اُن کے ساتھ نہ آئیں۔

پس دیکھئے یہی فرق ہے آل و اصحاب کا کہ آلِ رسول جس سے ناراض ہوئے خدا کے لیے کہ چونکہ ابوبکر صاحب نے شریعت رسول میں یہ تغیر دینا چاہا تھا کہ بیٹی کو میراث پدر سے محروم کریں اس لیے جناب سیدہ ایسی ناراض ہوئیں کہ تا دم مرگ کلام نہ کیا، بخلاف عائشہ کے کہ جب ان کو معلوم ہوا کہ ابن الزبیر ہماری خراجی اور بیجا اسراف کو روکنا چاہتے ہیں تو بگڑ بیٹھیں جھٹ جھٹ قسمیں کھانے لگیں اب میں نہ بولوں گی جب ابن الزبیر اپنے ارادہ سے باز آیا تو قسم کا خیال نہ رہا۔

ظلم ابن الزبیر بر بنی ہاشم

اخراق محمد بن الحنفیہ

اگرچہ ان حالات کے بعد ایسی ضرورت نہ تھی کہ ہم ان مظالم کو بھی لکھیں جو انھوں نے خاندان بنی ہاشم پر اپنے دوران حکومت میں کیے…… کیونکہ جو شخص اپنی ماں باپ یا بھائی اولاد کے ساتھ یہ برتاؤ کرے اس سے کب توقع ہو سکتی ہے کہ خاندان رسالت کے ساتھ حسن سلوک پیش آئے چنانچہ ان کا پہلا سلوک یہی تھا کہ اپنے باپ کو خاندان رسالت سے الگ کر دیا ورنہ پہلے وہ بھی اسی خاندان عالیشان کے متوسلین سے سمجھے جاتے اور جو کچھ ہست و بود تھا اسی خاندان کی بدولت، جناب امیر سے زبیر کو انھیں نے لڑوایا۔ جناب امام حسین کا قیام مکہ میں ان پر ایسا شاق تھا کہ چاہتے تھے کہ جس طرح ہو سکے حضرت کو یہاں سے علیحدہ کر دیں۔ یہ اپنی چالاکی سمجھتے تھے اور امام حسین صاف فرما دیتے یہاں تک کہ جناب امام حسین کی شہادت نے انکو موقع دیا کہ یزیدیوں کا ظلم دکھا کر مسلمانوں کو اپنی طرف مائل کریں۔ جب اسمیں کامیابی ہوئی تو جناب امام حسین کے بھائی محمد بن الحنفیہ کے ساتھ جو سلوک کیا اسکو علامہ ابن اثیر جزری تاریخ کامل میں ان لفظوں میں لکھتے ہیں جس کا ترجمہ یہ ہے کہ:۔

"ابن الزبیر نے محمد بن الحنفیہ کو بلایا اور اُنکے اہل خاندان اور شیعوں کو اور سترہ آدمیوں کو بزرگان کوفہ سے

منهم ابو الطفیل عامر بن واثلہ لھم صحبۃ لیبایعوہ فامتنعوا وقالوا لانبایع حتی تجتمع الامۃ فاکثر الوقیعۃ فی ابن الحنفیۃ وسبّہ فاغلظ لہ عبداللہ بن ھانی الکندی وقال لئن لم یضرک الا ترکنا بیعتک لا یضرک شیء وان صاحبنا یقول لو بایعنی الامۃ کلھا غیر سعد مولی معاویۃ ما قبلتہ وانما عرض بذکر سعد لان ابن الزبیر ارسل الیہ فقتلہ فسبہ عبد اللہ وسب اصحابہ واخرجھم من عندہ

جن میں ابو الطفیل عامر بن واثلہ صحابی رسول بھی تھے (جو علمدار لشکر مختار تھے) اس غرض سے بلایا تھا کہ سب ابن الزبیر کی بیعت کریں ان لوگوں نے امتناع کیا اور کہا کہ جب تک تمام امت کا اجماع نہ ہوگا ہم بیعت نہ کریں گے ابن الزبیر نے نہایت سختی سے انکا جواب دیا اور محمد بن حنفیہ کی نسبت بہت سے سخت و درشت کلمات کہے جس پر عبداللہ بن ہانی کندی نے وہی ہانی ہیں جو بحیثیت سید الشہداء میں برفاقت حضرت مسلم کوفہ میں شہید ہوئے اور آپ کی قبر بھی

بمجاورت قبر حضرت مسلم زیارت گاہ مومنین ہے اُنے نہایت سختی سے جواب دیا کہ اگر ہمارے ہی بیعت نہ کرنے سے تمھارا نقصان ہوتا ہے تو پھر سمجھ رکھو اب کچھ تمھیں ضرر نہیں پہونچے گا۔ اور ہمارے صاحب محمد بن حنفیہ کہتے ہیں کہ اگر تمامی امت ہماری بیعت کرے بہ استثنائے سعد غلام معاویہ تو بھی ہم اس خلافت کو نہ قبول نہ کرینگے عبداللہ بن ہانی نے اس سعد غلام معاویہ کا نام اس وجہ سے لیا کہ عبداللہ بن زبیر نے مخفی طور سے ایک شخص کو بھیجکر اُسے قتل کرا دیا تھا۔ اس کلام سے عبداللہ بن زبیر بہت برہم ہوئے اور ابن ہانی کو گالی دی اور انکے ساتھیوں کو اپنے مکان سے نکلوا دیا۔

ان لوگوں نے آکر سارا ماجرا محمد بن حنفیہ سے بیان کیا اُنھوں نے کہا صبر کرو اور ابن الزبیر نے بھی پھر کچھ سختی نہ کی جب مختار کوفہ پر پورے طور سے تسلط ہو گیا اور اہل کوفہ کی بنام محمد بن حنفیہ دعوت کرنے لگے تو ابن الزبیر کو اسکا خوف ہوا کہ کہیں لوگ اُن کی طرف مائل نہ ہوں لہٰذا محمد بن الحنفیہ پر پھر تشدد کرنا شروع کیا۔

فحبسهم بزمزم وتوعدهم بالقتل والاحراق واعطاه الله عهدا ان لم يبايعوا ان ينفذ فيهم ما توعدهم به وضرب لهم في ذالك اجلا۔

پس قید کیا اُن سب کو گرد چاہ زمزم اور دھمکی دی قتل کی۔ اور جلانے کی اور قسم کھائی اسکی کہ اگر ان لوگوں نے بیعت نہ کی تو جن باتوں کی دھمکی دی ہے اُس کو کر گذرینگے اور زمانہ معین کیا اس کے لئے کہ فلاں وقت تک بیعت کرو ورنہ قتل کر دینگے اور جلا دیں گے۔

جو لوگ محمد بن حنفیہ کے ساتھ تھے اُن میں سے بعض نے یہ مشورہ دیا کہ مختار کو اس حال کی اطلاع دینی چاہیئے چنانچہ اُنھوں نے اُس خط کو اپنے تمامی اہل لشکر کو سنایا جس پر ہر طرف سے شور واویلا قائم ہوا اور ہر طرف سے آواز آنے لگی کہ جلد بھیجو۔ چنانچہ ابو عبداللہ جدلی کو ستر سوار دیکر روانہ کیا پھر ظبیان بن عمرہ کو ۴ سو سوار کے ساتھ روانہ کیا پھر ابو المعتمر کو سو سوار دے کر روانہ کیا اسی طرح ہانی بن قیس کو سو سوار کے ساتھ اور عمر بن طارق اور یونس بن عمران کو چالیس چالیس سواروں کے ساتھ روانہ کیا۔

ابو عبداللہ جدلی جب ذات عرق پر پہونچے جو اہل کوفہ کا میقات ہے کہ وہاں سے وہ احرام باندھ کر خانۂ کعبہ کی طرف روانہ ہوتے ہیں تو وہاں انتظار کیا کہ پورا لشکر آجائے چنانچہ ۵۰ سوار جمع ہوئے تو ایک دفعہ سب کے سب یالثارات الحسین (انتقام خون حسینؑ) کہتے ہوئے داخل مسجد الحرام ہوئے۔

حتى انتهوا الى زمزم وقد اعد ابن الزبير الحطب ليحرقهم وكان قد بقي من الاجل يومان فكسروا الباب ودخلوا على ابن الحنفية۔

یہاں تک کہ وہ چشمۂ زمزم پر پہونچے جہاں ابن الزبیر نے لکڑیاں اکٹھا کر رکھی تھیں اس ارادہ سے کہ سب کو جلا ڈالیں مُدت مقررہ میں صرف دو دن باقی رہ گئے تھے ان لوگوں نے دروازہ توڑ دیا اور سب کے سب ابن حنفیہ کے پاس پہنچے

اور کہا کہ ہمکو اجازت دیجئے ہم اس دشمن خدا سے سمجھ لیں محمد ابن الحنفیہ نے روکا اور کہا میں حرم خدا میں جدال و قتال کی اجازت نہیں دے سکتا۔

ابن الزبیر نے کہا تعجب ہے ان خشبیہ سے کہ حسینؑ کا ماتم کرتے ہیں گویا ہم ہی نے قتل کیا حالانکہ اگر ہمکو قدرت ملے تو ان سب کو قتل کر ڈالیں۔

ابن الزبیر نے کوفہ والوں کو خشبیہ اس وجہ سے کہا کہ وہ لوگ جب مکہ میں داخل ہوئے تو حرمت خانہ کعبہ کا لحاظ کرتے ہوئے بجائے تلوار ہاتھوں میں لکڑیاں لیئے ہوئے تھے۔ دوسری وجہ یہ بتائی گئی ہے کہ اہل کوفہ جب مکہ میں داخل ہوئے تو سب نے ایک ایک لکڑی ہاتھ میں لے لی جسے ابن الزبیر نے محمد بن حنفیہ کو جلانے کے لیئے جمع کیا تھا۔

ابن الزبیر نے کوفہ والوں سے کہا کیا تم اس خیال میں ہو کہ میں محمد بن حنفیہ کو بغیر بیعت لیئے چھوڑ دوں گا ابو عبداللہ سپہ سالار لشکر مختار نے جواب دیا ہاں خدا کی قسم تم کو ان سے دست بردار ہونا پڑے گا ورنہ ہم اپنی تلواروں سے ایسا جدال کریں گے کہ اہل باطل کا ہوش جاتا رہے گا۔ محمد ابن حنفیہ نے ان سب کو روکا اور فتنہ و فساد سے باز رہنے کی تاکید کی یہاں تک کہ باقی لشکر بھی آ گیا۔ سب تکبیر کہتے ہوئے اور نعرۂ یالثارات الحسینؑ بلند کرتے ہوئے داخل مسجد الحرام ہوئے اور محمد بن حنفیہ کو اپنے ساتھ لے کر شعب علیؑ میں چلے گئے اور ابن الزبیر کو گالیاں دیتے جاتے تھے اور وہ چپ سُن رہے تھے محمد بن حنفیہ نے جب جا کر شعب علی میں قیام کیا ہے تو انکے ساتھ ۴ ہزار آدمی تھے اور وہ سب اذن جہاد طلب کرتے تھے کہ ابن الزبیر سے جنگ کریں مگر وہ مانع ہے۔

جب مختار قتل کیے گئے اُسکے بعد پھر اُن پر آثار ضعف طاری ہوئے کیونکہ اب ہر طرف ابن الزبیر کی حکومت ہے لہذا ابن الزبیر نے پھر کہلا بھیجا کہ اب بیعت کرو ورنہ جنگ کریں گے۔ یہ پیغام لیجانے والا ابن الزبیر کا بھائی عروہ بن الزبیر تھا محمد بن حنفیہ نے جواب دیا کہ خدا برا کرے تیرے بھائی کا کہ اُسکو کس درجہ اصرار ہے اُن باتوں میں جس سے خدا غضبناک ہو اور اُسے غافل کر دیا خدا سے اور اپنے اصحاب سے کہا کہ ابن الزبیر پھر آمادۂ فساد ہے لہذا ہم تم لوگوں کو اجازت دیتے ہیں کہ جو جدھر چاہو چلے جاؤ نہ کسی قسم کا تم پر اعتراض ہو نہ ملامت ہم یہیں رہیں گے جب تک ہمارے اور ابن الزبیر کے درمیان میں خدا فیصلہ کرے۔ یہ کلام سُنکر ابو عبداللہ جدلی اُٹھ کھڑے ہوئے اور کہا کہ ہم لوگ تو آپ کا ساتھ نہ چھوڑیں گے چاہے جو نتیجہ ہو۔ یہ خاص طریقہ اہلبیتؑ رہا ہے کہ کبھی کسی کو مجبور نہ کرتے چنانچہ جب جناب امیرؑ بقصد جنگ جمل نکلے ہیں تو بمقام ربذہ اذن عام دیا کہ جس کا جی چاہے ساتھ رہے اور جس کا جی چاہے چلا جائے اسی طرح جناب امام حسینؑ نے خود کربلا میں پہونچ کر اور اُسکے قبل چند مرتبہ ارشاد فرمایا کہ کسی پر جبر نہیں ہم بخوشی اجازت دیتے ہیں کہ جو جہاں چاہے چلا جائے کیونکہ ان لوگوں کا کوئی کام دنیاداری کے لیئے نہیں ہوتا بلکہ محض رضائے خدا کے لیئے اسی سے مجبور کر کے کوئی کام نہیں لیتے)

یہ خبر جب عبدالملک کو ملی جو شام میں خلیفہ بن رہا تھا تو اُس نے ایک خط لکھا کہ آپ شام میں تشریف لائیں اور جب تک امور الناس درست ہوں آپ قیام فرمائیں میں مدت کے لیئے حاضر ہوں محمد بن حنفیہ نے اس خط پر قصد شام کیا جب بمقام مدین پہونچے تو وہاں عبدالملک کا غدر عمرو بن سعید کے ساتھ معلوم ہوا لہذا قصد شام ترک کیا اور بمقام ایلہ قیام کیا۔ یہاں آپ کا فضل اور کثرت عبادت اور حسن رفتار اس درجہ مشہور ہوا کہ عبدالملک کو خوف ہوا کہ لوگ آپ کی طرف مائل نہ ہو جائیں لہذا اُس نے ایک خط لکھا کہ شام میں وہی آ کر رہ سکتا ہے جو ہماری بیعت کرے۔

محمد بن الحنفیہ نے پھر وہاں سے کوچ کیا اور شہر مکہ میں آکر شعب ابوطالب میں قیام پذیر ہوئے ابن الزبیر نے پھر بیعت لینے کی خواہش کی اور محمد بن حنفیہ کے ساتھیوں نے اس کا قصد کیا کہ ابن الزبیر سے لڑکر فیصلہ کرنا چاہیے مگر محمد بن حنفیہ مانع رہے۔

وقال اللّٰھم البس الزبیر لباس الذل وسلط علیہ وعلی اشیاعہم من یسومھم الذی سوم الناس ثم سار الی الطائف۔

یعنی یہ بد دعا کی کہ خداوندا ابن زبیر کو لباس ذلت پہنا اور ایسے شخص کو اس پر مسلط کر جو اس طرح عذاب کرے جس طرح یہ لوگوں پر عذاب کرتا ہے اسی کا نتیجہ ہوا کہ خدا نے اس پر حجاج کو مسلط کیا جس کا حال مذکور ہو چکا پھر طائف کی طرف چلے گئے۔

اسکے بعد ابن عباس ابن زبیر کے پاس آئے۔

واغلظ لھم فجری بینھا کلام کرھنا ذکرہ وخرج ابن عباس ایضا فلحق بالطائف۔

اور اس درجہ سخت گفتگو کی ان سے اور دونوں میں اس درجہ سخت گفتگو ہوئی کہ ہمکو مکروہ معلوم ہوتا ہے ذکر اس کا کیا انکو کتمان از حق نہ کہیں گے اور ابن عباس بھی طرف طائف کے چلے گئے اور وہیں وفات پائی۔

ان پر ابن حنفیہ نے نماز پڑھی اور چار تکبیر کہی (غلط ہے) اور رہے محمد بن حنفیہ وہیں اس وقت تک کہ حجاج نے ابن زبیر کا محاصرہ کیا تب وہ طائف سے مکہ آئے اور شعب ابوطالب میں قیام کیا حجاج نے بھی انکو طلب کیا اور عبد المطلب کی بیعت چاہی انھوں نے انکار کیا اور کہا کہ جب تک امت کا اجتماع نہ ہوگا اس وقت تک بیعت نہ کرینگے بعد قتل ابن زبیر انھوں نے ایک خط عبد الملک کو لکھا بطلب امان اپنے اور اپنے ساتھیوں کے لئے حجاج نے جب پھر بیعت کا مطالبہ کیا تو جواب دیا کہ ہم نے عبد الملک کو خط لکھا ہے بعد حصول جواب بیعت کریں گے ادھر عبد الملک نے حجاج کو خط لکھا کہ محمد بن حنفیہ سے متعرض نہ ہونا اور ان کے حال پر چھوڑ دینا جب محمد بن حنفیہ کا قاصد شام سے آیا جس میں محمد بن حنفیہ کی تعظیم لکھی تھی اور اس کا حکم دیا تھا کہ انکے ہمراہیوں کو کسی طرح کی تکلیف نہ دے تو محمد بن حنفیہ نے بیعت کی اور شام کی طرف تشریف لے گئے۔ دوسری روایت یہ ہے کہ ابن الزبیر نے ابن عباس اور محمد بن حنفیہ سے بیعت طلب کی انھوں نے کہا کہ جب تک سب کا اتفاق نہ ہو جائے ہم بیعت نہ کریں گے کیونکہ تم فتنہ میں ہو اس بحث نے ان میں امر عظیم ہوا اور ابن الزبیر نے محمد بن حنفیہ کو زمزم میں قید کیا اور ابن عباس پر اسی مکان میں تشدد کیا جہاں وہ رہتے تھے اور یہ قصد کیا کہ دونوں کو جلا دیں۔ اسکے بعد مختار نے لشکر بھیجا اور دونوں کی جان بچائی۔ بعد قتل مختار پھر ابن الزبیر نے ان پر سختی شروع کی جس پر دونوں آدمی طائف چلے گئے۔

ابن عباس نے اپنے بیٹے علی کو عبد المطلب کے پاس بمقام شام روانہ کیا۔

ولما دخل علی بن عبد اللّٰہ بن عباس الی عبد الملک سألہ عن اسمہ وکنیۃ فقال اسمی علی والکنیۃ

یعنی جب ابن عباس کے بیٹے علی داخل شام ہوئے تو عبد الملک نے نام اور کنیت پوچھا انھوں نے کہا میرا نام

ابو الحسن فقال لا یجتمع ھذا الاسم و ھذہ الکنیۃ فی عسکری انت ابو محمد۔ — علی ہے اور کنیت ابو الحسن۔ عبد الملک نے کہا یہ نام اور کنیت میرے لشکر میں نہیں جمع ہو سکتا تمھاری کنیت ابو محمد ہے۔

(تمام ہوا ترجمہ تاریخ کامل از صفحہ ۷۰ تا صفحہ ۹۹ جلد ۴)

اس واقعہ سے آپ کو اچھی طرح معلوم ہوا کہ ابن الزبیر کا سلوک بنی ہاشم کے ساتھ کیسا تھا کہ چند روز کی حکومت پاتے ہی کس طرح خاندان رسول کی ایذا دہی پر آمادہ ہوئے کہ محمد بن حنفیہ کو چاہ زمزم میں قید کیا اور ابن عباس کو ایک مکان میں اور انکے گرد لکڑیاں جمع کیں کہ اگر فلاں وقت تک بیعت نہ کریں گے تو جلا کر خاک سیاہ کر دینگے۔ کیا آپنے بجز اس خاندان کے جسکے ہیرو حضرت ابوبکر تھے اور بھی کسی وحشی خاندان میں ایسا ظلم سنا ہے کہ صرف اس جرم پر کہ وہ بیعت نہیں کرتا یہ سزا تجویز کیجائے کہ اسکو جلا دینا چاہیے۔

ابوبکر صاحب کی تجویز حرم رسول اللہ میں تھی بضعۃ الرسول کے لیے کہ جناب امیرؑ جناب سیدہؑ اور جناب حسنینؑ کو جلا کر خاص مسجد رسول میں اپنی خلافت جمائیں اور ابن الزبیر کی یہ تجویز خاص حرم خدا میں ہے جہاں پشہ مارنے کا بھی حکم نہیں وہاں محمد بن حنفیہ اور ابن عباس کے لیے یہ تجویز ہو رہی ہے کہ خاص چاہ زمزم میں انکو جلا کر خاک کر دینا چاہیے حالانکہ خود چاہ زمزم عطیہ خداوند تعالی حضرت عبد المطلب کے لیے تھا جو جد محمد بن حنفیہ تھے۔

اس مضمون کو خود ابن الزبیر کے بھائی عروہ بن زبیر بیان کرتے ہیں جیسا کہ تاریخ مروج الذہب مسعودی میں ہے جو حاشیہ تاریخ کامل پر چھپی ہے ملاحظہ ہو صفحہ ۱۵۹ جلد ۲۔

کان عروۃ بن الزبیر یعذر اخاہ اذا جری ذکر بنی ھاشم وحصرہ ایاھم فی الشعب وجمعہ الحطب لتحریقھم ویقول انما اراد بذالک ارھابھم لیدخلوا فی طاعتہ کما ارھب بنو ھاشم وجمع لھم الحطب اذ ھم ابوا البیعۃ فیما سلف وھذا خبر لا یحتمل ذکرہ ھنا۔ — یعنی جب اس واقعہ کا ذکر آتا تھا جو ابن زبیر نے بنی ہاشم کے ساتھ کیا کہ انکو شعب میں قید کیا اور لکڑیاں جمع کیں جلانے کے لیے تو عروہ بن زبیر برادر عبد اللہ بن زبیر کہتے تھے اس سے صرف ان لوگوں کا ڈرانا دھمکانا منظور تھا کہ اطاعت ابن الزبیر قبول کریں۔ جیسا کہ پہلی دفعہ بھی جب انھیں بنی ہاشم نے بیعت سے انکار کیا تھا تو لکڑیاں جلانے کو جمع کی گئی تھیں یہ ایسی خبر ہو کہ اسکے ذکر کا یہ مقام متحمل نہیں

جس سے معلوم ہوا کہ ابن الزبیر در اصل نقلہ تھے اپنے (نانا) کے کہ جس طرح انھوں نے جناب سیدہ جناب امیر اور حسنین علیہم السلام کے لیے آگ لکڑیاں جمع کی تھیں اسی طرح ابن الزبیر نے لکڑی جمع کی۔

اس انبار کا حال ابن مسعودی یہ لکھتے ہیں:۔

وقد کان ابن الزبیر عمد الی من بمکۃ من بنی ھاشم فحصرھم فی الشعب وجمع لھم حطبا عظیما لو وقعت فیہ شرارۃ من نار لم یسلم — یعنی ابن الزبیر نے محمد بن حنفیہ وغیرہ کے جلانے کیلئے بمقام شعب اسقدر لکڑیاں جمع کی تھیں کہ اگر آگ کی ایک چنگاری بھی پڑ جاتی تو ان میں سے ایک متنفس

من القوم احد دفی القوم محمد بن الحنفیة — بھی نہ بچا۔

یہاں ناظرین کو اس سلوک پر بھی نظر کرنی چاہئیے جو جناب امیرؑ نے اپنے تارکین بیعت کے ساتھ کیا تھا حالانکہ یقیناً اُن کو معلوم تھا کہ جناب امیرؑ بحکم خدا و رسول روز اظہار نبوت و رسالت آپؐ سے خلیفہ بلا فصل تھے اور اسی کی تاکید روز غدیر خم کیگئی تھی۔ اور اب تمام مہاجرین و انصار کا اجماع بھی آپ پر ہے مگر چند نفوس بیعت کنندہ نہیں ان کے ساتھ حضرت کیا برتاؤ کرتے ہیں؟۔ کتاب الامامة والسیاسة ابن قتیبہ میں ہے کہ۔

اتی عمار سعد بن ابی وقاص فکلمہ فاظهر الکلام القبیح فانصرف عمار الی علیؑ فقال لہ علیؑ دع هولاء الرهط اما ابن عمر فضعیف واما سعد فحسود و ذنبی الی محمد بن مسلمۃ انی قتلت اخاه یوم خیبر مرحب الیهودی۔ (ص [illegible])

یعنی حضرت عمار نے جا کر سعد بن ابی وقاص کو سمجھایا تو انھوں نے جواب میں کلام غلیظ ظاہر کیا پس عمار حضرت علیؑ کی طرف آگئے اور حضرت علیؑ نے کہا کہ چھوڑ دو ان لوگوں کو۔ ابن عمر تو ضعیف ہے اور سعد بن ابی وقاص حسود۔ اور محمد بن مسلمہ کی خدمت میں میرا قصور صرف اسقدر ہے کہ بروز خیبر اس کے بھائی مرحب یہودی کو میں نے قتل کیا تھا۔

سلہ حضرات اہلسنت کی ایمانداریاں کچھ ایسی ہیں کہ زبان قلم ان کے بیان سے عاجز ہے۔ یہ تحریر میں لکھ چکا تھا کہ اتفاقاً سیرۃ حلبیہ جلد ۲ ص [illegible] پر نظر پڑی جس میں انھوں نے مرحب کے قاتل کو اختلافی بتایا ہے اور اپنے علماء کا اس مضمون کا بیان لائے ہیں کہ یہی ابن مسلمہ اس کے قاتل تھے حالانکہ جناب امیرؑ کے وہ اسی وجہ سے دشمن ہوئے کہ حضرتؑ نے مرحب کو قتل کیا تھا چنانچہ اس کی عبارت حسب ذیل ہے۔

فقال رسول الله من لهذا فقال محمد بن مسلمة يا رسول الله انا الموتور اعلنه قتل لهم قتيل فلم يوخذ بثاره الثائر قتل اخي بالامس فقال فقم اليه اللهم اعنه فقتله محمد بن مسلمه اى فان مرحبا حمل على محمد بن مسلمه فالقاه بدرقته فوقع سيف مرحب فعضت به وامسكته فضربه محمد فقتله ويدل له ذلك قول الامام المزنى فى المختصر ان النبى يوم خيبر نفل محمد بن مسلمه سلب مرحب سيفه ورمحه ومغفره وبيضته ووجد على سيفه مكتوب هذا سيف مرحب من يذقه يعطب وقيل القاتل له على كرم الله وجهه وبه جزم مسلم فى صحيحه قال بعضهم والاخبار متواترة به وقال ابن الاثير الصحيح الذى عليه اهل السير والحديث ان عليا قاتله ويروى ان عليا كرم الله وجهه لما خرج اليه ارتجز لقوله انا الذى سمتنى امى حيدره ضرغام اجام وليث قسوره (ص [illegible] جلد ۲)

دیکھئے نہ دھر پکڑ ہے نہ قتل و قصاص ہے نہ آگ لکڑی جمع کیجاتی ہے صرف اتمام حجت ہے اور اسکے بعد چھوڑ دیئے جاتے ہیں کیونکہ آپ تو سنت رسول اللہ صلعم کے تابع اور پیرو ہیں جب حضرتؐ نے صرف اس جرم پر کوئی کلمۂ توحید نہیں کہتا یا آپکی رسالت پر نہیں اتنا قتل نہیں کرتے۔ جبتک کہ وہ جرائم نہ ثابت ہولے جن کیلئے قتل ہر مذہب حق میں ضروری ہو تو جناب امیرؑ صرف اسی جرم پر کیونکر قتل کر سکتے تھے۔ یہی باعث ہے کہ جو حضرتؑ کا سب سے زیادہ دشمن تھا وہ بھی آپکے عدل سے ایسا مطمئن تھا کہ جیسا کہ کتاب الامامۃ والسیاسۃ ابن قتیبہ میں ہے۔

فقال لهم رجل من اهل مكة اياك و عليا فقد طلبك ففر من بين يديه فقال مروان لهم فوالله ما يجد الى ذالك سبيلا اما هو فقد علمت انه لا ياخذ في بظنه ولا ينصب على الا باليقين۔ (صفحہ)

یعنی بعد بیعت جناب امیرؑ جب مروان بھاگ کر مکہ آیا ہے تو ایک شخص نے اہل مکہ سے کہا کہ یہ علیؑ سے بھاگ کر آیا ہے تو مروان نے کہا کہ قسم خدا کی وہ ہم پر راہ نہیں پا سکتے کیونکہ جہاں تک ہم جانتے ہیں وہ صرف گمان پر نہیں کلام کرتے بلکہ یقین پر کام کرتے ہیں۔

یہی فرق ہے آل و اصحاب میں کہ اہلبیت طاہرینؑ کا عدل ایسا مسلم الثبوت ہے کہ دشمن سے دشمن کو بھی یہ اطمینان ہو کہ ہزار مخالفت ہو کبھی ظلم نہ ہوگا بخلاف دوسروں کے اس عبارت نے یہ بھی بتلا دیا کہ آل و اصحاب کے پیروؤں میں بھی یہی فرق ہے کیونکہ پہلے دیکھ لئے ہو کہ یہی عبداللہ ابن زبیر نے پہلے فوج یزیدی سے اسی مکہ میں جنگ کی جس میں اپنے بھائی کو کوڑے اسقدر پٹوایا کہ وہ مر گیا پھر جب مسرف لشکر لایا اس سے اسی خانۂ کعبہ میں خونخوار جنگ کی پھر حجاج سے لڑے اور محمد بن حنفیہ اور ابن عباس کو خانۂ کعبہ میں جلانا چاہا۔

بخلاف اسکے جب لشکر مختار آیا تو وہ ہتھیار بند سے نہ نیزہ و تلوار ہو بلکہ صرف چند لکڑیاں ہاتھ میں لئے ہوئے جنکو خشبیہ کا خطاب ملا کہ ...

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۸۱)

یعنی جب مرحب نے ھل من مبارز کی آواز بلند کی تو حضرتؐ نے فرمایا کون ہو اسکے مقابلہ کیلئے تو محمد بن مسلمہ نے کہا میں ہوں یا حضرت کیونکہ کل میرا بھائی مارا گیا بجاء انہیں لیلگیا حضرتؐ نے کہا اچھا جاؤ خدا یا اسکی مدد کر پس محمد بن مسلمہ مرحب سے لڑنے گیا مرحب نے وار کیا تلوار ڈھال کے سپر میں پھنس گئی پس محمد بن مسلمہ نے اسے قتل کیا اس روایت کی یہ بھی دلیل ہے کہ امام مزنی نے مختصر میں روایت کی ہے کہ حضرتؐ نے اس کی زرہ وغیرہ سب محمد بن مسلمہ کو بخشدی دوسری روایت یہ ہے کہ قاتل مرحب حضرت علیؑ ہیں۔ چنانچہ امام مسلم نے یقینی طور پر اس کی روایت کی ہے صحیح مسلم میں اور بعض علماء نے تو کہا ہے احادیث متواترہ سے ثابت ہے کہ قاتل اسکے جناب امیرؑ ہیں اور ابن اثیر کہتے ہیں کہ صحیح یہی ہے جو مذہب اہل سیر و حدیث ہے کہ حضرت علیؑ نے قتل کیا اور روایت ہے کہ جب حضرتؑ اس سے لڑنے چلے تو یہ رجز پڑھتے تھے انا الذی سمتنی امی حیدرہ۔ میرا مقصد صرف یہ ہے کہ علماء اہلسنت کیسے کیسے ایماندار گذرے ہیں کہ اخفائے فضائل جناب امیرؑ کیلئے کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا مگر خدا کے نور کو کون چھپا سکتا ہے۔ ہو مگر کاش یہ غیرت دار اتنا تو خیال کرتے کہ جب محمد بن مسلمہ کو صرف اس وجہ سے جناب امیرؑ سے عداوت تھی کہ حضرتؑ نے مرحب کو قتل کیا تو اتنا ظلم تو نہ کرتے کہ اس محمد بن مسلمہ کو قاتل مرحب بناتے کسی دوسرے کا نام لیتے۔

مختار وہ ہیں جن کی نسبت علمائے اہل سنت کفر کا فتویٰ دیتے ہیں جس کی اصلی وجہ یہ ہے کہ اُنھوں نے قاتلان امام حسینؑ کو چُن چُن کر قتل کیا تھا۔

مگر چونکہ یہ سب شیعہ تھے اس وجہ سے خانہ خدا کا اُن کے دل میں یہ احترام تھا کہ کوئی تلوار نہ نکالتا بخلاف ہمراہیان ابن الزبیر کہ جو دنیاوی تعلیم میں ایسے پختہ ہیں کہ تحصیل دنیا کے لیے نہ کعبہ کا خیال ہے نہ قبلہ کا۔

اس واقعہ سے آپ کو یہ بھی معلوم ہوا کہ خلفائے اہل سنت کو جناب امیر المومنینؑ سے یہ عداوت تھی کہ عبدالملک نے عام طور سے حکم دیا ہے ہمارے لشکر میں وہ شخص نہیں رہ سکتا جس کا نام علی اور کنیت ابو الحسن ہو جس سے آپ سمجھ سکتے ہیں کہ اہلسنت میں جو نام عبدالرحمن و عبدالعزیز وغیرہ جاری ہے اسی وجہ سے کہ منجانب سلطنت ممانعت تھی کہ علی نام نہ رکھا جائے علامہ محمد بن اسمٰعیل بن صلاح امیر روضہ ندیہ میں لکھتے ہیں

حتی بلغ من عداوتھم کراھۃ التسمی باسمہ الشریف کما حکی عن جد الاصمعی انہ شکی علی الحجاج بن یوسف فقال ان اھلی عقونی قال بماذا قال سمونی علیا فولاہ الحجاج بعض عمالہ وغیر اسمہ مکافاۃ علی ما تلطف بہ الیہ ص ۱۵۵۔

یعنی بنی امیہ کی عداوت جناب امیرؑ سے اس درجہ تھی کہ وہ مکروہ سمجھتے تھے نام رکھنا اس نام سے جیسا کہ اصمعی کے جد کی حکایت مشہور ہے کہ اُس نے حجاج سے کہا ہمارے خاندان والوں نے مجھ پر ظلم کیا۔ پوچھا کیونکر کہا کہ میرا نام علی رکھا پس حجاج نے اُس کو ایک مقام کی حکومت عطا کی اور نام اُس کا بدل دیا۔

اس سے زیادہ عجیب واقعہ یہ لکھتے ہیں قال ابوجعفر و قد صح ان بنی امیۃ منعوا من اظہار فضائل علی علیہ السلام وعاقبوا علی ذلک حتی ان الرجل کان اذا روی عنہ حدیثا لا یتعلق بفضائلہ بل بشرائع الدین لا یتجاسر علی ذکر اسمہ بل یقول عن ابی زینب وما زال ذلک ایضا فی الدولۃ العباسیۃ سیما ایام الملقب بالمتوکل الذی بلغ من شقاوتہ وبغضہ لامیر المومنین علیہ السلام واولادہ ان ہدم قبر الحسین السبط سلام اللہ علیہ واعفی اثرہ واجری علیہ الماء ص ۱۵۷۔

یعنی کہا ابوجعفر نے کہ یہ روایت صحیح ثابت ہے کہ بنی امیہ نے منع کیا تھا اظہار فضائل حضرت علی سے اور عقاب کرتے تھے اس پر یہاں تک کہ کوئی شخص اگر کبھی حدیث روایت کرتا تھا جس کو تعلق اُن کے فضائل سے نہ ہوتا تھا بلکہ وہ حدیث متعلق بامور دین ہوتی تو اس میں بھی اس کی جرأت نہ ہوتی کہ حضرت کا نام لے سکے بلکہ عن ابی زینب کہتا تھا۔ چونکہ حضرت امیر کی بیٹی جناب زینب تھیں تو اُن کی طرف منسوب کرتے نہ علی کہہ سکتے نہ ابو الحسن۔ یہ حالت صرف زمانہ بنی امیہ ہی تک نہیں رہی بلکہ زمانہ بنی عباس تک یہی حالت رہی خاص کر زمانہ متوکل میں جس کی شقاوت اور عداوت جناب امیرؑ اور آپ کی اولاد سے یہاں تک بڑھی ہوئی تھی کہ اُس نے منہدم کیا قبر امام حسینؑ کو اور مٹا دیا اُس کے نشان کو اور جاری کیا اس پر پانی۔

ترک صلوٰۃ وسلام بر رسول اللہ

ابن الزبیر کی عداوت بنی ہاشم سے اس درجہ ترقی پر تھی کہ اس نے

رسول اللہ پر صلوۃ وسلام بھیجنا خطبہ میں ترک کر دیا تھا اور ایک دو روز نہیں بلکہ چالیس روز تک اس سنت کے تارک رہے

تاریخ مروج الذہب مسعودی میں ہے ان ابن الزبیر خطب اربعین یوماً لا یصلی علی النبی وقال لا یمنعنی ان اصلی علیہ الا ان تشمخ رجال بآنافہا حاشیہ تاریخ کامل ص ۱۶۳

کہ ابن الزبیر نے چالیس روز تک صلوۃ وسلام بھیجنا رسول اللہ پر ترک کر دیا تھا اور کہتا تھا کہ ہم نے اس لئے صلوۃ رسول اللہ کو ترک کیا کہ کچھ لوگوں لوگوں کا تکبر ٹوٹے۔

زیادہ تعجب تو اُن صحابہ وتابعین پر ہے جو اس خطبہ میں شریک رہتے اور کسی کے منہ سے یہ نہ نکلتا تھا کہ تو کیا غضب کر رہا ہے جس رسول کی خلافت کا تو مدعی ہے اسی رسول پر صلوۃ وسلام کو قطع کرتا ہے مگر ہائے یہ صحابہ وہ تھے جنہوں نے وقت وفات رسول سے آج تک جو سلوک آل رسول کے ساتھ کیا۔ تمام عالم کو معلوم ہے اگر یہی لوگ صاحب اسلام ہوتے۔ ان کے دل میں دین کی محبت ہوتی تو آج اس کی نوبت ہی کیوں آتی اور اسلام اس طرح کیوں غارت ہوتا۔

اس سے زیادہ تعجب اہلسنت کے حال پر ہے کہ وہ یہ سب حال لکھتے ہیں مگر اُن کی اطاعت وفرمانبرداری پر اس طرح جان دیتے ہیں کہ اُن کے قول وفعل کے مقابلہ میں حکم خدا و رسول کو بھی نہیں مانتے اور خلیفہ بحق جانتے تھے۔

ابن الزبیر کے جس قدر حالات مذکور ہوئے عبرت کو کافی ہیں اور اہل فہم کے لئے اس سے زیادہ کی ضرورت نہیں کیونکہ خدا اور رسول سب اس سے بیزار رہے اس کے مکر کے حال میں مسعودی لکھتے ہیں و اظہر ابن الزبیر الزہد فی الدنیا والعبادۃ مع حرص الخلافۃ وقال انما بطنی شبر فما عسی ان یسع ذلک من الدنیا وانا العائذ بالبیت والمستجیر بالرب وکثرت اذیتہ لبنی ہاشم مع شحۃ بالدنیا لبنی سائر الناس ص ۱۵۰

یعنے ابن الزبیر نے اپنا زہد ظاہر کیا کہ تارک دنیا ہے اور عبادت زیادہ کرنے لگے حالانکہ سب سے زیادہ حریص تھے خلافت پر اکثر کہا کرتے کہ ہمارا پیٹ تو صرف ایک بالشت کا ہے اس سے زیادہ دنیا کو اُس میں کہاں گنجائش ہے اور میں تو خانہ خدا میں پناہ گزیں اور خدا کی پناہ میں آیا ہوں اس کے ساتھ بنی ہاشم کو ایذا دینا اس کا ترقی کرتا جاتا اور تمامی اہل دنیا کے ساتھ بخیل تھا۔

ان حالات کے بعد اب اس کی ضرورت نہیں رہی کہ کچھ زیادہ حالات لکھے جائیں کیونکہ جس شخص کا برتاؤ رسول اللہؐ کے ساتھ یہ تھا کہ صلوۃ وسلام کو چالیس روز تک اُس نے ترک کر دیا اور خانہ خدا کو خود اس غرض سے حیلہ بنایا کہ لوگوں سے یہ کہنے کا موقع ملے کہ زبیریوں نے یہ ظلم کیا کہ لوگ اُس سے منحرف ہو کر اس کی طرف مائل ہوں اور ماں باپ بھائی خالہ کے ساتھ اُس کا یہ برتاؤ تھا جو مذکور ہوا تو بنی ہاشم کی ایذا دہی اُس کے سامنے کیا وقعت رکھتی ہے۔

حضرت ابن عباس جو کبھی کبھی اس کے فضائح ورذایل کو بیان کرتے تو ایک روز ان سے ملاقات ہوئی پوچھا انت الذی تونبنی وتبخلنی قال ابن عباس نعم سمعت رسول اللہؐ یقول لیس المسلم الذی یشبع ویجوع جارہ فقال ابن الزبیر انی لا کتم بغضکم اھل ھذا البیت منذ اربعین سنۃ جرے بینھم خطبۃ طویل فخرج ابن عباس من مکہ خوفا علی نفسہ فنزل الطائف فتوفی ھنالک ص۱۶۳ مروج الذھب۔

یعنے تم ہی ہم کو ملامت کیا کرتے ہو اور بخیل کہتے ہو ابن عباس نے کہا ہاں میں نے رسول اللہ سے سنا ہے کہ فرماتے تھے وہ شخص مسلمان نہیں جو خود تو شکم سیر ہو اور اُس کا ہمسایہ بھوکے رہیں ابن الزبیر نے جواب دیا کہ ہم تو تم اہلبیت کی عداوت آج چالیس برس سے اپنے دل میں چھپائے ہوئے ہیں اس کے بعد نہایت سخت واقعات پیش آئے جس پر ابن عباس نے بخوف ابن الزبیر مکہ چھوڑا اور جاکر طایف میں قیام کیا اور وہیں وفات پائی۔

اس عبارت سے نہ صرف چہل سالہ عداوت ابن الزبیر معلوم ہوئی بنی ہاشم سے بلکہ یہ بھی کہ اس عداوت کو چھپاتے تھے مگر نہان کے ماند آن رازے کزو سازند محفلہا۔ مگر زیادہ تعجب اس پر ہے کہ یہ کلام ابن الزبیر بمقابلہ اُس حدیث کے ہے جسے حضرت ابن عباس نے رسول اللہ سے بیان کی تھی کہ حضرت نے فرمایا وہ شخص مسلمان ہی نہیں جو خود تو شکم سیر ہو اور ہمسایہ اُس کے بھوکے رہیں جس سے ابن الزبیر کا خارج الاسلام ہونا بھی ظاہر ہے پھر کیونکر اہلسنۃ اُس کو خلیفہ برحق مانتے ہیں۔ میری غرض ان حالات سے نہ ابن الزبیر کی سوانحعمری لکھنا ہے نہ اس کے معائب کا بیان کرنا بلکہ چونکہ جناب امام حسینؑ کے حالات میں ان کا ذکر ضمناً آگیا تھا اور سیرت آل و اصحاب مجھے لکھنا تھا اس قدر اُن کے حالات لکھے گئے تا کہ معلوم ہو آل رسول اور اصحاب رسول کے عادات و اخلاق میں کیا فرق ہے کیونکہ آل رسول کا جو کام ہے خواہ جنگ ہو یا صلح محض رضائے خدا و رسول کے لیے اور اصحاب رسول کا جو کام ہے حصول دنیا کے لیے۔ الا من شذ منھم۔

اب میں اصل مطلب پر آتا ہوں کہ جناب امام حسینؑ کو جو یہ رائے دی گئی کہ آپ خانہ کعبہ میں قیام فرمائیں اور وہیں سے یزید سے مقابلہ کریں اُسے کن مصالح سے حضرت نے نہ قبول کیا اور فرمایا اگر مکہ سے میں ایک بالشت علیحدہ ہو کر مارا جاؤں تو اُس سے زیادہ یہ پسند ہے کہ وہ بالشت ہٹ کر کیونکہ خود رسول اللہ سے میں سن چکا ہوں یہاں ایک شخص قریش کا مدفون ہوگا جس پر نصف عالم کا عذاب ہوگا۔

یہ پیشینگوئی رسول اللہ کی مانع تھی کہ آپ وہاں قیام کرتے اور اپنی خلافت قائم کرتے اور یزیدیوں سے مقابلہ کرتے لہذا آپ نے نہایت تعجیل سے یہاں سے سفر کیا اور جانب کوفہ روانہ ہوئے اس پر بعض نادان بےعقلی کا الزام لگاتے ہیں کہ حضرت نے خلاف عقل یہ کام کیا مگر حضرت نے دکھا دیا کہ یہی فعل مقتضائے عقل تھا کہ یہاں سے علیحدہ ہو جائیں کہ خانہ خدا کی بیحرمتی نہ ہو نہ ملحد کا خطاب ملے نہ مقبرہ یہود میں دفن ہوں جو سب باتیں ابن الزبیر کو نصیب ہوئیں۔

جن حضرات اہلسنتہ کو اہلبیت طاہرین سے عداوت ہے اور ان کے بغض وعناد سے اُن کی خمیر ہوئی اُن کو تو کسی امر سے ہدایت نہیں ہو سکتی مگر جن کے دل خارجیت سے پاک ہیں اور بوجہ صحبت شبہات سے مکدر ہوئے ہیں اُن کے سمجھنے کو کافی ہے کہ یہ فعل جناب امام حسینؑ ایسا قرین مصلحت تھا کہ خلیفہ سوم نے بھی یہی کیا تھا چنانچہ کتاب الامامۃ والسیاستہ ابن قتیبہ میں ہے ودخل المغیرۃ ابن شعبۃ فقال لی یا امیر المومنین ان ھولاء قد اجتمعوا علیک فان احببت فالحق بمکہ وان احببتان نخرق لک بابا من الدار تلحق بالشام ففیھا معاویہ وانصارک من الشام وان شئت خرج وتحاکم القوم الی اللہ فقال عثمان اما ما ذکرت من الخروج الی مکہ فانی سمعت رسول اللہ یقول یلحد بمکۃ رجل من قریش علیہ نصف عذاب ھذہ الامۃ من الانس والجن فلن اکون ذلک الرجل انشاء اللہ ص۶۶

یعنی مغیرہ ابن شعبہ داخل ہوا عثمان پر اور کہا کہ لوگوں نے اجماع کیا ہے تمہاری مخالفت پر پس اگر چاہو تو مکہ چلے جاؤ نہیں تو ہم دروازہ ایک توڑ دیتے ہیں تم شام کو چلے جاؤ کہ وہاں معویہ ہے اور تمہارے سب ہوا خواہ ہیں نہیں تو نکلو قوم سے لڑیں پھر جو فیصلہ خدا کر دے۔

عثمان نے کہا کہ تو ہم نہ جائیں گے کیونکہ ہم رسول اللہؐ سے سُن چکے ہیں وہاں ایک شخص قریش سے دفن ہوگا جس پر نصف امت کا عذاب ہو گا جن و انس سے پس میں وہ شخص نہیں بن سکتا۔

اس سے معلوم ہوا کہ یہ حدیث ایسی مشہور و معروف تھی کہ حضرت عثمان بھی اس کو جانتے تھے حالانکہ خلفا کو عام طور پر احادیث رسول سے دلچسپی کم تھی تو پھر کیونکر ممکن تھا کہ جناب امام حسینؑ اس کو قبول فرماتے۔

رہا یہ شبہہ کہ جناب امام حسینؑ کو تو اپنی شہادت اور نجات کا حال معلوم تھا پھر آپ کو کیوں اس کا خوف ہوا اس کا جواب یہ ہے کہ جہاں آپ کو وہ حالات معلوم تھے وہاں اپنی شہادت گاہ بھی معلوم تھی پھر کیونکر اُس کے خلاف کرتے اور رسول اللہؐ نے چونکہ یہ پیشین گوئی عام لفظوں میں فرمائی تھی لہذا اُن لوگوں کا کیا جواب ہوتا جو اس حدیث سے استدلال کرتے۔

ائمہ اطہار علیہم السلام کا جو فعل ہے وہ بمقتضائے حکمت ہو کام ہے مطابق مصلحت سارے مصائب اُٹھاتے ہیں تمامی شدائد کو برداشت کرتے ہیں مگر وہ کام نہیں کرتے جس سے کوئی الزام آسکے جناب رسول اللہ نے وقت وفات فرمایا تھا قد اقبلت الفتن کقطع اللیل المظلم صفحہ ۱۲۱ جلد ۲ کامل۔

یعنی ایسے فتنوں نے رخ کیا ہے جن کی تاریکی مثل شب تار ہے جناب امیرؑ سُن چکے تھے اس طرح اُس سے بچتے رہے کہ جہاں یہ فتنے ہوئے یعنی سقیفہ میں آپ تشریف بھی نہ لے گئے چھوڑ دیا کہ یہ لوگ فتنہ کریں۔

کم سے کم یہ ممکن تھا کہ حضرت اُس وقت لڑکر اظہار حق کے لیے جان دیتے مگر خلاف عقل تھا اور

مصلحت اسلام کے بالکل خلاف کیونکہ آپ جانتے تھے اگر ہم جنگ کرتے ہیں تو ہمیشہ کے لیے اسلام برباد ہوتا ہے
لہذا اس تحمل و ایثار نفس سے کام لیا کہ تمام جہان پر آپ کی حقیت مسلم ہوئی اگرچہ قبضہ دوسروں کو ہی رہا
کیا ممکن تھا کہ جناب امیرؑ اگر اُس وقت شہید ہوتے تو طرفداران خلافت پھر کبھی آپ کے اسلام
کا بھی اقرار کرتے اور کوئی حکم صحیح اسلام کا جاری ہوتا حاشا وکلا ہرگز نہیں کیونکہ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ اگر
جناب امیرؑ کا حق تھا تو تلوار سے کیوں نہ فیصلہ کیا۔ وہی لوگ اُن کو بھی تو نہیں کافر کہتے جن سے حضرت نے
تلوار سے فیصلہ کیا۔ سب تو عائشہ۔ طلحہ۔ زبیر۔ معویہ۔ عمرو عاص کی حقیت کے بھی اُسی طرح قائل ہیں۔
غرض جناب امام حسینؑ نے نہ صرف اس مقام پر بلکہ سفر مکہ وہیں اور قیام مدینہ دونوں موقع پر رسول اللہ
کی ان پیشین گوئیوں کا خیال کیا جو حضرت نے مختلف اوقات میں اُن کے نسبت فرمائے تھے جیسا کہ آئندہ مذکور
ہوگا۔

ہاں ہمارے بعض احباب کی یہ رائے بہت قابل قدر ہے کہ خدا نے اُن لوگوں کا نام ایسا مٹایا کہ اب دنیا
میں خواہ سنی ہو یا شیعہ ابن الزبیر وغیرہ کا نام بھی نہیں جانتا اور یہ بھی کوئی نہیں سمجھتا کہ وہ کون تھے کیا ہوئے
کیونکہ دنیا میں جہاں نام ہے وہاں امام حسنؑ اور امام حسین علیہم السلام کا کہ شاید ہی کوئی مسلمان ہو جو ان
ناموں سے ناواقف ہو۔

مگر حق یہ ہے کہ جس طرح روز روشن کے بیان میں شب تارک کا ذکر آنا ضروری ہے مشک و عنبر کے
مقابلہ میں گندہ و ناپاک چیزوں کا ذکر آ ہی جاتا ہے اُسی طرح یہاں بھی مجبوری تھی۔
اور ہماری غرض صرف عوام کے افہام و تفہیم سے نہیں متعلق ہے بلکہ خواص بھی مخاطب ہیں کہ شاید ہدایت
پائیں بیشک جس طرح نور رسالتؐ آپ نے اُن لوگوں کو چھپا لیا جنھوں نے بعد دفن حضرت کو ایذا دینے کے لیے
ناجائز طور پر اپنے کو وہاں دفن کرایا اُسی طرح انوار مقدسہ ائمہ اطہار علیہم السلام نے ان لوگوں کو مخفی کر دیا۔
مگر جن لوگوں نے انہیں اُبھارنا چاہا تھا وہ اب تک موجود ہیں اور اپنی کوشش میں مصروف ہیں آپ کو معلوم
ہوگا کہ چونکہ شیعہ نواسہ رسول اللہ کے عاشورا اور قیام عزا کو ضروری سمجھتے ہیں اُس کے مقابلہ میں اہلسنت نے
بھی خلیفہ اول کے نواسہ مصعب بن زبیر کا عاشور قائم کیا تھا اور چند روز تک بڑا زور شور رہا مگر وہی ہوا جو
اور اہل ضلالت کی بدعتوں کا نتیجہ ہوا تاریخ کامل میں ہے جلد ۹ صفحہ ۵۸ بذیل واقعات سنہ ۳۸۹۔
وفیها عمل اهل البصرة یوم السادس والعشرین من ذی الحجة زینة عظیمة وفرحا
کثیرا وکذلک عملوا ثامن عشر المحرم مثل ما یعمل الشیعة فی عاشورا وسبب ذلک
ان الشیعة بالکرخ کانوا ینصبون القباب وتعلق الثیاب للزینة الیوم الثامن عشر من
ذی الحجة وهو یوم الغدیر وکانوا یعملون یوم عاشورا من المأتم والنوح واظهار الحزن
ما هو مشهور ففعل اهل البصرة فی مقابل ذلک بعد یوم الغدیر بثمانیة ایام مثلهم

وقالوا ھو یوم دخل النبی و ابوبکر الی الغار وعملوا بعد عاشورا بثمانیۃ ایام مثل ما یعملون یوم عاشورا وقالوا ھو یوم قتل مصعب بن الزبیر۔

یعنی ۳۸۹ھ میں اہل بصرہ نے ۲۰ ذیحجہ کو عید منائی کہ آج کے روز رسول اللہ اور ابوبکر داخل غار ہوئے یہ عید انھوں نے بمقابلہ عید غدیر قائم کی تھی اسکے آٹھ روز بعد ہی طرح ۱۸ محرم کو انھوں نے عاشورہ قائم کیا کہ مصعب بن زبیر اس روز مارے گئے یہ عاشورہ بمقابل اُس عاشورہ کے بنا ہے جو شیعہ ۱۰ محرم کو بوجہ شہادت جناب امام حسینؑ کرتے ہیں۔

جس سے معلوم ہوا کہ قدیم زمانہ میں اہلسنت نے عید غدیر کے مقابلہ میں عید غار بنایا اور عاشورہ کے مقابلہ میں ۱۸ محرم کو اپنا عاشورہ الگ قائم کیا جس کی مناسبت بھی ظاہر ہے کہ عید غدیر تو اس خوشی میں ہے کہ خداوند عالم نے رسول اللہ کو حکم دیا کہ تم اپنا قائم مقام مقرر کرو جس پر خدا نے آیہ الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا نازل کیا لہذا ہر طرح کی مسرت اس روز مناسب ہے کہ خدا نے رسول اللہ کو تمام عرب پر تسلط دیا دین اسلام پھیل گیا۔

بخلاف عید غار کہ وہ روز ہے جس روز رسول اللہ ظلم کفار سے عاجز آکر غار میں پوشیدہ ہو رہے ہیں لہذا اُس روز عید کرنا اہل سنت کو نہایت زیبا تھا کہ آج رسول اللہ اس مصیبت میں مبتلا ہیں کہ غار میں بھی آپ کو آرام نہ ملا۔

ترا اژدہا گر بود یار غار | ازاں بہ کہ جاہل بود غمگسار

آخری نتیجہ اس زور شور کا سنئے کہ اُسی تاریخ کامل میں ہے۔

۵۰۲ھ میں درمیان شیعہ و اہلسنت مصالحہ ہوا حالانکہ فریقین میں ایک زمانہ سے جنگ قائم تھی اور خلفا و سلاطین کوشش کرتے کرتے تھک گئے کہ دونوں میں صلح ہو مگر نہ ہوئی اس سال خود بخود دونوں فریق میں صلح ہو گئی جس کی وجہ یہ ہے کہ سیف الدولہ صدقہ امیر عرب جو شیعہ تھا جب بصرہ میں قتل ہوا تو شیعیان کرخ بہت خوف زدہ ہوئے کہ اب پھر اہلسنت کا ظلم تیز ہوگا اور کوئی ایسا شخص نہیں رہا جو حمایت کر سکے۔ اہلسنت نے ان پر طعن و تشنیع شروع کی کہ صدقہ کے مرنے پر مغموم ہو رہے ہیں مگر چونکہ سلطان محمد خود سنی اور تمام سنیوں کا زور تھا لہذا شیعیان کرخ اس قسم کے طعن و تشنیع کو سنتے اور مارے خوف کے خاموش رہتے ماہ شعبان تک ان کی یہی حالت رہی کہ ہر قسم کے باتوں کو سن کر خاموش ہو جاتے۔

اہلسنت نے جب دیکھا کہ ان باتوں پر بھی شیعہ نہیں بولتے نہ کچھ تعرض کرتے ہیں تو یہ سوچا کہ اشتغال طبع کے لیے مصعب بن زبیر کی قبر (پر میلہ لگائیں) کی زیارت کو چلیں حالانکہ ایک مدت سے منجانب خلافت ممنوع تھی کہ اس سے فریقین میں اشتعال ہوتا ہے اور فتنہ و فساد پیدا ہوتا ہے لہذا روک دیا گیا تھا اس دفعہ شیعوں کے چڑانے کو خاص طور پر اس کا تہیہ کیا جب اس پر بھی شیعہ خاموش رہے تو اہلسنت نے یہ سوچا کہ کرخ کی راہ سے چلنا چاہیے اور اس

ارادہ کو اپنے ظاہر بھی کیا مگر وہاں اہل کرخ نے باخود باہم مشورہ کیا کہ کسی طرح نہ بولنا چاہیے۔
اہل سنت نے ہر ہر محلہ سے علیحدہ علیحدہ اپنا جلوس نکالا اور اسی راہ سے چلے کہ کبھی تو اہل کرخ بولیں گے مگر وہ خاموش رہے۔
محلہ باب المراتب کے سنیوں نے ایک نئی ترکیب نکال کر لکڑی کا ایک مصنوعی ہاتھی طیار کیا جس پر بہت سے سنی ہتھیار بند مسلح و مکمل سوار تھے اور اسی راہ سے چلے جو کرخ میں واقع تھی۔
اہل کرخ نے اُن کے لیے یہ سامان کیا کہ ہر طرف سے بخور (خوشبودار چیزیں جو جلائی جاتی ہیں) حاضر کی اور عطر و آب سرد ہر طرف سے مہیا کیا اور ہر طرح پر اُن کے عیش و سرور میں شریک رہے اور نہایت خوشی سے ہر محلہ میں اُن کا استقبال کیا گیا اور خوش خوش وہ لوگ چلے گئے اور کسی قسم کا فساد نہ ہوا۔
شیعوں نے بھی ۵ شعبان کو قصد زیارت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کیا اور بعافیت وہ بھی چلے گئے۔ سنیوں نے اُن سے بھی کوئی تعرض نہ کیا مگر نہ اُن کے ساتھ کوئی زینت تھی نہ آرائش سادہ طریق سے گئے اور واپس آئے جس سے ہر شخص متعجب تھا کہ کیونکر ان میں ایسی صلح ہو گئی۔
اہلسنت جب مصعب بن زبیر کی زیارت سے فارغ ہو کر بصرہ سے آئے تو آتے وقت بھی اپنی گزرگاہ کرخ کو بنایا شیعیان کرخ پھر نہایت فرح و سرور سے پیش آئے اور ہر طرح کی تواضع و خاطرداری کی۔
ذاتفق اهل ادباب المراتب انکسر فیلهم عند قنطرة باب حرب فقرأ لهم قوم الم ترکیف فعل ربك باصحٰب الفیل الی اخرة السورة ص ۲۱۶
تو اتفاقاً یہ حادثہ پیش آیا کہ باب مراتب والے سنیوں کا وہ مصنوعی ہاتھی باب حرب کے پل پر ٹوٹ گیا جس پر کچھ لوگوں نے الم ترکیف فعل ربك باصحٰب الفیل کی تلاوت کی۔ پورا سورہ (ترجمہ) کیا نہ دیکھا تو نے کیا کیا تیرے رب نے اصحاب فیل کے ساتھ۔
یہاں مجھے وہ شعر یاد آگیا جو حضرت ابن عباس کی طرف منسوب ہے کہ بحق حضرت عائشہ فرمایا تھا۔
تجمّلت تبغّلت ولو عشت تفیلت۔
کہ تم اونٹ پر چڑھیں۔ خچر پر سوار ہوئیں اور اگر زندہ رہتیں تو ہاتھی پر بھی سواری کرتیں کیونکہ بقول شاعر اگر پدر نتواند پسر تمام کند۔ اہلسنت نے اپنی مادر نامہربان کے اس حق کو ادا کر دیا۔
شاید یہی وجہ ہے کہ حضرات اہلسنت نماز میں زیادہ تر اسی سورہ فیل کو پڑھتے ہیں جس سے اُن کی مناسبت ظاہر ہے۔
اس عنوان کا مقصد یہ ہے کہ مسلمانوں کو معلوم ہو صدر اول میں اصحاب کا سلوک آل رسول کے ساتھ کیسا تھا کیونکہ جس طرح محسن سے محبت فطری امر ہے اُسی طرح محسن زادہ کے ساتھ حسن سلوک فطری امر ہے۔

مگر چونکہ اصلی وجہ اُس کی ذاتی منفعت ہے جب یہ وجہ محسن سے اُس وقت تک محبت رہتی ہے جب تک کہ
اغراض ذاتی پورے ہوں اس لیے خود ماں باپ اولاد اُس وقت میں قتل کر ڈالے جاتے ہیں جب
یہ غرض پوری نہ ہو تو محسن زادہ کے ساتھ یہ سلوک بدرجہ اولیٰ خود غرضوں کے نزدیک زیادہ
پسند ہے۔

یہی وجہ ہوئی کہ جناب امام حسینؑ اس بے دردی سے بالاعلان شہید کیے گئے کہ تاریخی دنیا کوئی
نظیر اُس کی نہیں لاسکتی کیونکہ یہ ممکن نہ تھا جناب امام حسینؑ اُن امور کو جائز رکھتے جو خلاف شریعت
تھے اور پھر آپ میں اور دوسروں میں فرق ہی کیا رہتا۔

اسی سبب سے حضرت نے بیعت یزید فاسق سے انکار کیا کیونکہ اُس کا فسق و فجور تمام عالم
میں مشہور تھا اگر اُس کی بیعت کر لیتے تو اس کے یہ معنی ہوتے کہ یہی اسلام ہے حالانکہ وہ کفر تھا۔

یہاں یہ اعتراض بہت آسانی سے کر دیا جاتا ہے کہ جناب امیرؑ نے کیوں خلفائے ثلٰثہ سے جہاد نہ
کیا اور جناب امام حسنؑ نے معٰویہ سے کیوں صلح کی۔ کیا آپ اُن حضرات سے افضل تھے۔

مگر معترض یہ نہیں سوچتا کہ کیا خلیفہ اوّل اور یزید مساوی تھے یا خلیفہ دوم و سوم بھی یزید
کی طرح فاسق و فاجر مشہور تھے یہ سچ ہے کہ ان لوگوں کا ایمان ثابت کرنا بہت مشکل ہے مگر یہاں
بحث ایمان و نفاق کی نہیں ہے بلکہ فسق و فجور ظاہری پر نظر ہے کہ شیخین کی کیا حالت تھی اور یزید
کی کیا حالت تھی۔

جناب امیرؑ نے کب خوشی و رضا سے یہ قبول کیا۔ جناب امام حسنؑ نے کب دل سے اس کو اچھا سمجھا
مگر جو مجبوریاں اُن حضرات کو تھیں حضرت کو کہاں تھیں جناب امیرؑ کے زمانہ میں قبیلہ بنی ہاشم میں تین
آدمی ایسے تھے جو ایسے وقت میں کام آسکتے ایک خود جناب امیرؑ جنھیں ضرورت ہے کہ کچھ لوگ مددگار
ہوں دوسرے حضرت عباس تیسرے عقیل جن کی شجاعت اسی سے ظاہر ہے کہ کفار پکڑ کر ان لوگوں کو
خود رسول اللہ سے لڑنے کو لائے حالانکہ وہ کسی طرح اس پر راضی نہ تھے اور یہاں آکر اسلام کے قیدی
بنے پھر ان سے جناب امیرؑ کو کیا مدد ملتی۔

بخلاف جناب امام حسینؑ کے کہ کم سے کم آپ کے ساتھ سترہ اٹھارہ جوان تھے جو سب ایک خاندان سے تھے اور
جنھوں نے جو کیا وہ سب پر ظاہر ہے پھر جناب امیرؑ اور جناب امام حسینؑ کی حالت میں کس قدر فرق ہے۔
جناب امیرؑ کا بار بار حضرت حمزہ و جعفر طیار کو یاد کرنا اور اُن کی شہادت پر افسوس کرنا سب کو معلوم ہے۔

عاقلوں کی جوانمردی شجاعت کہلاتی ہے کیونکہ مطابق عقل ہوتی ہے احمقوں کی بہادری تہور
کہلاتی ہے جس میں اونچ نیچ نہیں دیکھا جاتا یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ تیرہ برس مکہ میں رہے جہاں آپ کا وطن تھا
ہزارہا نمک پروردہ خاندان عالیشان تھے ہزارہا مسلمان جن میں شیخین اور عشرہ مبشرہ اور مہاجرین اولین سب

داخل ہیں اور جنھوں نے آگے چل کر کیسے کیسے فتوحات کئے مگر جب تک آپ مکہ میں رہے کبھی آمادہ بجنگ نہ ہوئے ناعاقبت اندیشوں نے بعض دفعہ ایسی شرارتیں بھی کیں کہ جنگ ہو مگر آپ نے اُس کی مصلحت نہ سمجھی کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ ۳۱۳ مسلمان بھی حضرت کے ساتھ مکہ میں نہ تھے جو آپ جہاد فرماتے حالانکہ ان ہی ۳۱۳ مسلمانوں سے آپ نے پہلی جنگ بدر فتح کی۔ اس سے زائد مسلمان مکہ میں تھے اور وہی شخص آپکا وہاں بھی دست و بازو تھا جس نے بدر کی لڑائی سر کی یعنی جناب امیرؑ مگر ہاں عقلی مصلحت نہ تھی کہ آپ وہاں جہاد کرتے۔

یہی حالت جناب امیرؑ کی تھی کہ آپ گو وہی شجاع ہیں جس نے اتنے معرکے سر کئے مگر یہاں مصلحت بدلی ہوئی ہے مخالفین خلافت کا نام باغی رکھا جاتا ہے مرتد کا خطاب دیا جاتا ہے پھر آپ جنگ کرتے تو کیونکر کیا اسلام کو ارتداد کا لقب دلواتے کیونکہ خلیفہ بھی تو مدعی اسلام و خلافت ہے جناب رسالتمآب نے محض اس وجہ سے کبھی نہیں جہاد کیا کہ لوگ آپ کی نبوت پر ایمان لائیں جب تک اور اسباب عقلی نہ فراہم ہوئے تو جناب امیرؑ صرف اس غرض سے کیونکر جہاد کرتے کہ تم ہماری خلافت اور حکومت کیوں نہیں مانتے کیا آپ کفار کے اس عقیدہ کی تصدیق کرتے کہ مذہب ہے نہ دین صرف ایک سلطنت قائم کی جاتی ہے۔

جناب امام حسنؑ اُس زمانہ میں ہیں جب اسلام۔ کفر و نفاق کا فیصلہ ہو چکا ہے نہ ارتداد کا جھگڑا ہے جو مخالفین خلافت کے لیے محض اس غرض سے تراشا گیا تھا کہ مسلمانوں میں جوش پیدا ہو اور پورے طور سے کام لیں ورنہ ان مسلمانوں کو کون مرتد کہہ سکتا ہے جو خلیفہ ناجائز کی خلافت نہ مانے۔

جس طرح جناب رسالتمآب کی صلح حدیبیہ نے بہ نسبت جنگ کے اسلام کی حقیقت کو زیادہ پھیلایا تھا جس کو خدا نے انا فتحنا لک فتحا مبینا سے تعبیر کیا ہے اُسی طرح جناب امام حسنؑ کے مصالح نے اور بھی ان حضرات کی حقیقت کو دوبالا کر دیا کیونکہ امن و اماں کے قائم ہو جانے سے ہر شخص کو غور و فکر کا موقع ملا ادھر احادیث رسول اللہؐ نے اپنی حقیقت دکھانی شروع کی اُدھر اس ظالم تخت نشین کے ظلموں نے تمام عالم کی آنکھیں کھول کر حق کیا ہے کیونکہ اب تک خلفاء ثلثہ بطور ایک دیوتا کے مانے جاتے تھے اور اب وہ بھی بطور معویہ کے ایک ناجائز خلیفہ سمجھے جانے لگے۔

ہاں اگر جناب امام حسینؑ بھی اب صلح کر لیتے تو پھر وہ ثابت شدہ حقیقت معرض تزلزل میں پڑ جاتی کیونکہ شرائط صلح میں یہ بھی تھا کہ بعد معویہ جو خلیفہ ہو وہ بمشورہ مسلمین۔ یہ خبر تمام ممالک اسلامیہ میں شائع ہو چکی تھی اگر جناب امام حسینؑ اس وقت سکوت کرتے اور کار فرمائے تقیہ ہوتے تو عالم پر حقیقت یزید مسلم ہو جاتی کیونکہ سب جانتے تھے جناب امام حسینؑ اس وقت موجود تھے جب صلحنامہ ہوا اور اس شرط سے سب تمام عالم کو خبر ہو چکی تھی تو یہ کیونکر ہو سکتا تھا کہ امام حسینؑ اس سے ناواقف ہوں لہذا اس وقت کا سکوت صاف بتا دیتا کہ آپ بھی اس خلافت پر راضی ہیں اور یہ خلیفہ باجماع مسلمین ہوا ہے لہذا جو نص

اس کا ہوتا وہ حکم شریعت سمجھا جاتا۔

یہی باعث تھا کہ کسی طرح جناب امام حسینؑ اس وقت سکوت کر نہیں سکتے تھے کیونکہ ان حضرات کا سکوت یا جہاد جو کچھ تھا وہ بغرض حفاظت اسلام ورنہ اس خاندان نے تو موت کا کبھی خیال ہی نہیں کیا کہ موت کیا چیز ہے۔

یہاں ایک مکالمہ جناب امیر المومنینؑ کا بعد جنگ صفین تاریخ کامل علامہ ابن اثیر جزری سے درج کیا جاتا ہے جو اہل فہم کے لئے کافی ہو جب حضرت جنگ صفین سے جانب کوفہ روانہ ہوئے تو عبداللہ ابن ودیعہ انصاری سے ملاقات ہوئی اُن سے حضرت نے اس معاملہ میں دریافت کیا کہ اہل الرائے کیا کہتے ہیں۔

قال یقولون ان علیا کان له جمع عظیم
ففرقه وکان له حصن حصین فهدمه فمتی
یبنی ما هدم ویجمع ما فرق ولو کان
مضی بمن اطاعه اذ عصاه من عصاه
فقاتل حتی یظفر او یهلک کان ذلك الحزم
قال علی انا هدمت ام هم هدموا انا فرقت
ام هم فرقوا اما قولهم لو کان مضی
بمن اطاعه فقاتل حتی یظفر او یهلك
فوالله ما خفی هذا عنی وانکنت لسخیا
بنفسی عن الدنیا طیب النفس بالموت لقد هممت
بالاقدام علی القوم فنظرت الی هذین
قد بادرانی یعنی الحسن والحسین ونظرت
الی هذین قد استقدمانی یعنی عبد الله
بن جعفر ومحمد بن علی فعلمت ان هذین
ان هلکا انقطع نسل رسول الله من
هذه الامة وکرهت ذلك واشفقت
علی هذین ان یهلکا وایم الله لئن
لقیتهم بعد یومی هذا لالقینهم ولیسوا
معی فی عسکر ولا دار۔ ص ۱۲۹

تو عبد اللہ بن ودیعہ نے کہا کہ لوگ کہتے ہیں
حضرت علیؑ کے لیے ایک جمع عظیم تھا جس کو
انھوں نے متفرق کر دیا اور ایک قلعہ مستحکم تھا
جس کو توڑ دیا۔ اگر وہ ان لوگوں کے ساتھ
جو مطیع تھے اپنے قصد پر چلے جاتے اور مخالفین
سے جنگ کرتے خواہ ظفریاب ہوتے یا ہلاک ہوتے
تو ہر آئینہ عقل کی بات تھی حضرت نے اُس کے
جواب میں فرمایا مجمع کو انھوں نے متفرق کیا یا
ہم نے اس قلعہ کو انھوں نے توڑا یا ہم نے۔
رہا یہ قول اُن کا کہ ہم اُن لوگوں کی معیت
میں جنگ کرتے جو ہمارے مطیع تھے یہاں تک کہ
یا ظفر پاتے یا ہلاک ہوتے قسم بخدا یہ امر
مجھ سے مخفی نہ تھی اور نہ مجھے اپنی جان کی کبھی
پروا تھی بلکہ میں جان دینے میں سب سے زیادہ
سخی ہوں اور موت کو راحت اپنی جانتا ہوں اور
میں نے اس کا قصد بھی کیا کہ اقدام کروں مگر کیا کرتا کہ
ان دونوں امام حسنؑ و امام حسینؑ کو دیکھا کہ آگے بڑھے
جاتے ہیں اور ان دونوں عبداللہ بن جعفر طیار و محمد بن
الحنفیہ کو دیکھا میرے پیش پیش ہیں لہذا میں نے خیال
کیا کہ اگر وہ دونوں قتل کیے گئے تو نسل رسول اس امت سے منقطع ہو جاتی ہے جو مجھے مکروہ معلوم ہوا اور

ان دونوں کی ہلاکت کا خوف ہوا قسم بخدا اب اگر کبھی قوم سے ملاقات کا موقع ملا تو ایسی حالت میں جنگ کروں گا کہ یہ دونوں میرے ساتھ جنگ میں ہوں گے نہ گھر میں"۔ اس کلام سے آپ سمجھ سکتے ہیں کہ حضرت نے اپنے درد دل کو کن لفظوں میں ظاہر کیا ہے اور پھر امت کی شقاوت پر کیونکہ حضرت اپنا یقین کامل ظاہر فرماتے ہیں کہ اگر میں ثبات قدم کو اختیار کرتا اور ان سے جنگ کو قائم رکھتا تو نتیجہ یہ ہوتا کہ جناب امیرؑ ہوتے اور حسنین علیہم السلام اور حضرت عبداللہ بن جعفر اور محمد بن حنفیہ جو ضرور شہید ہوتے کیونکہ عبداللہ بن ودیعہ نے کہا تھا کہ آپ ان لوگوں کو اپنے ساتھ لے کر لڑتے جو آپ کے مطیع ہیں اسی کو آپ نے ظاہر کر دیا کہ مطیعین کی اصلی تعداد یہی ہے جن میں تین تو آپ کے صاحبزادے ہیں جناب امام حسنؑ و امام حسینؑ اور محمد بن حنفیہ جو تھے برادر زادہ عبداللہ بن جعفر جن کی شہادت ایسی حالت میں ضروری تھی چنانچہ تصدیق اس کی واقعہ کربلا میں ظاہر ہوئی۔

اس کلام سے آپ کو جناب امیرؑ کی اس مصیبت یا مصلحت کا پتہ بھی چلے گا جو بعد وفات رسول اللہؐ سقیفہ کے معرکہ میں پیش آیا کہ اس وقت حسنین علیہم السلام آٹھ نو برس کے تھے اس قابل بھی نہ تھے جو تلوار سنبھالتے تو بتائیے اگر جناب امیرؑ اس وقت جنگ کرتے تو نتیجہ کیا ہوتا اگر فتحیاب ہوتے تو کفار کا یہ الزام کہ اسلام بزور شمشیر پھیلایا گیا اور قوی ہو جاتا۔ یہی معرکہ پیش کیا جاتا کہ بعد رحلت رسول اُن کے داماد و وصی نے سارے مسلمانوں کو تہ تیغ کیا اس کا کیا جواب ہو سکتا تھا اور پھر جم غفیر اہل اسلام کی تباہی کے بعد کفار کس طرح کا ہجوم کرتے کیونکہ صحابہ تنہا نہ تھے اُن کی ایسی جمعیت تھی کہ رسول اللہ کے غزوات و شادات ایک طرف رہے۔ اُن کی جمعیت ایک طرف تھی پس اگر اُن پر فتحیاب بھی ہوتے تو کفار تباہ کر ڈالتے جس سے اسلام کا نام ہمیشہ کے لیے دنیا سے رخصت ہو جاتا

اب دوسرا پہلو لو جو یقینی ہے کہ حضرت قتل کیے جاتے کیونکہ آپ کے قبیلہ میں بجز حضرت عباس و عقیل دو بوڑھے کمزوروں کے سوا تیسرا آدمی نہ تھا تو بتائیے کیا حضرت کی شہادت کے بعد حسنینؑ محفوظ رہتے جن کی حفاظت کا خیال معرکہ صفین میں آپ کو روک رہا ہے، اگر وہ ایسے ہی ایمان دار ہوتے تو پھر خلافت ہی کیوں لیتے اور جناب سیدہؑ کی کیا حالت ہوتی کیا ممکن تھا کہ جس طرح حضرت زینبؑ و ام کلثومؑ اسیر ہوئیں جناب سیدہؑ اسیر نہ ہوتیں جن کے گھر میں آگ لگائی گئی تھی اور در گرایا گیا جس سے حضرت محسن کا اسقاط ہوا۔

تو پھر بتاؤ اسلام پر کیسا الزام آتا کہ یہ وہ مذہب ہے جس نے رسولؐ کی آنکھ بند ہوتے ہی اُن کے داماد اور نواسوں کو قتل کیا اور اُن کی پیاری بیٹی کو قید کیا۔

کیا ممکن تھا جناب امیرؑ حتی المقدور اس الزام کو اسلام پر آنے دیتے لا واللہ جب اسلام کے وہ محافظ تھے جس اسلام کے وہ باپ تھے کیونکہ گوارا کرتے کہ اتنے امر کے لیے کہ ہماری حکومت مانی جائے ایسا کام

جس سے بہر حال اسلام داغدار ہوتا اور ایسا الزام قائم ہوتا کہ قیامت تک نہ اٹھ سکتا اور پھر اسلام کہاں رہتا کیونکہ اسلام کے ہادی اور مربی تو حضرت ہی تھے۔

یہ واقعہ کربلا ان مدعیان اسلام کی نگاہوں میں خود غرضی کی وجہ سے گو اہمیت نہ رکھتا ہو مگر مخالفین اسلام کی تحریروں کو دیکھئے اور اہل فہم سنی سے پوچھئے کہ کس طرح وہ اس واقعہ سے ترساتے ہیں اور مخالفین اسلام اسلام پر بے وفائی اور غدر کا کیسا الزام قائم کرتے ہیں کہ غیرت دار مسلمان تو شرم سے گڑ جاتا ہے کیونکہ اگر یہ جواب دیا جائے کہ معاذ اللہ امام حسینؑ اسی قابل تھے کہ شہید کر دیے جاتے جیسا کہ بعض نواصب اہل سنت کا خیال ہے کہ قتل بسیف جدہ۔ تو رسول اللہ پر کیسا الزام آتا ہے کہ ان کا حقیقی فرزند معاذ اللہ ایسا تھا جو خود ان کی شریعت سے واجب القتل قرار پایا صحابہ کے کفر و نفاق پر اہلسنت بھی اعتراض کرتے ہیں کہ رسول اللہ کی تعلیم ناقص ٹھہرتی ہے اور جب خود حضرت کی صلبی اولاد ایسی ہو تی تو یہ الزام کیسا قبیح ہوتا۔

اگر یہ جواب دیا جائے کہ نہیں وہ حقدار تھے مظلوم ہو کر قتل کئے گئے تو پھر یہ سوال ہوتا ہے کہ کیا اس زمانہ میں کوئی مسلمان نہ تھا جو آپ کی مدد کرتا اور اگر مدد نہیں کی گئی تو اب کیوں نہیں ان کے قاتل پر عام طور سے لعنت کی جاتی بلکہ اس کے عوض قاتل سے ہمدردی کی جاتی ہے اور قتل کا جشن منایا جاتا ہے۔

جناب امیرؑ نے جو تقریر فرمائی ہے اگر اس پر غور کیا جائے تو صاف معلوم ہو کہ حضرت اس امت جفا کار سے ایسا مایوس تھے کہ آپ کو علم الیقین اس کا حاصل تھا کہ کبھی یہ قوم ثابت قدم نہیں رہ سکتی اس لئے آپ نے صاف صاف فرمایا افاحسنتم ام ھذا یعنی یہ کیسے غضب کی بات ہے کہ خود تو اس قلعہ مستحکم کو گرائیں اور ہم پر الزام دیں۔ خود تو اس مجمع کو متفرق کریں اور الزام ہم پر لگائیں اس کے بعد آپ نے اس کو بھی ظاہر کر دیا کہ اگر ہم لڑتے تو نتیجہ یہی ہوتا کہ حسن حسینؑ شہید ہوتے اور عبداللہ بن جعفر اور محمد بن الحنفیہ (جو آپ کے فرزند تھے) مارے جاتے کیونکہ کوئی ساتھ نہ دیتا سب مخالف ہو جاتے چنانچہ ہو ہی گیا کہ اسی وقت سب آمادہ قتل تھے کہ اگر آپ جہاد موقوف نہ کریں گے تو ہم پکڑ کر معویہ کے حوالہ کر دیں گے۔ جب فتح کا یہ رنگ تھا تو حضرت لڑتے کن سے خود آپ ہی کی فوج آپ سے جنگ کرتی تو کیا ممکن تھا ہزاروں آدمیوں کے مقابلہ میں جناب امیرؑ سر بر ہوتے اگر آپ سر بر نہ ہوتے تو یہ غیر ممکن تھا کہ حسنینؑ قید نہ رہتے اور آپ مارے جاتے کیونکہ حضرت فرماتے ہیں یہ دونوں تو ہر وقت ہمارے پیش پیش ہیں۔

اب بتائیے کہ اگر حسنینؑ شہید ہو جاتے تو جناب امیرؑ کو یہ زندگانی کیسی معلوم ہوتی اور اس خلافت میں کیا مزہ آتا بلکہ یہ جو الزام قائم ہوتا کہ حسنینؑ کو شہید کرا دیا کہ دنیا نسل رسول سے خالی ہو گئی

یہ کیسا الزام تھا کیونکہ آپ دیکھ چکے ہیں حضرت عمار جو جنگ صفین میں مارے گئے جن کے بارے میں حدیث متواتر رسول اللہ کی ہے کہ عمار کو فرقہ باغیہ قتل کرے گا اُس کا جواب معویہ نے کیا دیا یہی کہ ہم نے قتل نہیں کیا۔ علی نے قتل کیا کیونکہ وہی لائے تھے انہیں نے قتل کرایا جس کا جواب حضرت نے دیا تو پھر حضرت حمزہ کے قاتل رسول اللہ ہوئے اس سوال وجواب کو میں نے اس لیے لکھا کہ آج تک اہل سنت اُس حدیث کی بھی تاویل کرتے ہیں اور کسی طرح اس کا اقرار نہیں کرتے کہ معویہ باغی تھا تو اگر جناب حسنینؑ اس معرکہ میں شہید ہو جاتے تو طرفداران معویہ کیا یہ الزام نہ قائم کرتے کہ حضرت ہی نے حسنین علیہم السلام کو قتل کرایا۔ افسوس کہ تمہید میں طول ہوا ورنہ ہماری غرض یہاں اُن تین رایوں سے بحث کرنی ہے جو جناب امام حسینؑ کو بوقت بیعت طلبی یزید رائے دی گئی تھی کہ آپ مکہ میں قیام کریں یا آپ مدینہ ہی میں قیام فرما کر اظہار مخالفت کریں یا یمن تشریف لے جائیں کہ وہاں آپکے شیعوں کی تعداد زیادہ ہے۔

پہلی رائے کے نتائج ہم پوری وضاحت اور تفصیل سے لکھ چکے کہ وہ نہایت خطرناک رائے تھی کہ آپ مکہ میں قیام فرما کر مخالفین کو دفع کرتے۔

جن لوگوں نے حضرت کو قیام کی رائے دی تھی اُن کا یہ گمان تھا کہ یزید کم سے کم اتباع شریعت ضرور کرے گا کہ خدا نے جس خانہ کعبہ کی نسبت فرمایا ہے من دخلہ کان امنا اُس کی حرمت تو مسلم ہے مگر حضرت نے چند روز قیام فرما کر دکھا دیا کہ اس یزید کے ہاتھوں حرمت خانہ کعبہ کا محفوظ رہنا محالات سے ہے اس لیے آپ نے اس کو نہ گوارا کیا کہ حرمت خانہ کعبہ کی ضایع ہونے میں کسی طرح بھی ہم شریک ہوں اس لیے آپ بار بار فرماتے رہے کہ اگر خانہ کعبہ سے ایک بالشت دور رہ کر شہید ہوں تو دو بالشت علیحدہ ہونا زیادہ پسند ہے۔

اس امر کو حضرت نے بارہا حدیث رسول اللہ سے بتایا اور آپ نے ایسی تعمیل فرمائی کہ عین اُس روز کہ حج شروع ہوتا ہے آپ نے سفر عراق اختیار کیا کیونکہ آپ کو اس کا یقین تھا کہ میں یہاں رہا تو ضرور قتل ہوں گا یا گرفتار۔

اس کے علاوہ اور جو مفاسد تھے وہ سابق تحریر میں مرقوم ہو چکے کہ ابن الزبیر نے بخلاف حکم رسول یہاں خلافت قائم کی تو اُسے کیا نتیجہ ملا۔

اب دوسری رائے کے مفاسد ملاحظہ ہوں کہ عبد اللہ بن عمر نے یہ رائے دی تھی کہ آپ مدینہ ہی میں قیام فرمائیں اگرچہ اصلی رائے تو اُن کی یہ تھی کہ آپ یزید کی بیعت کرلیں جو ایک ایسی بیہودہ رائے تھی کہ اس پر بحث کی ضرورت ہی نہیں۔

مگر ہاں یہ امر ممکن تھا کہ حضرت مدینہ میں قیام فرماتے جو آپ کا وطن بھی تھا اور جد امجد کا

مزار بھی وہیں تھا جس کے آپ مجاور تھے نبوت کا بھی یہی مرکز تھا تین خلیفہ بھی یہیں خلافت کر چکے تھے دشمن کے حدود ملکی سے بھی دور تھا جہاں چڑھ کر اُس کا آنا ملک شام سے آسان نہ تھا۔ یہ سب مصالح ایسے ہیں جو بادی النظر میں ہر طرح قابل اطمینان ہیں کیونکہ گو لاکھوں دشمن ہیں تو ہزاروں دوست بھی ہیں کہاں تک وہ امداد نہ کرتے۔

مگر ہم حضرت کے علم امامت اور مصالح حکیمہ سے بھی قطع نظر کر لیں جو حضرت کے پیش نظر تھے اور ہم کو اُن پر اطلاع بھی نہیں ہو سکتی تو معمولی امور پر اگر غور کیا جائے تو معلوم ہو سکتا ہے کہ کسی طرح شہر مدینہ اس قابل نہ تھا کہ آپ اُس کو مرکز خلافہ بناتے اور شر اعداء سے محفوظ رہتے۔

کیونکہ اولاً خود رسول اللہ نے اس کو اپنا حرم بنایا تھا جس میں تلوار اٹھانا اور جنگ کرنا ویسا ہی ممنوع تھا جیسا کہ مکہ معظمہ میں جنگ کرنا ممنوع ہے ثانیاً خود رسول اللہ نے جب جہاد کیا تو مدینہ سے باہر نکل کر باستثنائے جنگ خندق جس میں اہل اسلام پر ایسی مصیبت نازل ہوئی تھی کہ کسی جنگ میں ایسی مصیبت سے سامنا نہ پڑا ایسا غیر محفوظ مقام تھا کہ رسول اللہ کو خندق کھودنا پڑی پس جب خود رسول اللہ نے اس شہر کو کبھی قابل جنگ نہ جانا تو جناب امام حسینؑ کیونکر اسے قابل جنگ سمجھتے۔ کیا آپ ان مصالح کو رسول اللہ سے زیادہ جان سکتے تھے کیا اہل اسلام آپ کے ویسے ہی مطیع تھے جیسا کہ جناب رسالتمآب کے مطیع تھے پس اگر ہم سب باتوں سے قطع نظر کر لیں تو صرف یہی امر کافی ہے اس کے لیے کہ حضرت اس مخالفت کی حالت میں یہاں قیام نہ فرماتے یہی وجہ ہے کہ اسلام پر ہزاروں انقلاب آئے ہزاروں مقام پر سلطنت و خلافت قائم ہوئی مگر مدینہ میں نہ کبھی بادشاہت ہوئی نہ خلافت۔

تیسرے جناب امام حسینؑ کے پیش نظر وہ آیات بھی تو ہیں جو خدا نے اُن صحابہ مہاجرین کے نسبت نازل کیں جو مدینہ کے باشندے تھے ومن اھل المدینہ مردوا علی النفاق لا تعلمھم نحن نعلمھم سنعذبھم مرتین ثم یردون الی عذاب عظیم سورہ توبہ۔

یعنی اہل مدینہ سے وہ لوگ ہیں جو سرکشی کرتے ہیں اوپر نفاق کے تو نہیں جانتا اُن کو ہم اُن کو جانتے ہیں قریب ہے کہ ہم اُن کو دو مرتبہ عذاب کریں پھر وہ لوگ پھیرے جائیں گے عذاب الیم کی طرف۔

پھر کیونکر ممکن تھا کہ جناب امام حسینؑ اُن لوگوں سے کوئی اُمید رکھتے جن کے خمیر میں نفاق داخل تھا اور خدا نے اُن پر دو مرتبہ عذاب کرنے کا وعدہ کیا ہے ھا انتم اولاء تحبونھم ولا یحبونکم و تومنون بالکتب کلہ واذا لقوکم قالوا امنا واذا خلوا عضوا علیکم الانامل من الغیظ قل موتوا بغیظکم ان اللہ علیم بذات الصدور۔

خبردار ہو۔ وہ لوگ کہ دوست رکھتے ہو تم اُن کو اور وہ تم کو دوست نہیں رکھتے اور تم لوگ ایمان لائے

ساتھ کل کتاب کے اور جب تم سے ملاقات کرتے ہیں تو کہتے ہیں ہم سب ایمان لائے اور جب خالی ہوئے تو کاٹتے ہیں انگلیاں اپنی غصہ سے تم لوگ پر تو کہو کہ مرو اپنے غصہ میں خدا علیم ہے دل کی باتوں کا۔ وما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل افان مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم ومن ینقلب علی عقبیه فلن یضر الله شیئا وسیجزی الله الشاکرین (سورہ آل عمران۔)

اور نہیں ہے محمد مگر رسول کہ پہلے اُن کے بہت سے پیغمبر گذرے ہیں۔ کیا اگر وہ مر گئے یا مارے جائیں تو پھر جاؤ گے تم لوگ اپنی ایڑیوں پر اور جو پھر جاوے گا اپنی ایڑیوں پر پس ہرگز نہ ضرر پہنچائے گا اللہ کو کچھ اور قریب ہے کہ اللہ جزا دے شکر کرنے والوں کو۔ سورہ برات میں ہے یا ایها الذین امنوا ما لکم اذا قیل لکم انفروا فی سبیل الله اثاقلتم الی الارض ارضیتم بالحیوة الدنیا من الاخرة فما متاع الحیوة الدنیا فی الاخرة الا قلیل الا تنفروا یعذبکم عذابا الیما ویستبدل قوما غیرکم ولا تضروه شیئا والله علی کل شیء قدیر۔

اے وہ لوگ کہ ایمان لائے ہو کیا وجہ ہے کہ جب کہا جاتا ہے تم سے کہ نکلو طرف خدا کی راہ کے تو بوجھل ہو جاتے ہو طرف زمین کے کیا راضی ہوئے تم ساتھ زندگانی دنیا کے بجائے آخرت پس نہیں ہے فائدہ زندگانی دنیا کا آخرت میں مگر کم اگر نہ نکلو گے تو خدا عذاب کرے گا عذاب الیم اور بدل لائے گا قوم جو غیر تمہاری ہے اور نہ ضرر کرو گے اُس کو کچھ اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اسی مضمون کو پھر خداوند عالم سورہ محمد میں فرماتا ہے انما الحیوة الدنیا لعب ولهو وان تؤمنوا وتتقوا یؤتکم اجورکم ولا یسئلکم اموالکم ان یسئلکموها تبخلوا ویخرج اضغانکم ها انتم هؤلاء تدعون لتنفقوا فی سبیل الله فمنکم من یبخل فانما یبخل عن نفسه والله الغنی وانتم الفقراء وان تتولوا یستبدل قوما غیرکم ثم لا یکونوا امثالکم۔

یعنی نہیں ہے زندگانی دنیا مگر کھیل اور تماشا اور اگر ایمان لاؤ اور پرہیزگاری کرو تو دے گا تم کو ثواب تمہارا اور نہ مانگے گا تم سے سارے مال کو تمہارے اگر مانگے تم سے وہ مال پس تنگ کرے تم کو تو بخالت کرنے لگو اور نکال دے تمہاری بدنیتی کو خبردار ہو تم لوگ کہ جب پکارے جاتے ہو کہ خرچ کرو خدا کی راہ میں تو تم سے بعض تو وہ ہیں جو بخالت کرتے ہیں اور جو بخالت کرتا ہے نہیں بخالت کرتا ہے مگر اپنے نفس سے اور خدا غنی ہے تم لوگ فقیر ہو اور اگر پھر جاؤ تم تو بدل دے گا ایک قوم سوائے تمہارے پھر نہ ہوں گے وہ لوگ مانند تمہارے

سورہ احزاب میں فرماتا ہے (۱) یا ایها الذین امنوا اذکروا نعمة الله علیکم اذ جاءتکم جنود فارسلنا علیهم ریحا وجنودا لم تروها وکان الله بما تعملون بصیرا (۲) اذ جاءوکم

ترجمہ شاہ عبد القادر اے ایمان والو یاد کرو احسان اللہ کا اپنے اوپر جس وقت آئیں تم پر بہت سے لشکر تو بھیجی ہم نے ان پر آندھی اور وہ لشکر کہ نہ دیکھا تم نے اور اللہ دیکھنے والا ہے تمہارے کاموں کا (۱)

من فوقکم ومن اسفل منکم واذ زاغت الابصار
وبلغت القلوب الحناجر وتظنون باللہ الظنونا
(۳) ھنالک ابتلی المومنون وزلزلوا زلزالا
شدیدا (۴) واذ یقول المنافقون والذین
فی قلوبھم مرض ما وعدنا اللہ ورسولہ الا غرورا
(۵) واذ قالت طائفۃ منھم یا اھل یثرب
لا مقام لکم فارجعوا ویستاذن فریق منھم
النبی یقولون ان بیوتنا عورۃ وما ھی بعورۃ
ان یریدون الا فرارا (۶) ولو دخلت علیھم من
اقطارھا ثم سئلوا الفتنۃ لاتوھا وما
تلبثوا بھا الا یسیرا (۷) ولقد کانوا
عاھدوا اللہ من قبل لا یولون الادبار وکان
عھد اللہ مسئولا (۸) قل لن ینفعکم الفرار ان
فررتم من الموت او القتل واذا لا تمتعون
الا قلیلا (۹) قل من ذا الذی یعصمکم من اللہ
ان اراد بکم سوءا او اراد بکم رحمۃ ولا یجدون
لھم من دون اللہ ولیا ولا نصیرا (۱۰) قد
یعلم اللہ المعوقین منکم والقائلین لاخوانھم
ھلم الینا ولا یاتون الباس الا قلیلا (۱۱)
اشحۃ علیکم فاذا جاء الخوف رایتھم ینظرون
الیک تدور اعینھم کالذی یغشی علیہ من الموت
فاذا ذھب الخوف سلقوکم بالسنۃ حداد
اشحۃ علی الخیر اولئک لم یومنوا فاحبط اللہ
اعمالھم وکان ذلک علی اللہ یسیرا (۱۲) یحسبون
الاحزاب لم یذھبوا وان یات الاحزاب یودوا لو
انھم بادون فی الاعراب یسئلون عن
انبائکم ولو کانوا فیکم ما قاتلوا الا قلیلا (۱۳) لقد کان

جس وقت کہ آئے وہ لوگ تم پر اوپر (پہاڑوں)
سے اور نیچے (زمین) سے اور جس وقت ٹیڑھی ہو گئیں
آنکھیں اور اوپر پہنچ گئے دل حلق کو (منھ کو کلیجے آگئے)
اور اللہ کے ساتھ طرح طرح کے گمان کریں گے (۳)
وہیں تو آزمائے گئے مومنین اور ہلائے گئے (دل)
ہلانا سخت (۴) اور جبکہ کہنے لگے منافقین اور وہ لوگ
کہ اُن کے دلوں میں مرض ہے نہیں وعدہ کیا تھا ہم سے
خدا اور رسول نے مگر فریب دینے کو (۵) اور جس وقت
کہا ایک گروہ نے اُن سے کہ اے اہل مدینہ نہیں ہے جگہ
رہنے کی تمہارے لیے پس پھر جاؤ اور ایک فرقہ اُن میں سے
اجازت مانگتا تھا نبی سے کہتے تھے کہ ہمارے گھر خالی
ہیں حالانکہ وہ خالی نہ تھے نہ چاہتے تھے مگر بھاگنا (۶)
اور اگر وہ، خل کئے جائیں اُن پر لشکر
اور پھر اُن سے خواہش کی جائے فتنہ وفساد کی تو ہو جائیں
جائیں اُس کے لیے اور نہ ٹھہریں اُس کے لئے مگر تھوڑا (۷)
حالانکہ انھوں نے عہد کیا تھا اللہ سے پہلے اس کے کہ نہ
پھیریں گے پیٹھ اور ہے عہد اللہ کا سوال کیا گیا (۸) کہو
تو ہرگز فائدہ نہ دے گا تم کو بھاگنا اگر بھاگو گو تم موت
سے یا قتل سے اور اُس وقت نہ فائدہ دیے جاؤ گے
مگر تھوڑا (۹) کہہ کون ہے جو بچائے گا تم کو خدا سے
اگر وہ ارادہ کرے تمھارے ساتھ برائی کا یا ارادہ کرے
تمھارے ساتھ رحمت کا اور نہ پائیں گے وہ واسطے
اپنے سوائے خدا کے کوئی دوست اور نہ مدد دینے والا
(۱۰) ضرور جانتا ہے اللہ دیر کرنے والوں کو تم سے اور
کہنے والوں کو اپنے بھائیوں سے کہ چلے آؤ ہماری
طرف اور نہیں آتے لڑائی میں مگر بہت کم (۱۱) جان چرا
ہوئے اوپر تمھارے پس جب آئے خوف تو دیکھے گا تو

لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ لمن کان
یرجو اللہ والیوم الآخر وذکر اللہ کثیرا (۱۴)
ولما را المومنون الاحزاب قالو ھذا ما وعدنا
اللہ ورسولہ وصدق اللہ ورسولہ وما زادھم
الا ایمانا وتسلیما۔

اُن کو کہ دیکھتے ہیں طرف تیری پھرتی ہیں آنکھیں ان کی
مانند اس کے کہ غشی آتی ہے اوپر اُس کے موت سے
پس جس وقت جاتا رہتا ہے خوف تو سیجتے ہیں تمہارے
درمیان میں ساتھ زبانوں تیز کے بخیلی کرتے ہوئے اوپر
بھلائی کے۔ یہ لوگ ایمان نہیں لائے پس نابود کر دیئے
اللہ نے عمل اُن کے اور ہے یہ اللہ پر آسان (۱۲) گمان کرتے ہیں کفار کی جماعتوں کو کہ نہیں گئے اور اگر آویں
وہ جماعتیں تو دوست رکھیں گے کہ کاش وہ جنگل میں رہتے گنواروں میں۔ پوچھا کرتے تمہاری خبریں اور
اگر ہوتے درمیان تمہارے تو نہ لڑتے مگر تھوڑا (۱۳) تمہارے واسطے تو خود رسول اللہ کا ایک اچھا نمونہ تھا مگر
اسی شخص کے واسطے جو امید رکھتا ہے خدا کی اور روز قیامت کی اور یاد کرتا ہے اللہ کو بہت (۱۴)
اور جس وقت دیکھا مومنوں نے کافروں کی جماعت کو تو کہا انھوں نے یہ ہے جو وعدہ دیا تھا ہم کو خدا اور رسول
نے اور سچ کہا تھا اللہ و رسول نے اور نہ زیادہ کیا اُن کو مگر ایمان اور اطاعت کرنا۔

اور سورہ محمد میں فرماتا ہے (۱) ویقول الذین
آمنوا لولا نزلت سورۃ فاذا انزلت سورۃ
محکمۃ وذکر فیھا القتال رایت الذین فی
قلوبھم مرض ینظرون الیک نظر المغشی
علیہ من الموت فاولی لھم (۲) طاعۃ
وقول معروف فاذا عزم الامر فلو صدقوا اللہ
لکان خیرا لھم (۳) فھل عسیتم ان تولیتم
ان تفسدوا فی الارض وتقطعوا ارحامکم
اولئک الذین لعنھم اللہ فاصمھم واعمی
ابصارھم (۴) افلا یتدبرون القران ام علی
قلوب اقفالھا (۵) ان الذین ارتدوا علی
ادبارھم من بعد ما تبین لھم الھدی
الشیطن سول لھم واملی لھم (۶) ذلک
بانھم قالوا للذین کرھوا ما نزل اللہ
سنطیعکم فی بعض الامر واللہ یعلم اسرارھم (۷)
فکیف اذا توفتھم الملئکۃ یضربون

(۱) اور کہتے ہیں وہ لوگ جو ایمان لائے کیوں نہیں
نازل کیا جاتا کوئی سورہ پس جب نازل کیا گیا
کوئی سورۂ محکمہ اور ذکر کیا گیا اُس میں لڑائی کا تو
دیکھا تو نے ان لوگوں کو جن کے دل میں مرض ہے
کہ دیکھتے ہیں طرف تیرے جیسا کہ دیکھتا ہے وہ
شخص کہ بیہوشی آتی ہے اُس پر موت سے پس خرابی ہے
واسطے اُن کے (۲) مطلب اُن کی فرمانبرداری ہے اور
قول معقول ہے پس جب مقرر ہو حکم پس اگر سچ بولیں
اللہ سے البتہ ہو بہتر واسطے اُن کے (۳) پس کیا ہو
تم نزدیک اس بات کے کہ اگر والی ہو تم حکم کے (یعنی حاکم
بنو) تو فساد کرو زمین میں اور قطع رحم کرو یہی لوگ ہیں
جن پر لعنت کی ہے اللہ نے پس بہرا کر دیا اللہ نے ان کو اور
اندھا کر دیا ان کی آنکھوں کو (۴) پس کیا نہیں غور
کرتے قرآن میں اور کیا اُن کے دلوں پر قفل چڑھ گئے
(۵) تحقیق جو لوگ کہ مرتد ہوئے اپنی پشت پر بعد
اس کے کہ ظاہر ہوئی اُن کے لئے ہدایت شیطان نے

وجوههم وادبارهم (۸) ذلك بانهم اتبعوا ما اسخط الله وكرهوا رضوانه فاحبط اعمالهم (۹) ام حسب الذين في قلوبهم مرض ان لن يخرج الله اضغانهم ولو نشاء لاريناكهم فلعرفتهم بسيماهم (۱۰) ولتعرفنهم في لحن القول والله يعلم اعمالكم (۱۱) ولنبلونكم حتى نعلم المجاهدين منكم والصابرين ونبلوا اخباركم (۱۲) ان الذين كفروا وصدوا عن سبيل الله وشاقوا الرسول من بعد ما تبين لهم الهدى لن يضروا الله شيئا وسيحبط اعمالهم (۱۳) يا ايها الذين امنوا اطيعوا الله واطيعوا الرسول ولا تبطلوا اعمالكم۔

اُن کو زینت دی اور ڈھیل دیا اُن کو (۶) یہ بسبب اس کے ہے کہ کہا اُنھوں نے واسطے اُن لوگوں کے کہ کراہت کرتے تھے اُس چیز سے جسے نازل کیا خدا نے کہ ہم تمہاری اطاعت کریں گے بعض امر میں اور خدا جانتا ہے اُن کے بھیدوں کو (۷) پس کیا حال ہوگا اُن کا جب قبض کریں گے فرشتے اُن کی روحوں کو مارتے ہوئے اُن کے منھ اور پیٹھوں کو (۸) یہ بسبب اس کے ہے کہ پیروی کی اُنھوں نے اُس چیز کی کہ ناخوش کرتی ہے اللہ کو اور مکروہ رکھی اُس کی رضامندی پس نابود کر دیا اللہ نے اُن کے عمل کو (۹) کیا گمان کرتے ہیں وہ لوگ جن کے دلوں میں بیماری ہے کہ نہ نکالے گا اللہ بدنیتی اُن کی اور اگر ہم چاہیں البتہ دکھا دیں ہم تمھیں اُن لوگوں کو پس البتہ پہچان لیگا تو اُن کو اُنکے چہروں سے (۱۰) اور البتہ پہچانے تو اُن کو بول چال میں اور اللہ جانتا ہے تمھارے عملوں کو (۱۱) اور البتہ آزمائیں گے ہم تم کو یہاں تک کہ ظاہر کر دیں جہاد کرنیوالوں کو تم سے اور صبر کرنے والوں کو اور آزمائیں تمہاری خبروں کو (۱۲) تحقیق جو لوگ کہ کافر ہوئے اور منع کیا اُنھوں نے خدا کی راہ سے اور مخالفت کی رسول کی بعد اس کے کہ ظاہر ہوئی واسطے اُن کے ہدایت ہرگز نہ ضرر دیں گے خدا کو کچھ اور قریب ہے کہ نابود کر دے اُنکے اعمال کو (۱۳) اے لوگو جو ایمان لائے ہو اطاعت کرو خدا کی اور اطاعت کرو اُس کے رسول کی اور نہ باطل کرو اپنے عملوں کو۔

یہ قرآن مجید کی آیتیں ہیں جن پر ایمان لانا اور صحیح ماننا ہر مسلمان پر فرض ہے لا یاتیہ الباطل من بین یدیہ ولا من خلفہ اس کی شان ہے، صحاح ستہ کی روایتیں نہیں جن پر کچھ بحث کی جائے اور ضعیف و صحیح کا ہیر پھیر لگایا جائے بلکہ نہایت فصاحت سے خداوند عالم فرماتا ہے کہ اہل مدینہ جس میں مہاجرین و انصار سب داخل ہیں سرکشی کرتے ہیں نفاق پر۔ رسول اللہ اُن کی ہدایت کو دوست رکھتے ہیں مگر وہ رسول کو نہیں دوست رکھتے منھ پر تو ہر طرح کی بات بناتے ہیں اور جب سامنے سے علیحدہ ہوئے غصہ سے انگلیاں کاٹتے ہیں کہ کیوں انکو عروج ہو رہا ہے ان کے دین کو ترقی ہو رہی ہے دیکھیے حضرت کی شکایت قریش سے۔ صلاح علیٰ ج ۱ ص

قرۃ العینین شاہ ولی اللہ میں ہے کہ حضرت عباس نے رسول اللہ سے شکایت کی کہ قریش جب باخود ملاقات کرتے ہیں تو خوش اور مسرور ہوتے ہیں اور جب ہم لوگوں سے ملاقات ہوتی ہے تو ان کی وہ حالت نہیں رہتی اس خبر سے رسول اللہ ناراض ہوئے اور فرمایا قسم خدا کی کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا جب تک تم لوگوں کو خدا و رسول کے لیے دوست نہ رکھے انتہیٰ ملخصاً۔

یہ لوگ مہاجر و انصار ایسے ہیں کہ خدا ان کے ارتداد کی صریحی لفظوں میں خبر دے رہا ہے کہ اگر رسول اللہ وفات پائیں یا قتل ہو جائیں تو کیا تم لوگ مرتد ہو جاؤ گے یعنی ضرور ایسا ہو گا مگر اس سے خدا کا کچھ نہ بگڑے گا۔

اسی مضمون کو حضرت نے حدیث اصحابی میں ادا فرمایا ہے جو تمامی صحاح میں ہے فیجاء برجال من امتی فیوخذ بھم ذات الشمال فاقول یارب اصحابی اصحابی فیقال انک لاتدری ما احدثوا بعدک انھم لن تزالوا مرتدین علی اعقابھم منذ فارقتھم کہ کچھ لوگ ہماری امت سے گرفتار ہو کر جہنم میں جائیں گے تو میں عرض کروں گا خدایا یہ تو میرے اصحاب ہے تھے اُدھر سے آواز آئے گی تم نہیں جانتے انھوں نے کیا کیا بدعتیں کیں بعد تمہارے جب سے تم نے ان سے مفارقت کی یہ ہمیشہ مرتد رہے۔

انقلبتم علی اعقابکم قرآن کی آیت ہے اور لن یزالو مرتدین علی اعقابھم حدیث کا فقرہ ملا کر دیکھو تو سارا معمی حل ہو جائے۔

سورہ احزاب کی ایسی واضح اور روشن آیتیں ہیں کہ کچھ تشریح کی بھی ضرورت نہیں خدا صحابہ کے نفاق دیرینہ کو کن لفظوں سے ظاہر کر رہا ہے کہ اُس سے بڑھ کر کوئی لفظ نہیں ہو سکتا جس سے اُن کی خیانت کا اظہار ہو سکے۔

جنگ احزاب کہتے ہیں جنگ خندق کو جس میں رسول اللہ کو خاص مدینہ منورہ میں کفار سے جنگ کرنا پڑا ہے مگر صحابہ کے نفاق اور کینہ سے حضرت کو خندق کھودنی پڑی ہے اور اس درجہ ایذائیں حضرت کو ان مہاجرین و انصار سے اُٹھانی پڑی کہ خداوند عالم کو اس طرح ان کی صریحی مذمت کرنی پڑی حالانکہ خداوند عالم ستار العیوب ہو کسی کی پردہ دری نہیں چاہتا مگر یہاں ایسے واقعات پیش آئے کہ اظہار اُن کا ضروری ہوا۔

اس جنگ خندق کے حالات تمام عالم کو معلوم ہیں تواریخ میں بشرح و بسط تمام مذکور ہے نہ اس میں کوئی طولانی جنگ ہوئی ہے نہ زیادہ خونریزی بلکہ صرف عبدود کے مارے جانے پر یہ سارا جوش و خروش فرو ہو گیا میں اس مقدس فاتح کا نام نہیں لیتا جس کے ایک حملہ نے نہ صرف اسی ملعون کو واصل جہنم کیا بلکہ سارے قریش کا قدم اُکھڑ گیا مگر میں یہ ضرور کہوں گا کہ عمرو بن عبدود ایسا بہادر تھا کہ خلیفہ دوم اُس کا نام لیکر تمام مسلمانوں کو ڈراتے تھے کہ یہ ایسا بہادر ہے کہ میں نے خود اپنی آنکھوں دیکھا ہے اس بہادر نے ہزار جوانوں کا تنہا مقابلہ کیا سپر نہ رہی تو اس نے ایک اونٹ کو یا اونٹ کے بچہ کو پکڑ کر اُٹھا لیا اور اُسی کو سپر بنایا جس سے سب گریزاں تھے عمرو بن عبدود کی شہرت کچھ پہلے سے کم نہ تھی حالانکہ جنگ بدر میں وہ زخمی ہو چکا تھا مگر جس کے ایسے ایسے مداح ہوں پھر اُس کے نام و نمود کا کیا کہنا اور خاصکر ایسے مقام پر کہ وہ ھل من مبارز کی صدا دیتا ہو اور خلیفہ دوم اُس کی اس طرح مدح سرائی کریں تو پھر مسلمانوں میں کہاں جرات تھی جو مقابلہ کو نکلتے۔

انہیں واقعات کی طرف خداوند عالم اشارہ کرتا ہے واذ زاغت الابصار وبلغت القلوب الحناجر وتظنون باللہ الظنونا مسلمانوں کی آنکھیں کج ہو گئیں کلیجہ منھ کو آنے لگا طرح طرح کی بدگمانی خدا کے ساتھ پیدا ہونے لگی اسی کی طرف اشارہ ہے واذ یقول المنفقون والذین فی قلوبھم مرض ماوعدنا اللہ ورسولہ الا غرورا۔

منافق لوگ اور وہ جن کے دل میں مرض تھا کہنے لگے خدا اور رسول نے جو وعدہ کیا تھا وہ سب فریب تھا۔

خاص اس واقعہ کی طرف اس میں اشارہ ہوگا قد یعلم اللہ المعوقین والقائلین لاخوانھم ھلم الینا ولا یاتون الباس الا قلیلا خدا جانتا ہے اُن لوگوں کو جو منع کرتے تھے اور اپنے بھائیوں سے کہتے تھے کہ ہمارے پاس آؤ اور نہیں آتے لڑائی میں مگر تھوڑے۔

خداوند عالم ان مسلمانوں کی شجاعت کو کن پیارے لفظوں میں فخریہ طور پر ارشاد کرتا ہے فاذا جاء الخوف جب وقت خوف آتا ہے تو وہ اس طرح تیری طرف دیکھتے ہیں کہ گویا موت کی غشی طاری ہے اور جب وہ خوف نکل جاتا ہے تو پھر کیسی کیسی تیز زبانیاں دکھاتے ہیں۔ یہی تو وہ ہیں جو ایمان نہیں لائے اور ہم نے اُن کے اعمال کو بھی حبط کر دیا۔

پس جناب سید الشہداء روحی لہ الفداء کے پیش نظر یہ کل آیات قرآنی موجود تھے جو حالات مہاجرین و انصار کے لیے خداداد آئینہ ہے تو پھر کیونکر ممکن تھا کہ آپ اُن پر اعتماد کرتے کیونکہ انھیں آیات میں خداوند عالم فرماتا ہے ولکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ تم پر رسول کی پیروی نیک لازم ہے۔

اگر اس پر بھی آپ کی تسکین نہ ہو تو خود جناب امیرؑ کے الفاظ ملاحظہ فرمائیں جو کتاب ملل و نحل شہرستانی میں موجود ہے کہ حضرت نے اصحاب معویہ کی نسبت کیا فرمایا ہے جس میں تمامی اہلسنت داخل ہیں۔ ملل و نحل میں ہے۔

"کہا قیس بن حازم نے کہ میں علی کے ساتھ تھا ہر حال میں یہاں تک کہ بروز صفین کہا حضرت علیؑ نے کوچ کرو طرف بقیہ احزاب کے کوچ کرو طرف اُس قوم کے جو کہتے ہیں دروغ کہا اللہ نے اور اُس کے رسول نے اور تم لوگ کہتے ہو سچ کہا خدا اور رسول نے پس میں نے پہچانا کہ حضرت علی کا کیا اعتقاد ہے اس جماعت معویہ کے بارے میں پس میں نے کنارہ کیا اُن سے" صفحہ ۱۰۳ ملل و نحل۔

قیس بن حازم خود خارجی ہے اور اپنے مخالفت کی یہی وجہ قرار دیتا ہے کہ چونکہ جناب امیرؑ کا یہ اعتقاد تھا معویہ وغیرہ کے بارے میں لہذا اس نے مخالفت کی اور خارجی بنا۔ یہی وجہ ہے کہ اعمال عاشور میں ایک خاص نماز بطریقہ ائمہ معصومین منقول ہے جس میں یہی سورۂ احزاب پڑھی جاتی ہے تاکہ مومنین کو اس کا تذکرہ ہو کہ حضرت نے کن وجہوں سے اس سفر غربت کو اختیار کیا اور اپنے وطن میں نہ رہے اور تاکہ مومنین کو معلوم ہو اسلام پر یہ مصیبت اسی وجہ سے نازل ہوئی کہ مہاجرینؓ و انصار نے نفاق کو اپنا پیشہ کیا تھا اور اسلام سے مرتد ہو گئے تھے ورنہ اگر وہ مسلمان ہوتے تو اس کی نوبت کیوں آتی کہ خاندان رسالت ایسا تباہ و برباد ہوتا اور امام حسینؑ اس سفر غربت میں مبتلا ہوتے۔

افسوس کہ میں اپنے مطلب سے کچھ دور ہو گیا کیونکہ میری غرض صرف اس قدر ہی کہ جناب امام حسینؑ نے کن مصالح سے ابن عمر کے اس مشورہ کو نہ قبول کیا کہ آپ مدینہ میں قیام فرمائیں یعنی وہیں رہ کر اُن سے جنگ کریں جس کے وجوہات آپکو بخوبی ان آیات سے معلوم ہو گئے کہ یہ مہاجرین و انصار جو مدینہ میں قیام فرما ہیں کسی طرح نہ قابل اعتماد ہیں نہ ان پر کسی طرح وثوق ہو سکتا ہے عام طور پر زیادہ سب منافق ہیں کیونکہ جو مومن تھا وہ حضرت کے ساتھ تھا۔

سورہ محمد میں جو آیتیں ہیں وہ اس سے بڑھ کر ان صحابہ کے حالات پر روشنی ڈالنے والی ہیں جس میں آیہ فھل عسیتم

ان تولیتم ۔ ان تفسدوا فی الارض وتقطعوا ارحامکم کا مطلب تو وہی ہے جو "فیصلہ قرآنی" میں آیہ ومن الناس من یعجبک قولہ فی الحیوٰۃ الدنیا میں مذکور ہوا کہ خدا نے جس طرح اُس آیہ میں اُن کے حاکم بنانے کی خبر دی ہے اُسی طرح اس آیہ میں۔ وہاں جس طرح واذا تولی سعی فی الارض لیفسد فیہا فرمایا اُسی طرح یہاں ان تولیتم ان تفسدوا فی الارض فرمایا جس طرح وہاں لیہلک الحرث والنسل فرمایا اُسی طرح تقطعوا ارحامکم یہاں ارشاد ہوا جس سے مطلب واضح ہوگیا کہ یہ شان انہیں لوگوں کی ہے جو اسلام پر حاکم اور خلیفہ بن کر یہ ظلم کریں گے۔

یہی وجہ ہے کہ جناب امام حسینؑ نے جو عمر بن سعد کو بد دعا دی ہے تو یہی فرمایا ہے قطع اللہ رحمک کما قطعت رحمی۔ جس سے بوضوح تمام ظاہر ہے کہ یہی لوگ قاطع رحم ہوئے۔

ہاں ان آیات میں لفظ اضغانکم بہت کچھ قابل قدر ہے کہ خدا فرماتا ہے کیا وہ یہ گمان کرتے ہیں کہ اُن کے دلوں کا کینہ نہ ظاہر ہوگا حالانکہ ہم اگر چاہیں تم کو دکھا دیں کہ تم اُن کے چہروں سے پہچان لو۔ اس آیہ کو اور اس حدیث کو جو اصلاح علے جلد ۱۱ صفحہ ۱۲ میں لکھی گئی ہے کہ حضرت نے مدینہ کی ایک گلی میں جناب امیرؑ کو گلے سے لگایا ہے اور رو رہے ہیں جس پر حضرت نے پوچھا آپ کیوں روتے ہیں تو فرمایا ان کے دلوں میں کینہ ہے جس کو وہ تم سے بعد ہمارے مرنے کے ظاہر کریں گے۔ ملاؤ تو معلوم ہو جائے وہ کینہ ور اشخاص کون تھے اور کس سے وہ کینہ نکالا گیا اُسی کی طرف خدا نے اس آیہ میں اشارہ فرمایا ہے۔ کتاب ازالۃ الخفا شاہ ولی اللہ میں ہے صفحہ ۱۲۵ مقصد اول۔

اخرج ابو یعلے عن علی ابن ابیطالب قال بینما رسول اخذ بیدی ونحن نمشی فی بعض سکک المدینۃ اذا اتینا علی حدیقۃ فقلت یارسول اللہ ما احسنہا من حدیقۃ قال لک فی الجنۃ احسن منہا حتی مررنا بسبع حدائق کل ذلک اقول احسنہا ویقول لک فی الجنۃ احسن منہا فلما خلا لہ الطریق اعتنقنی ثم اجہش باکیا قال قلت یارسول اللہ ما یبکیک قال ضغائن فی صدور اقوام لا یبدونہا لک الا من بعدی قلت یارسول اللہ فی سلامۃ من دینی قال فی سلامۃ من دینک ملاحظہ ہو اصلاح جلد ۱۱ صفحہ ۱۲

افسوس کہ یہ مقام وہ ہے جہاں ہم ان آیات کی شرح پورے طور سے نہیں کر سکتے مگر حیات مستعار نے اگر وفا کی تو بہت جلد فیصلہ قرآنی کا سلسلہ پھر سے شروع کیا جائیگا جس میں یہ آیات اور اس قسم کی صدہا نہیں بلکہ ہزارہا آیتیں دکھائی جائیں گی جن میں خداوند عالم نے ان صحابہ مہاجرین و انصار کے پوست کندہ حالات کو بیان فرمایا ہے۔

مگر یہاں تو آپ کو اسقدر معلوم ہو گیا کہ جناب امام حسینؑ مدینہ میں کیونکر قیام فرماتے جب یہ آیات قرآنی آپ کے پیش نظر تھیں کہ خدا نے کن کن لفظوں سے انکی بیوفائی۔ خود غرضی۔ بزدلی بےنجابت۔ زبان درازی۔ کینہ وری کو ظاہر کیا ہے جناب امام حسینؑ کیا معرکہ صفین میں تشریف فرما نہ تھے بچشم خود نہ دیکھا تھا کہ خلیفہ دوم کے چہیتے صاحبزادے عبید اللہ بن عمر کس طرح چار ہزار کا لشکر لیکر جناب امیرؑ سے لڑنے آئے تھے اور خلاف سیرت آبائی اس وقت تک معرکہ سے نہ سرکے جب تک کہ ان کا خاتمہ نہ ہوا۔

تو کیا آپ خود عبد اللہ بن عمر سے مطمئن ہو سکتے تھے جنھوں نے آپ کو قیام مدینہ کی رائے دی کہ یہ ہم سے نہ لڑیں گے اور ہمارے خون میں شریک نہ ہوں گے۔

کیا آپ کو نہیں معلوم کہ بعد شہادت جناب امام حسینؑ جب اہل مدینہ نے یزید کو خلافت سے معزول کرنا چاہا ہے تو حضرت عبد اللہ بن عمر نے کس طرح تلوار سے فیصلہ کی دھمکی دی تھی حالانکہ یہ تارک دنیا ہو چکے تھے مگر اس وقت محبت یزیدی سے ایسا جوش آگیا کہ نہ عبادت کا خیال رہا نہ ترک دنیا کا آمادہ بجنگ ہو گئے۔

آپ یہاں ضرور کہیں گے کہ جناب امام حسینؑ شہادت پر آمادہ تھے اور بعلم الیقین آپ کو معلوم تھا کہ میں شہید ہوں گا تو پھر عبد اللہ بن عمر کے ہاتھ سے شہید ہونے میں اور عمر بن سعد کے ہاتھ سے شہادت پانے میں کیا فرق تھا کیونکہ شہادت ہر طور تھی۔

مگر اس اعتراض کی وجہ وہی ہے کہ فعل امام کے مصالح پر کم نظر جاتی ہے رسول یا امام کا کام احقاق حق ہے کہ حتے الامکان حق کو ایسا واضح کر دیں کہ پھر عقلاء کو مشتبہ نہ رہے اسی وجہ سے قیام مکہ کو ترک کیا اسی وجہ سے قیام مدینہ کو ترک کیا کہ احقاق حق پورے طور سے نہیں ہوتا۔

کیا آپ گمان کر سکتے ہیں کہ اگر جناب امام حسینؑ عبد اللہ بن عمر کی جنگ میں مارے جاتے تو ایک متنفس بھی سنیوں سے حضرت کی مظلومیت کا اقرار کرتا اور اتنی بھی ہمدردی اس شہید راہ خدا سے کی جاتی؟ ہرگز نہیں۔

کیا آپ کو اہلسنت کا یہ اعتراض نہیں معلوم کہ کہتے ہیں اگر خلفائے ثلثہ کی خلافت ناجائز تھی تو جناب امیرؑ نے تلوار سے کیوں نہ فیصلہ کیا جب اُن سے کہا جاتا ہے کہ اچھا جہاں اس تلوار سے فیصلہ کیا گیا انھیں کے حق میں کچھ کہو تو عائشہ طلحہ زبیر معاویہ موجود ہیں تو کس خوبصورتی سے وہاں خطائے اجتہادی کا لطیفہ نکالا جاتا ہے۔

اب تو آپ کو امام حسینؑ کی مصلحت معلوم ہوئی کہ اگر آپ مدینہ میں قیام فرماتے اور یہ صحابہ مہاجرین وانصار اُدھر ہو جاتے تو حق کیا مشتبہ ہو جاتا۔ اگر یہ کہا جائے کہ ممکن تھا وہ صحابہ آپ کے طرفدار ہوتے تو اگرچہ یہ خیال بعید ہے اس کی تردید ظاہر ہے مگر خود اصل واقعہ آپ کی تسکین کو کافی ہے کہ جناب امام حسینؑ نے مدینہ کو مخفی طور پر چھوڑا ہے۔ بھاگ کر نہیں آئے ہیں بلکہ بکمال استقلال وہاں سے مکہ آئے اور پانچ مہینے یہاں قیام کیا اور یوم ترویہ کہ تمام حجاج آمادہ حج ہیں آپ نے سفر عراق اختیار کیا ہے اگر ان صحابہ میں کچھ بھی اسلام کا اثر ہوتا تو کیا ممکن تھا کہ فرزند رسول کو تنہا جانے دیتے دوسروں کو جانے دیجیے خود عبد اللہ بن عمر نے تو حضرت سے اُس وقت بھی ملاقات کی ہے جب آپ طلب بیعت پر مدینہ سے روانہ ہوئے جب یہ ابن عمر نے وہ مشورہ دیا اور اُس وقت بھی ملاقات ہوئی کہ جب آپ سفر عراق کر رہے ہیں مگر کہاں اسلام تھا اور کہاں ایمان جو ساتھ دیتے۔

ہاں یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ آخر یہی صحابہ مہاجرین وانصار تھے جنھوں نے رسول اللہؐ کے عہد میں اسلام کی خدمت کی اور خلفائے ثلاثہ کے زمانہ میں کیسے کیسے فتوحات کیے اب کیا ہو گیا جو ان کی یہ حالت ہو گئی۔

مگر اس کا جواب تو آپ کو خود قرآن مجید دے گا کیونکہ جو کچھ مذمت کی ہے قرآن نے

کی آیتیں پیش کی گئی ہیں جن سے صرف اُن کی ایمانداری ہی نہیں ظاہر ہے بلکہ ان کی شجاعت بھی نمایاں ہے کہ ذرا سے خوف و ہراس پر ان کی آنکھیں پھر جاتیں موت کی غشی اُن پر طاری ہوتی پھر وہ کیا اسلام کی مدد کرتے ہاں سواد لشکر کے لیے ضرور رہے اور جو اعمال کرتے تھے اُن کا بیان کرنے والا خود قرآن ہے۔ ہم کو زیادہ کہنے کی ضرورت نہیں۔

ہاں سیر و تواریخ دیکھیے تو معلوم ہو کہ جنگ احد سے لیکر تا بہ جنگ طائف و حنین کس نے فتح کی اور کون ہر وقت جان نثاری پر آمادہ رہتا اور کون لوگ فرار کرتے تھے، سے آپ کو پتہ مل جائے گا کہ یہ صحابہ جن کی قرآن نے مذمت کی ہے کون تھے اور کیسے تھے۔

رہے وہ فتوحات جو بعہد خلفائے ثلاثہ ہوئے اُن کے فاتح بیشک یہی مہاجرینؓ و انصار تھے مگر اس کے اصلی فاتح بھی وہی تھے جو عہد رسول اللہ میں فاتح رہے کیونکہ خود خدا فرماتا ہے والقینا فی قلوبھم الرعب کہ ہم نے کافروں کے دل میں رعب ڈال دیا وہی رعب جو عہد رسول اللہ سے قائم ہو چکا تھا آج یہ کام کر رہا ہے کہ تمام دنیا میں ان کا سکہ جم رہا ہے ورنہ اصلی حالت اُن کی وہی تھی جسے قرآن نے بایں وضاحت بیان کیا اور انہیں مصالح سے جناب امام حسینؑ نے کسی طرح ان پر نہیں اعتماد کیا۔

یہ لوگ جس طمع سے اسلام لائے تھے وہ سب اُن خلافتوں کی بدولت پورے ہوئے لہذا اُس کے ساتھ رہے جب دیکھا کہ اب وہ فوائد نہیں حاصل ہو سکتے گھر میں بیٹھ رہے نہ اس کی فکر ہے کہ اسلام تباہ ہو رہا ہے نہ اس کا خیال ہے کہ خاندان رسالت برباد ہو رہا ہے۔

جناب امام حسینؑ اُن سب حالات کو بچشم خود دیکھ چکے تھے کہ رسول اللہ ص بیمار ہوئے اور طاقت نے جواب دیا تو بعض صحابہ نے جن میں مہاجرین و انصار سب داخل ہیں کس طرح کی بیوفائی کی حضرت تاکید پر تاکید فرما رہے ہیں جیش اسامہ کے ساتھ جاؤ مگر کوئی نہیں جاتا کیونکہ اُن کو معلوم تھا یہ لشکر محض تنبیہ و تادیب کے لیے جا رہا ہے نہ اس میں لڑائی ہو گی نہ مال غنیمت ہاتھ آئے گا لہذا انصار نے اس وجہ سے پہلو تہی کی۔ مہاجرین کو خلافت کی تاک لگی ہوئی تھی کہ ابھی دیکھیے بھی نہیں ہوئے کہ خم غدیر میں جناب امیرؑ کو بالاعلان خلیفہ مقرر کر چکے ہیں اگر آج جاتے ہیں تو پھر کوئی موقع باقی ہی نہیں بچتا۔ ہر چند حضرت لعن اللہ من تخلف عن جیش اسامہ فرماتے رہے مگر نہ جانا تھا نہ گئے۔

جناب امام حسینؑ کو وقت رحلت رسول کی حالت بھی یاد تھی کہ ان مہاجرین و انصار نے حضرت سے کیسی بدسلوکی کی کہ ایک متنفس بھی شریک نماز جنازہ نہ ہوا جس پر جناب سیدہ نے اُن سے یہ شکایت کی جیسا کہ کتاب الامامہ والسیاستہ ابن قتیبہ میں ہے فوقفت فاطمۃ رض علی بابھا فقالت لا عھد لی بقوم حضروا اسوء محضر منکم ترکتم رسول ص جنازۃ بین ایدینا و قطعتم امرکم بینکم لم تستامرونا ولم تروا لنا حقاً ص ۱۲ مطبوعہ مصر۔

یعنی پس کھڑی ہوئیں جناب سیدہ اپنے مکان کے دروازہ پر اور کہا آج تک ہم کو کوئی قوم ایسی نہیں معلوم ہوئی جو تم سے بدتر محضر پر حاضر ہو کہ چھوڑ دیا تم لوگوں نے رسول اللہ کا جنازہ ہمارے سامنے اور اپنے امر کا فیصلہ کیا جس میں نہ ہم سے مشورہ لیا گیا نہ ہمارے حق کا خیال کیا۔"

پھر جناب امام حسینؑ کو ان صحابہ مہاجرین و انصار سے کیا نصرت کی اُمید ہو سکتی تھی کہ جب خود رسول اللہ ص کے ساتھ ان کا یہ حسن سلوک تھا تو ہمارے ساتھ کیا سلوک کریں گے کیونکہ مہاجرین و انصار سب تو اپنے حال میں مبتلا تھے اپنی اپنی فکر سب کو ہے۔ خدا اور رسول سے کسی کو مطلب نہیں۔

جناب امام حسینؑ اُس وقت موجود تھے جب جناب سیدہؑ اور خلیفہ اول سے اس طرح گفتگو ہوئی ملاحظہ ہو کتاب الامامۃ والسیاستہ ابن قتیبہ۔

فقالت ارائیتکما ان حدثتکما حدیثا عن
رسول اللہ تعرفانہ وتفعلان بہ قالا نعم
فقالت نشدتکما اللہ الم تسمعا رسول اللہ
یقول رضا فاطمۃ من رضائی وسخط فاطمۃ
من سخطی فمن احب فاطمۃ ابنتی فقد احبنی
ومن ارضی فاطمۃ فقد ارضانی ومن اسخط
فاطمۃ فقد اسخطنی قالا نعم سمعناہ من رسول اللہ
قالت فانی اشھد اللہ وملائکتہ انکما اسخطتمانی
وما ارضیتمانی وان لقیت النبی لاشکونکما
الیہ فقال ابوبکر انا عائذ باللہ تعالیٰ من سخطہ
وسخطک یا فاطمۃ ثم انتحب ابوبکر یبکی
حتی کادت نفسہ ان تزھق وھی تقول
واللہ لادعون اللہ علیک فی کل صلوۃ
اصلیھا ثم خرج ابوبکر باکیا فاجتمع الیہ
الناس فقال لھم کل رجل منکم معانقا
حلیلتہ مسرورا باھلہ وترکتمونی وما انا فیہ
لاحاجۃ لی فی بیعتکم اقیلونی بیعتی قالوا
یا خلیفۃ رسول اللہ ان ھذا الامر لا یستقیم
وانت اعلمنا بذلک انہ ان کان ھذا
لم یقم للہ دین فقال واللہ لولا ذلک
وما اخافہ من رخاوۃ ھذہ العروۃ
ما بت لیلۃ ولی فی عنق مسلم بیعۃ بعد ما
سمعت ورأیت من فاطمۃ ج۲ ص۲۲

جناب سیدہؑ نے شیخین سے فرمایا کیا رائے ہے تمہاری
اگر کوئی حدیث ہم رسول اللہ کی بیان کریں تو
تم مانو گے دونوں نے کہا ہاں حضرت نے کہا ہم
تم کو قسم دیتے ہیں سچ کہو کہ رسول اللہ کو یہ
کہتے تم نے سنا تھا کہ فرماتے تھے رضائے فاطمہ
ہماری رضا ہے اور ان کی ناراضی ہماری ناراضی
ہے جس نے میری بیٹی فاطمہ سے محبت کی اس نے
مجھ سے محبت کی اور جس نے فاطمہ کو راضی کیا
اس نے مجھے راضی کیا اور جس نے ان کو ناراض
کیا اس نے ہم کو ناراض کیا۔ دونوں نے کہا بیشک
ہم نے رسول اللہ سے اس حدیث کو سنا ہے تب
جناب سیدہ نے فرمایا میں خدا اور فرشتوں کو
گواہ کرتی ہوں کہ تم نے ہم کو ناراض کیا اور
راضی نہیں کیا اگر میں نے رسول اللہ سے ملاقات
کی تو تم دونوں کا شکوہ کروں گی۔ ابوبکر نے کہا
ہم خدا سے پناہ مانگتے ہیں اسکے غضب سے اور تمہارے غضب سے
اے فاطمہؑ یہ کہہ کر ابوبکر اس طرح رونے لگے کہ
قریب تھا ان کی جان نکل جائے اور جناب سیدہؑ
کہتی تھیں کہ قسم خدا کی ہم تجھ پر بددعا کریں گے
ہر نماز میں اس کے بعد ابوبکر روتے ہوئے باہر نکلے
تو لوگ ان کے پاس جمع ہوئے۔ ابوبکر نے کہا تم لوگوں
سے ہر شخص خوش خوش اپنی زوجہ کے گلے میں باہیں
ڈال کر سوتا ہے اور ہم کو اس مصیبت میں ڈال دیا

ہم کو تمہاری بیعت کی حاجت نہیں معاف کرو۔ لوگوں نے کہا اے خلیفہ رسول یہ امر خلافت اس طرح درست
نہیں ہوگا اور تم ہم سے زیادہ جانتے ہو۔ ابوبکر نے کہا اگر یہ نہ ہوتا تو ہرگز میں اس پر راضی نہ ہوتا کہ ایک
رات بھی کسی مسلمان کی بیعت میری گردن پر رہے بعد اس حالت کے جو میں نے فاطمہؑ کی دیکھی اور اس
کلام کے جو میں نے فاطمہؑ سے سنا۔

میں نہیں سمجھتا وہ شخص کیونکر مدعی اسلام ہو سکتا ہے جو حضرت کا کلام خود اپنے کانوں سنے اور پھر اس کی
مخالفت کرے کیونکر کافر مسلمان میں یہی تو فرق ہے کہ کافر رسول کو سچا نہیں جانتا دل میں اس کا اعتقاد نہیں اور
مسلمان وہ ہے جو آنحضرت کو مخبر صادق جانتا ہے اور دل سے سچا مانتا ہے پس یہاں دو ہی صورت ہے یا تو
رسول اللہ صادق ہیں اور جو نہیں مانتا وہ کافر ہے یا معاذ اللہ حضرت اپنے کلام میں کاذب ہیں تو پھر سب
باتیں آسان ہیں۔

غرض جناب امام حسینؑ ان کل حالات سے مطلع تھے اور سارے واقعات سے واقف تھے پھر کیونکر ممکن تھا کہ حضرت ان پر اعتماد کرتے کیونکہ اگر ابوبکر صاحب کچھ پسیجے بھی تھے تو اہل مدینہ نے پھر ان کو بہکایا اور وہ ہوا جو ہوا۔

جناب امام حسینؑ کو وہ کلام جناب سیدہ نہ بھولا ہوگا جو حضرت نے بمخاطب انصار فرمایا تھا کیونکہ جہاں جہاں ظلموں کی فریاد حضرت نے انصار سے کی تھی اور کسی کو رحم نہ آیا تھا خطبہ جناب سیدہ میں ہے۔

ثم عدلت الی مجلس الانصار و قالت یا معشر الفتیة و یا عماد الملة وحضنة الاسلام ما هذه الغمیزة فی حقی والسنة عن ظلامتی اما کان الرسول الله ان یحفظ فی ولده سرعان ما احدثتم وعجلان ذا اهالة تزعمون مات رسول الله فخطب جلیل استوسع وهنه واستنهر فتقه وفقد راتقه واظلمت الارض واکتابت خیرة الله وخشعت الجبال قلت واکدیت الآمال واضیع الحریم واذیلت الحرمة فتلک اذاله اعلن بها کتاب الله فی افنیتکم ممساکم ومصبحکم هتافا ولقبله ما حلت بانبیاء الله ورسله وما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل افان مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم ومن ینقلب علی عقبیه فلن یضر الله شیئا وسیجزی الله الشاکرین ایها بنی قیلة اأهضم تراث ابی وانتم بمرأی ومسمع تلبسکم الدعوة وتشملکم الخبرة وفیکم العدد والعدد ولکم الدار والجنة وانتم الاولی نخبة الله التی انتخبت وخیرة الله التی اختار لنا اهل البیت فبادئتم العرب وناطحتم الامم وکافحتم البهم لا نبرح وتبرحون نامرکم فتأتمرون حتی اذا دارت لکم بنا رحی الاسلام ودر حلب الایام

اس کے بعد انصار کی طرف متوجہ ہوئیں اور فرمایا اے بہادران دین کے بازو اسلام کے انصار یہ کیسی سستی ہے تمہاری حق میں میرے مجھ پر جو ظلم و ستم ہوتا ہے اس سے غفلت کرتے ہو کیا میرے باپ رسول اللہ نے یہ نہیں کہا تھا کہ ہر شخص کی رعایت اس کی اولاد میں کرو کتنا جلد تم بدعت پر احداث کرنے لگے اور حمایت دین سے دست بردار ہوئے حالانکہ میری امداد پر قادر ہو اور قوت رکھتے ہو اگر یہ کہو کہ محمد مر گئے تو بیشک یہ مصیبت عظیمے ہے جس کا اثر آسمان و زمین و پہاڑ اور جنگل سب پر ظاہر ہوا ستارے بسبب اس کے تیرہ و تار ہوگئے حرمتیں ضائع ہوئیں حق سے بڑھ کر کوئی مصیبت نہیں مگر اس سے یہ لازم نہیں ہے کہ تم دین سے پھر جاؤ خود خدا فرماتا ہے نہیں ہے محمد مگر ایک رسول جن کے پہلے اور رسول گزر رہے ہیں تو کیا اگر وہ مرے یا قتل ہو تو تم دین سے پھر جاؤ گے جو پھرے دین سے وہ خدا کو ضرر نہیں پہنچا سکتا قریب ہے خدا جزا اسے شکر کرنے والوں کو اے بنی قیلہ کیا میراث میری ہضم ہو جائے گی اور تم دیکھتے رہو گے اور مجلسوں میں بیٹھے رہو گے حالانکہ تمہاری تعداد زیادہ ہے اور اسلحہ جنگ موجود ہیں۔ کیا ہم تم کو پکاریں گے اور جواب نہ دو گے فریاد کریں گے افسوس کہ فریادرسی نہ کرو گے حالانکہ تمہاری شجاعتیں مشہور ہیں اب کیوں حیران ہو بعد بیان کے اور شریک ہوتے ہو بعد ایمان کے (ترجمہ آیت) کیوں نہیں لڑتے ہو

وخضت ميدان الحرب وسكنت فورة الشرك
وهدأت دعوة الهرج واستوسق
نظام الدين فأنى حرتم بعد البيان ونكصتم
بعد الاقدام عن قوم نكثوا ايمانهم بعد
عهدهم وطعنوا فى الدين فقاتلوا أئمة الكفر
انهم لا ايمان لهم لعلهم ينتهون الا تقاتلون
قوما نكثوا ايمانهم وهموا باخراج الرسول
وهم بدؤكم اول مرة اتخشونهم والله
احق ان تخشوه ان كنتم مؤمنين الا قد ارى
والله ان قد اخلدتم الى الخفض وركنتم
الى الدعة فمججتم الذى وعيتم ودسعتم
الذى سوغتم فان تكفروا انتم ومن فى الارض
جميعا فان الله لغنى حميد الا وقد قلت
الذى قلت على معرفة منى بالخذلة
التى خامرتكم وخور القناة وضعف اليقين
ولكنه فيضة النفس ونفثة الغيظ
وبثة الصدر ومعذرة الحجة فدونكموها
فاحتقبوها مدبرة الظهر ناقبة الخف
باقية العار موسومة بشنار الابد
موصولة بنار الله الموقدة التى تطلع على
الافئدة انها عليهم مؤصدة فبعين الله
ما تفعلون وسيعلم الذين ظلموا اى
منقلب ينقلبون وانا ابنة نذير لكم
بين يدى عذاب شديد فاعملوا
انا عاملون وانتظروا انا منتظرون -

اُس قوم سے جس نے عہد توڑ دیا قصد کیا کہ
رسول کو نکال دیں یہی لوگ ہیں جنھوں نے
ابتدائے قتال کی تم ان سے کیا ڈرتے ہو ان سے
خدا زیادہ مستحق ہے کہ ڈرو اگر ہو ایمان والے
(جب کسی نے کچھ جواب نہ دیا تو آپ فرماتی
ہیں) معلوم ہوتا ہے اب راحت پسندی آگئی
تم میں مستحق خلافت کو نکال کر چین سے بیٹھے
ہو آرام پایا تنگی سے نجات ملی علم دین جو
گلے تک پہونچا تھا اُس کو تھوک دیا حلق سے
نکال ڈالا (آیہ) پس اگر کافر ہو تم اور جتنے
لوگ زمین میں ہیں سب کے سب کافر ہو جائیں تو خدا غنی اور حمید
ہے آگاہ رہو کہا جو میں نے کہا کہ میں جانتی ہوں کہ تم
مکر کروگے میری مدد نہ کروگے دل میں درد والم
کے بخارات جمع تھے اس وجہ سے ظاہر کیا ان میں
حجت کو تم پر تمام کیا کہ قیامت کے دن کوئی
عذر نہ کرو لے لو لے جاؤ میرے حق کو جس سے
دائمی ننگ وعار اور غضب خدائے قہار کے
مستحق ہو خدا دیکھتا ہے جانتا ہے ہمارے
حق کو (آیہ) قریب ہے جانیں وہ لوگ
جنھوں نے ظلم کیا کہ کس جگہ اُلٹے جائیں گے
میں بیٹی ہوں اُس کی جو تم کو ڈراتا تھا غضب
سے جو تمہارا دل چاہے کرلو ہم بھی جو حق سمجھے
ہیں وہی کرتے ہیں انتظار کرو عذاب کا جیسا کہ
ہم انتظار کرتے ہیں ثواب کا -

یہ خطبہ جناب سیدہ صلوات اللہ علیہا کا ہے جس کی سند میں کتاب تشیید المطاعن جلد اول صفحہ
۴۹۹ میں مذکور ہیں اور اُس کا پورا ترجمہ کشفی صفحہ ۲۳ میں موجود یہاں تفصیلی بحث مطلوب
نہیں بلکہ صرف یہ دکھانا ہے کہ جناب سیدہ نے جو بضعۃ الرسول تھیں کس درد بھرے کلام سے انصار
کو مخاطب کیا ہے اور کس طرح اُن سے فریاد کی ہے مگر کوئی نصرت پر آمادہ ہوا نہ جانثاری کا
ہرگز نہیں پھر فرمائیے جناب امام حسینؑ کیا ان سے امید کرتے۔
یہ عام قاعدہ ہے کہ عورتوں کے استغاثہ پر عام طور پر جوش پیدا ہوتا ہے اسی لیے عرب لڑائیوں
میں اپنے ساتھ عورتوں کو رکھتے تھے کہ اگر کوئی بزدلی کرے تو عورتیں اس کو غیرت دلائیں اور

اُس کا جوش ترقی کرے مگر ہائے یہاں کونسی عورت فریاد کرتی ہے۔ دخترِ رسول جن کے سوا دنیا میں کوئی بیٹی رسول کی نہیں ہے کس بات کی فریاد کرتی ہے کہ میرا حق غصب ہو رہا ہے۔ حق رسی کرو مگر کسی کو غیرت نہ آئی پھر ایسے صحابہ مہاجرین و انصار سے جناب امام حسینؑ کیا اُمید کرتے۔

اس خطبہ میں جناب سیدہ نے قرآن کی چند آیتوں سے استدلال کیا ہے ایک آیہ "ما محمد الا رسول" ہے جس سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ جناب سیدہ ان لوگوں کو اُس آیہ کا مصداق سمجھتی ہیں کہ "انقلبتم علی اعقابکم" ان پر منطبق ہے۔

دوسرے آیہ "فقاتلوا ائمۃ الکفر انہم لا ایمان لھم" ہے کہ حضرت نے ان غاصبین کو ائمہ کفر فرمایا۔

اب جو لوگ خدا اور رسول پر ایمان لائے ہیں اور جناب رسالتمآبؐ کو مخبر صادق مانتے ہیں وہ تو اس پر مجبور ہیں کہ جناب سیدہ کو صادق مانیں اور ان لوگوں کو ائمہ کفر جانیں رہے وہ لوگ جو حضرت کو صادق نہیں مانتے وہ مختار ہیں ہم کو ان سے بحث بھی نہیں کیونکہ غاصب کا حکومت پر قبضہ ہے مددگاروں کی کثرت ہے جس کا گھر چاہیں لوٹ لیں جس کو چاہیں پھونک دیں آخر پھونک ہی دیا کسی نے اُن کا کیا بگاڑا قرآن کی آیتیں سنائیں رسول کی حدیثیں یاد دلائیں وہ لوگ سنتے رہے یہ عاجز آکر چپکے ہو رہیں لڑنے کا موقع نہ تھا جنگ کی مصلحت نہ تھی اتمام حجت کر کے گھر آئیں اور وصیت کی کہ میرے جنازہ پر یہ لوگ نہ آئیں۔

پھر کیونکر جناب امام حسینؑ ان پر بھروسہ کرتے اور ان پر اعتماد کر کے مدینہ میں جنگ فرماتے۔ کربلا سے یہاں زیادہ مصیبت تھی اور پھر وہ علانیہ شہادت نہ ثابت ہوتی جو ہوئی۔ جناب امام حسینؑ اہل مدینہ کی یہ روش بھی دیکھ چکے تھے کہ انھوں نے خود حضرت عمر کو کتنا پریشان کیا تھا جیسا کہ تاریخ کامل میں ہے جلد ۳ صفحہ

قال الشعبی لم یمت عمر بن الخطاب حتے ملتہ قریش وقد کان حصرھم بالمدینۃ وقال اخوف ما اخاف علی ھذہ الامۃ انتشارکم فی البلاد قال جاء الرجل منھم یستاذنہ فی الغزو فیقول قد کان لک فی غزوک مع رسول اللہ ما یبلغک وخیر لک من غزوک الیوم ان لاتری الدنیا ولاتراک وکان یفعل ھذا بالمھاجرین ومن قریش ولم یفعل بغیرھم من اھل مکۃ۔

یعنی شعبی کہتے ہیں کہ خود عمر کو عاجز کر دیا تھا قریش نے اس لئے سب کو محصور رکھا مدینہ میں اور کہتے تھے سب سے زیادہ جو ہم کو اس امت پر خوف ہے تو اسی امر سے کہ تم شہروں میں پھیلو۔ اگر کوئی مہاجرین سے طالب اذن ہوتا ان سے کہ کسی غزوہ میں جائے وہ تو حضرت عمر کہتے۔ جو جہاد تم رسول اللہ کے ساتھ کر چکے ہو وہ کافی ہے اب تمھارے جہاد سے یہ بہتر ہے کہ نہ تم دنیا کو دیکھو اور نہ تم کو دنیا دیکھے یہ فعل اُن کا مہاجرین کے ساتھ تھا قریش سے نہ اُن لوگوں کے ساتھ جو غیر مہاجر تھے اہل مکہ سے۔ پس جب خود حضرت عمر کے ساتھ ان مہاجرین کا یہ حال تھا کہ وہ آخر عاجز آگئے اور ان کو نظر بند کیا مدینہ میں کہ نکلنے نہ دیتے تو جناب امام حسینؑ ان سے کیا اُمید رکھتے۔ کیا غضب ہے کہ جن مہاجرین کی شان میں خود حضرت عمر یہ فرماتے ہیں اخوف ما اخاف علی ھذہ الامۃ انتشارکم فی البلاد کہ اس امت کے لیے سب سے زیادہ خوفناک امر ہے کہ یہ صحابہ مہاجرین شہروں میں پھیلیں انھیں صحابہ کی سیرت اور عمل کو اہل سنت اپنا مذہب

بناتے ہیں اور انھیں کو پیشوائے دین مانتے ہیں اس سے بڑھ کر کیا بدبختی ہو سکتی ہے کہ خدا اسی طرح
اُن کی مذمت کرے رسول اللہ اس طرح ان کی بدبختی کو ظاہر کریں خلیفہ دوم یوں ارشاد فرمائیں اور
اہلسنت ایک کو بھی نہ مانیں اور صحابہ پرستی ہی میں مشغول رہیں۔ حضرت عمر کے طرزِ عمل کی تصریح جو
حضرت عثمان نے کی ہے وہ سب سے زیادہ تسکین دہ ہے اسی طرح تاریخ کامل میں ہے صفحہ ۵۸
جلد ۳ ولقد علمتم علی ما قلتم لابن الخطاب بمثله ولکنه خبطکم برجله وضربکم
بیده وقمعکم بلسانه فدنتم له علی ما احببتم وکرهتم ولنت لکم واوطأتکم کتفی
وکففت یدی ولسانی فاجترءتم علی۔

یعنی خدا کی قسم تم ہماری انھیں باتوں کو معیوب جانتے ہو جن کو قبول کیا تھا ابن خطاب کے لیے
مگر اس نے تمھیں پیروں سے کچلا۔ ہاتھوں سے مارا اور زبانوں سے قلع قمع کیا لہذا تم نے اُن کی
ہر بات کی اطاعت کی خواہ وہ تمھیں پسند تھے یا ناپسند اور ہم نے تمہارے ساتھ نرمی کی اور اپنے بازو پر
سوار کیا اپنے ہاتھ اور زبان کو روکا اس لیے تم ہم پر دلیر ہو گئے۔

اب حضرات اہلسنت انصاف کریں کہ جن صحابہ مہاجرین و انصار کی یہ حالت ہو کہ خود خلیفہ دوم
سوم اُن کے حق میں یہ کلمات ارشاد فرمائیں اور اُن کے ساتھ یہ برتاؤ کریں تو کیا وہ اس قابل ہو سکتے
ہیں کہ دین کے اخذ ہوں اور شریعت کے حامل جن لوگوں کے دنیا میں پھرنے چلنے کو خلیفہ دوم قابل خوف
بتائیں کیا وہ اس قابل ہو سکتے ہیں کہ اُن کو ہم اپنا پیشوا بنائیں۔

کیا یہاں بھی آیات قرآنی کی طرح یہ تاویل کی جائے گی کہ یہ سب کلمات تو منافقین کے لیے ہیں
کیا اہلسنت اس کا اقرار کریں گے کہ مہاجرین میں بھی منافق تھے۔

اگر آپ کو یہ خیال ہو کہ خلیفہ دوم ایک بدمزاج شخص تھے جس سے صحابہ نے اُن کو فظاً غلیظاً کا
خطاب دیا تھا اور خلیفہ سوم کم عقل تھے جس سے نعثل ملقب ہوئے تو اب میں خود خلیفہ اول کے
چند فقرات یہاں لکھتا ہوں جس سے اُن صحابہ کے پورے حالات معلوم ہوں دیکھیے یہ کلام اُس وقت کا ہے
کہ جب خلیفہ اول کی رحلت کا وقت قریب آگیا ہے اُس وقت عبد الرحمن بن عوف آئے ہیں مزاج پرسی
کر رہے ہیں قال ابوبکر انی لشدید الوجع ولما لقیت منکم یا معشر المہاجرین اشد علی
من وجعی انی ولیت امرکم خیرکم فی نفسی فکلکم الیکون ایکون
ذلک الامر له ذلک لما رأیتم الدنیا قد اقبلت ص ۳ کتاب الامامۃ والسیاسۃ

کہا ابوبکر نے قسم خدا کی میں سخت بیمار ہوں اور جو باتیں تم مہاجرین کی ہم کو پہنچتی ہیں وہ
بیماری سے بھی زیادہ ہیں کہ ہم تمھارے حاکم بنے حالانکہ ہم کسی سے افضل نہ تھے مگر تم سب کی ناکیں
مارے غصہ کے پھول گئیں اس ارادہ سے کہ وہ خلیفہ ہوتا اور یہ اس وجہ سے کہ دیکھا تم لوگوں نے
کہ دنیا امنڈ پڑی ہے۔

اب اس سے بڑھ کر صحابہ کے دنیادار، غدار ہونے کی دلیل اور کیا چاہتے ہو کہ خود خلفائے ثلاثہ
ان لوگوں کو عموماً اور مہاجرین کو خصوصاً ان الفاظ سے یاد کرتے ہیں تو اب کون مسلمان ان لوگوں کو
قابل اقتدا اور لائق پیشوائی مان سکتا ہے۔ اور کیونکر جناب امام حسینؑ ان پر اعتماد کر کے مدینہ میں رہ سکتے
تھے جب دیکھ چکے کہ عہد رسول اللہ سے اس وقت تک ان کا کام وہی رہا کہ جہاں تک ہو سکے باطل

کی مدد کریں حق سے منحرف رہیں ہاں جب تک دنیاوی فوائد کے حاصل ہونے کی اُمید تھی اس کے ساتھ رہے اور ادھر دنیا کا رنگ بدلا دیکھا یہ بھی پھر گئے۔

ان مہاجرین کو خلیفہ دوم سے کچھ اسی وقت نفرت تھی جو خلیفہ نے قریب وفات میں برتاؤ کیا تھا بلکہ جب سے اپنا خلافت نامہ لیکر چلے ہیں لوگوں سے سربمہر لفافہ پر بیعت لینے فقال لہ رجل ما فی الکتاب یا ابا حفص قال ما ادری ولکنے اول من سمع اطاع قال ولکنی واللہ ادری ما فیہ امرتہ عام اول و امرک العام ص ۳۳ کتاب الامامۃ والسیاسۃ

یعنی ایک شخص نے پوچھا کہ اس کتابہ (وصیت نامہ خلیفہ اول) میں کیا ہے اے ابوحفص (کنیت عمر) تو کہا میں نہیں جانتا (یہ راستی ہے) لیکن میں پہلا وہ شخص ہوں جو اس حکم کو سنے اور اطاعت کرے اس شخص نے کہا اگر تم نہیں جانتے تو ہم جانتے ہیں پہلے تم نے اُن کو خلیفہ بنایا اور آج انھوں نے تم کو خلیفہ بنایا۔

اس سوال و جواب سے سمجھ سکتے ہو کہ اُن صحابہ کے دلوں میں ان خلفا کی کیا عظمت تھی اور اُن کی کاروائیوں کو کیسا سمجھتے تھے۔ اف اُن رے ان کے دلی جذبات۔

کہ کس طرح وہ اسرار خلافت سے واقف ہوئے۔

ابن قتیبہ دینوری میں ہے وکان اھل الشام قد بلغھم مرض ابی بکر واستبطوا الخبر فقالوا انا لنخاف ان یکون خلیفۃ رسول اللہ قد مات وولی بعدہ عمر فان کان عمر ھو الوالی فلیس لنا بصاحب وانا نری خلعہ ص ۳۴

یعنی جو صحابہ کہ شام میں تھے اُن کو مرض ابوبکر کی خبر معلوم ہوئی تھی پھر اس کے بعد کچھ حال نہ معلوم ہوا تھا تو کہا ہم کو خوف ہے کہ خلیفہ رسول نے کہیں انتقال نہ کیا ہو اور اُن کے بعد عمر نہ خلیفہ ہوئے ہوں اگر ایسا ہوا تو عمر ہمارے خلیفہ نہیں ہیں اور ہم اُن کو خلع کرنا چاہتے ہیں اس سے آپ غور کر سکتے ہیں کہ اُن صحابہ نے کس بنیاد پر یہ حکم لگایا کہ اگر ابوبکر مر گئے ہیں تو عمر خلیفہ ہوئے اسی بنیاد پر نہ کر جانتے تھے عمر صاحب نے خلیفہ اول کی خلافت میں اسی قدر کیوں اسی غرض سے کی تھی کہ لوٹ کر خلافت ہم تک آ جائے گی۔

ان حالات کو جو منقشہ از خروار ہے آپ نے دیکھ کر کون کہہ سکتا ہے کہ ان لوگوں کا کوئی کام دینداری اور ایمانداری سے تھا۔ پھر کیونکر ممکن تھا کہ جناب امام حسینؑ ان پر اعتماد کرکے مدینہ میں قیام فرماتے اور یزیدیوں سے جنگ کرتے۔

سلوک اہل مدینہ جناب امیرؑ کے ساتھ

جناب امام حسینؑ صرف اُنھیں حالات سے ان صحابہ و مہاجرین و انصار اہل مدینہ کے منتظر تھے جو عہد رسول اللہ میں حضرت نے خود رسول اللہؐ کے ساتھ ان کا حسن سلوک دیکھا اور جناب امیرؑ و جناب سیدہ کو اس طرح رُلایا کہ جس وقت ان لوگوں نے جناب امیرؑ کے بعد حضرت عثمان کی بیعت کی ہے اُس وقت بھی اُن کا یہی حال رہا کہ بیعت تو کر رہے ہیں مگر غدر کی نیت پہلے سے ہے۔

دیکھئے جناب امیرؑ بعد خلافت چار مہینہ مدینہ میں رہے ہیں جس سے آپ سمجھ سکتے ہیں کہ علاوہ اُن لوگوں کے صرف کچھ کے جو خود رسول اللہ سے سن چکے تھے اتنے عرصہ میں وہ ایمان کو کامل کر سکتے تھے۔ مگر جب حضرت

سفر شام و بصرہ کا قصد کیا ہے تو آپ کے ساتھ کل نو سو آدمی ہوئے ہیں۔ کتاب الامامۃ والسیاسۃ میں ہے۔

یمنیہ و یعدہ اولاً ثم کتب الیہ یخوفہ و یتوعدہ فتحبس معاویۃ جواب کتابہ ثلاثۃ اشہر ثم اتاہ جوابہ علی غیر ما یجب فلما اتاہ ذلک شخص من المدینۃ فی تسع مائۃ راکب من وجوہ المہاجرین والانصار من اہل السوابق مع رسول اللہ ومعہم بشر کثیر من اخلاط الناس ص۹۹

یعنی جناب امیرؑ چار مہینہ تک جواب معاویہ کے منتظر رہے جب وہاں سے جواب خلاف مراد آیا تو مدینہ سے کوچ کیا اور حضرت کے ساتھ وجوہ مہاجرین و انصار سے جو خدمت اسلام میں سابق تھے ۹ سو آدمی ساتھ ہوئے اور بہت سے لوگ اخلاط ناس سے تھے۔

اس سے آپ سمجھ سکتے ہیں کہ چار مہینہ میں کل نو سو مددگار حضرت کے فراہم ہوئے یہ لوگ وجوہ مہاجرین و انصار سے تھے اور صاحب سوابق اسلامیہ جن میں ایمانداری اور دیانتداری قدیم الایام سے تھی۔

بخلاف اس کے جب حضرت عائشہ نے بمخالفت جناب امیرؑ قصد بصرہ کیا تو تاریخ کامل میں ہے ونادی منادیہا ان ام المؤمنین و طلحۃ والزبیر شاخصون الی البصرۃ فمن اراد اعزاز الاسلام وقتال المحلین والطلب بثار عثمان ولیس لہ مرکب وجہاز فلیات فحملوا علی ستمائۃ بعیر وساروا فی الالف وقیل فی تسع مائۃ من اہل المدینۃ ومکۃ ولحقہم الناس وکانوا فی ثلاثۃ آلاف رجال ص۸۱ ج۳

یعنی حضرت عائشہ کے منادی نے ندا دی کہ ام المؤمنین عائشہ طلحہ زبیر بصرہ جانے والے ہیں جو شخص خواہان اعزاز اسلام ہو اور قتال محلین کا طالب اور قصاص عثمان کا خواہاں اور اس کے پاس سواری و زاد راہ نہ ہو وہ آئے پس ہزار آدمی اہل مدینہ سے مجتمع ہوئے اور دوسرے لوگ مل کر تین ہزار کا لشکر تیار ہوا۔

یہ واقعہ مکہ معظمہ کا ہے جہاں چند روز میں حضرت عائشہ کے ساتھ اہل مدینہ سے ایک ہزار یا نو سو کا لشکر تیار اور جناب امیرؑ کے ساتھ کل نو سو ہیں۔ اب اس کی وجہ بھی سن لیجیے کہ اسی تاریخ کامل میں ہے وقدم علیہم عبد اللہ بن عامر من البصرۃ بمال کثیر و یعلی بن امیۃ وہو ابن منیہ من الیمن ومعہ ستمائۃ بعیر وستمائۃ الف درہم یعنی عبد اللہ بن عامر بصرہ کا خراج لیکر آیا تھا جو مال کثیر تھا اور یعلی بن امیہ یمن سے ۶ سو اونٹ اور ۶ لاکھ درہم لایا تھا۔ جس سے آپ سمجھ سکتے ہیں کہ یہ مہاجرین و انصار کیسے لالچی تھے کہ تطمیع مال دنیا نہ حق کا خیال کیا نہ باطل کا بلکہ جدھر مال دنیا دیکھا ادھر جھک پڑے پھر جناب امام حسنؑ کیونکر ان لوگوں پر اعتماد کرتے اور مدینہ میں قیام فرماتے۔ یہاں آپ کو بے اختیار سورہ احزاب کی وہ آیہ یاد پڑے گی جو خداوند عالم ان لوگوں کے بارے میں فرماتا ہے ولو دخلت علیہم من اقطارہا ثم سئلوا الفتنۃ لآتوہا وما تلبثوا بہا الا یسیرا کہ اگر ان سے فتنہ کی خواہش کی جائے تو اس میں بے دھڑک داخل ہوں گے اور نہ دیری کریں گے اس میں [illegible] کیونکہ حضرت عائشہ کے ساتھ جانے میں تو انھوں نے یہ پھرتی اور چالاکی دکھائی کہ مکہ ہی سے ساتھ ہوئے اور جناب امیرؑ کے ساتھ جانے میں یہ لیت و لعل تھا کہ تین چار مہینہ میں یہ لشکر فراہم ہوا۔

حصہ اول تمام شد